مضامین برائے

اسلامی نظام حکومت

از

ابو شہریار

۲۰۲۰

www.islamic-belief.net

فہرست

ایقاظ

باب ۱ : قریشی خلیفہ کا تقرر

باب ۲ دو لوگ خلافت کا دعوی کریں

باب ۳ بیعت کا مطلب

جبری بیعت کے دلائل

باب ٤ أُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ کون ہیں ؟

علماء حاکم ہیں ؟

کیا خلیفہ ظل سبحانی ہے ؟

باب ٥ شوری کا دائرۂ اختیار

باب ٦ اگلے خلیفہ کا تقرر یا خلیفہ کی معزولی

باب ۷ عمال کا تقرر

صحابی رسول رضی اللہ عنہما کو مدینہ پر نائب کیا

موقعہ و محل

باب ۸ قیام الصلاۃ و عمارۃ ألمساجد

باب ۹ تعلیم قرآن و حدیث کے مراکز

باب ۱۰ بیت المال کا قیام

باب ۱۱ قضاۃ کا تقرر

باب ۱۲ عورتوں کا امور مملکت میں تقرر

باب ۱۳ غلاموں کے احکام

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب

علی رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت
ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کی روایت
سعید ابن مسیب سے منسوب روایت
عطا بن ابی رباح سے منسوب قول
فقہاء کی متضاد آراء

باب ١٤ بغاوت یا خروج کرنے والے
حاکموں کے خلاف جہاد کرو
اَئِمَّةً مُضِلِّين کا ذکر
حاکموں کے خلاف جہاد مت کرو، بس نمازیں پڑھو
طوائف الملوکی کی حالت میں جہاد کرو
تکفیری حربی تنظیموں کا موقف
امام ابو حنیفہ کا فتوی قتال کا ذکر
امام مالک اورحاکم کا جبری بیعت لینا

باب ١٥ مرتد کے بارے میں
باوجود متاع کے زکواۃ نہ دینے والا

باب ١٦ غیر ملتوں سے تعلقات کی حدود
جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی
دار الکفر کا غیر شرعی تصور
دار الکفر میں دیت آدھی ؟
کومن گراؤنڈ : معروف

باب ١٧ اہل کتاب سے متعلق

اہل کتاب سے متعلق بعض احکام
اہل کتاب کا میقات میں داخلہ
اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح
اہل کتاب کا کھانا
الولاۃ والبراء کی حدود
اچھے اہل کتاب بھی ہیں ؟
نصرانیوں سے مل کر جہاد کرنا
ذمی اہل کتاب کا نبی پر سب و شتم کرنا
ذمی کی دیت
چرچوں و سناگاگ کو مسجدوں میں بدلنے کی بدعت

باب ۱۷ بت پرستوں سے متعلق
انما المشرکون نجس
مشرک سے نکاح ختم نہیں ہوتا
مشرك کا وارث مومن ہو سکتا ہے
مشرک رشتہ دار سے قطع تعلق کرنا
مشرک کے الہ کو گالی دینا
مشرک بت پرستوں کے مندروں کی تعمیر

بسم اللہ الرحمان الرحیم

ایقاظ

اہل سنت میں خلیفہ یا امام مسلمانوں کا امیر ہوتا ہے اور اس کا تقرر ایک کے بعد ایک دوسرے سے ہوتے رہنا صحیح تھا - لیکن ایسا تسلسل کے ساتھ اسلامی تاریخ میں نہیں ہوا – خلافت اصحاب رسول سے شروع ہوئی لیکن بنو امیہ کے بعد بنو عباس کے دور میں یہ معتزلی عقائد رکھنے والوں کے پاس چلی گئی - پھر یہ اہل سنت میں واپس آئی اور بنو عباس نے اپنے عقیدہ خلق القرآن سے رجوع کیا - بنو عباس کے بعد عالم اسلام کے علاقوں پر چوتھی صدی ہجری میں رافضی اور باطنی ظلمت چھا چکی تھی - مراکش سے لے کر مصر تک باطنی شیعہ فاطمی (عبیدی) خلافت (٢٦٩ - ٥٦٦ ھ = ٩٠٩ سے ١١٧١ ع) قائم ہو گئی تھی جو ٢٦٢ سال رہی ، یہاں تک کہ ملتان و سندھ میں فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ معد بن اسماعیل (٣٤١ - ٣٦٥ ھ) کا باقاعدہ خطبہ پڑھا جاتا تھا یعنی یہ علاقہ باطنی شیعوں کے کنٹرول میں آ گیا تھا - ملتان کے بہت سے مزار اسی دور کے تعمیر کردہ ہیں- جزیرہ العرب کے مشرق میں قرامطہ باطنی شیعوں کا دوسرا گروہ پیدا ہوا جن کا دور اقتدار (٢٨٣ - ٣٧٨ ھ) تک رہا - عراق سے لے کر فارس، اصفہان، طبرستان اور جرجان تک رافضی ال بویہ کی امارت ٣٢٢ ھ سے ٤٥٤ ھ تک قائم رہی-

اس دوران اہل سنت جو عراق میں تھے ان میں حنابلہ میں پھوٹ پڑی رہتی تھی اور مسئلہ ایقاد النبی

علی عرش پر قتل و غارت ہوتی - اس سے مراد ہے کہ روز محشر نبی کو عرش پر بٹھایا جائے گا یا نہیں اس میں اہل سنت میں بحث چل رہی تھی

شمالی عراق اور جنوبِ شام پر بنو حمدان ۳۳۰ سے ٤٠٤٠ ھ تک قابض رہے جو شیعی رجحان رکھتے تھے - اب چونکہ شیعہ یا رافضی ہونا فیشن کا حصہ بن چکا تھا ، امام حاکم نے محسوس کیا کہ صحیح بخاری و مسلم میں شیعی روایات درج نہیں کی گئیں - انہوں نے اپنے استدراک Retractation

کو امت پر مستدرک الحاکم کے نام سے پیش کیا یعنی اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا کہ صحیح بخاری و مسلم میں جان بوجھ پر شیعہ منہج کی صحیح روایات درج نہیں کی گئیں

اس دوران اندلس میں حق کی آواز بلند ہوئی - امام ابن حزم نے ان عقائد پر سخت نکیر کی جو حنابلہ بغداد اور نیشاپوری امام حاکم پھیلا رہے تھے - ابن حزم نے حدیث عود روح کو ردی کی ٹوکری میں ڈالا اور صحیح ڈالا

چوتھی صدی کے اواخر میں سلطان محمود غزنوی کو جہانگیریت کا شوق ہوا اور تاریخ فرشتہ میں ذکر ہے ان کو بہت سی فتوحات ملیں لیکن ان کا لشکر بھی مشرف تصوف کے سحر سے آلودہ تھا راہ میں انے والے مزارت و صوفیاء کی تعظیم کرتے کرتے چلا اب چاہے وہ باطنی شیعہ ہوں جو صوفی بن گئے ہوں یا خالص سنی ہوں

پانچویں صدی میں سلجوقیوں نے خلافت قائم کی جو ٤٢٩ سے ٧٠٠ ھ تک رہی - اس میں شیعہ و باطنی حکومتوں کو ختم کیا گیا - ساتھ ہی مشرق وسطی میں داخل ہونے والے صلیبی نائٹ ٹیمپلر لشکر سے بھی سلجوقی لشکر نبرد آزما رہا - اس دوران سلطان نور الدین زنگی (٥٢١ - ٥٧٤ ھ) نے قبر نبوی کے حوالے سے خواب دیکھا ، قبر کے گرد سیسہ پلائی دیوار تعمیر کی - اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی (٥٤٧ - ٦٤٨ھ) نے ان کا تختہ الٹ دیا اور مالکی فقہ کو مملکت میں رائج کر دیا - ان کے رشتہ دار گورنر اربل نے عراق میں عید میلاد النبی کا غاز کیا - صلاح الدین کے حکم پر اذان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام کا آغاز کیا گیا - یہ بدعات نصرانیوں کے اثر کے خلاف جاری کی گئیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کیا جا سکے

ابن جوزی نے اس دور میں حنابلہ بغداد کے اس گروہ کا سختی سے رد کیا جو تجسیم کی طرف مائل ہو چکا تھا یعنی قاضی ابو یعلی مصنف طبقات حنابلہ اور ابو بکر الخلال- ابن جوزی کا

مخالف گروہ جو مجسمیہ ہو گیا تھا وہ متشابہات پر بحث کو عام کر رہا تھا
پھر اگلے چند سالوں میں حاکموں کو قبر نبی پر گنبد بنانے کا خیال آیا - فصول من تاريخ المدينة المنورة جو علي حافظ کی کتاب ہے اور شركة المدينة للطباعة والنشر نے اس کو سن ١٤١٧ ھ میں چھاپا ہے اسکے مطابق

لم تكن على الحجرة المطهرة قبة، وكان في سطح المسجد على ما يوازي الحجرة حظير من الآجر بمقدار نصف قامة تمييزاً للحجرة عن بقية سطح المسجد. والسلطان قلاوون الصالحي هو أول من أحدث على الحجرة الشريفة قبة، فقد عملها سنَة 678 هـ، مربَّعة من أسفلها، مثمنة من أعلاها بأخشاب، أقيمت على رؤوس السواري المحيطة بالحجرة، وسمَّر عليها ألواحاً من الخشب، وصفَّحها بألواح الرصاص، وجعل محل حظير الآجر حظيراً من خشب. وجددت القبة زمن الناصر حسن بن محمد قلاوون، ثم اختلت ألواح الرصاص عن موضعها، وجددت، وأحكمت أيام الأشرف شعبان بن حسين بن محمد سنة 765 هـ، وحصل بها خلل، وأصلحت زمن السلطان قايتباي سنة 881هـ. وقد احترقت المقصورة والقبة في حريق المسجد النبوي الثاني سنة 886 هـ، وفي عهد السلطان قايتباي سنة 887هـ جددت القبة، وأسست لها دعائم عظيمة في أرض المسجد النبوي، وبنيت بالآجر بارتفاع متناه،....بعد ما تم بناء القبة بالصورة الموضحة: تشققت من أعاليها، ولما لم يُجدِ الترميم فيها: أمر السلطان قايتباي بهدم أعاليها، وأعيدت محكمة البناء بالجبس الأبيض، فتمت محكمةً، متقنةً سنة 892 هـ. وفي سنة 1253هـ صدر أمر السلطان عبد الحميد العثماني بصبغ القبة المذكورة باللون الأخضر، وهو أول من صبغ القبة بالأخضر، ثم لم يزل يجدد صبغها بالأخضر كلما احتاجت لذلك إلى يومنا هذا. وسميت بالقبة الخضراء بعد صبغها بالأخضر، وكانت تعرف بالبيضاء، والفيحاء، والزرقاء" انتهى.

حجرہ مطھرہ پر کوئی گنبد نہ تھا، اور حجرہ مطھرہ کو باقی مسجد سے علیحدہ کرنے کے لئے سطح مسجد سے آدھے قد کی مقدار تک ایک منڈھیر بنی ہوئی تھی. اور سلطان قلاوون الصالحي وہ پہلا شخص ہے جس نے حجرہ مطھرہ پر سن 678 ھ (بمطابق 1279ء میں آج سے ٧٣٤ سال پہلے)، میں گنبد بنایا، جو نیچے سے چکور تھا ، اوپر سے آٹھ حصوں میں تھا جو لکڑی کے تھے. ... پھر اس کی الناصر حسن بن محمد قلاوون کے زمانے میں تجدید ہوئی. .. پھر سن 765 ھ، میں الأشرف شعبان بن حسين بن محمد کے زمانے میں پھر اس میں خرابی ہوئی اور السلطان قايتباي کے دور میں سن 881ھ میں اس کی اصلاح ہوئی. پھر سن 886 ھ میں اور السلطان قايتباي کے دور میں مسجد النبی میں آگ میں گنبد جل گیا. اور سن 887ھ میں اور السلطان قايتباي ہی کے دور میں اس کو دوبارہ بنایا

گیا.... سن 892 ھ میں اس کو سفید رنگ کیا گیا ... سن 1253ھ میں السلطان عبد الحمید العثماني نے حکم دیا اور اس کو موجودہ شکل میں سبز رنگ دیا گیا. ... اور یہ گنبد البیضاء (سفید)، الفیحاء (بیل بوٹوں والا) ، والزرقاء (نیلا) کے ناموں سے بھی مشھور رہا

سعودی عرب کے مفتی عبد العزیز بن عبد الله بن باز (المتوفی: 1420ھ) اپنے فتویٰ میں کہتے ہیں جو کتاب فتاوى اللجنة الدائمة – المجموعة الأولى میں چھپاہے اور اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء نے چھاپا ہے

لأن بناء أولئك الناس القبة على قبره صلى الله عليه وسلم حرام يأثم فاعله

ان لوگوں کا قبر نبی صلی الله علیہ وسلم پر گنبد بنانا حرام کام تھا اس کا گناہ اس کے بنانے والوں کے سر ہے

تعمیر گنبد کے اس زمانے میں امام ابن تیمیہ حیات تھے لیکن انہوں نے اس پر توقف کی راہ لی اس طرح یہ تمام ادوار خیر القرون سے دور تھے - افسوس ابن تیمیہ وغیرہ نے بہت سے دمشقی عقائد اختیار کر لئے تھے مثلا شیطان و انسان کی اپس میں شادی ان کے نزدیک ممکن تھی - وہ سماع الموتی کا عقیدہ رکھتے اور فتووں میں وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضروری علم سے لا علم بتاتے تھے - وہ قبر پر قرآن پڑھنے کے قائل تھے اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ نبی قبر میں اذان دیتے ہیں اور قبر پر کہا جانے والا درود سنتے ہیں - یہ اس دور کا فیشن تھا جس کو سلف کا مذھب کہہ کر اہل سنت میں پھیلایا جا رہا تھا

قبور سے مسلمانوں کا شغف بڑھ رہا تھا - قبوری کلچر کی جڑوں کی آبیاری وہ کر رہے تھے جو سلف کے متبع بنتے تھے – ابن تیمیہ خود دعوی کرتے تھے کہ ان کی نظر لوح محفوظ پر جاتی ہے – ابن قیم اپنی کتاب مدارج السالکین میں لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ کی نظر لوح محفوظ پر پڑی ان پر مستقبل اشکار ہوا – لکھتے ہیں

أخبر أصحابه بدخول التتار الشام سنة تسع وتسعين وستمائة وأن جيوش المسلمين تكسر وأن دمشق لا يكون بها قتل عام ولا سبي عام وأن كلب الجيش وحدته في الأموال: وهذا قبل أن يهم التتار بالحركة ثم أخبر الناس والأمراء سنة اثنتين وسبعمائة لما تحرك التتار وقصدوا الشام: أن الدائرة والهزيمة عليهم وأن الظفر والنصر للمسلمين وأقسم على ذلك أكثر من سبعين يمينا فيقال له: قل إن شاء الله فيقول: إن شاء الله تحقيقا لا تعليقا وسمعته يقول ذلك قال: فلما أكثروا علي قلت: لا تكثروا كتب الله تعالى في اللوح المحفوظ: أنهم مهزومون في هذه الكرة وأن النصر لجيوش الإسلام

ترجمہ : ابن تیمیہ نے ٦٩٩ هجری میں اپنے اصحاب کو شام میں تاتاریوں کے داخل ہونے اور مسلمانوں کے لشکر کے شکست کھانے کی خبر دے دی تھی اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ دمشق قتل اور اندھا دھند گرفتاریوں سے محفوظ رہے گا البتہ لشکر اور مال کا نقصان ہو گا ، یہ پیشن گوئی تاتاریوں کی یورش سے پہلے ہی کی تھی – اس کے بعد پھر ٧٠٢ هجری میں جبکہ تاتاری شام کی طرف بڑھ رہے تھے ، اس وقت عام لوگوں اور امراء و حکام کو خبر دی کہ تاتاری شکست کھائیں گے اور مسلمان فوج کامیاب و فتح مند ہو گی اور اس پر آپ نے ستر سے زیادہ بار قسم کھائی ، کسی نے عرض کیا : ان شاء الله کہیے ، آپ نے فرمایا : ان شاء الله تحقیقاً نہ کہ تعلیقاً (یعنی اگر الله چاہے تو ایسا ہو گا نہیں بلکہ الله ایسا ہی چاہے گا) (ابن قیم) کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ جب لوگوں نے اس پیشن گوئی پر بہت کثرت سے کلام کیا ، تو میں (ابن تیمیہ) نے کہا : بہت بولنے کی ضرورت نہیں ، الله تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ وہ اس مرتبہ ضرور شکست کھائیں گے اور مدد و نصرت مسلمان فوجوں کے قدم چومے گی – (مدارج السالکین ، جلد ٢ ، صفحہ ٤٥٨)

امام نووی نے ساتویں صدی میں اور ابن حجر نے دسویں صدی میں اشاعرہ کے مھنج پر مسئلہ صفات کو بیان کیا - منہج اہل سنت میں بدعتی افکار داخل ہو چکے تھے - صوفی یا اپنے رب کو ہر مقام پر ماننے والے بھی سنی تھے - تجسیم الہی کے قائل بھی سنی تھے - حنبلیوں میں منہجِ اصحاب رسول کی بجائے منہج سلف مشہور ہو چلا تھا جس سے مراد ابن تیمیہ کا لٹریچر تھا اس طرح دو گروہ ہو چکے تھے ایک کشف و عرفان والے ہوئے اور ایک روایت پسند ہوئے - اگر کسی مسئلہ میں صحیح سند روایت نہ ہو تو پھر روایت پسندوں کے ہاں اکتساب علم و عقیدہ میں ضعیف حدیث کا بھی وہی درجہ تھا جو صحیح کا تھا - اس سے صحیح عقیدہ دھندلا گیا تھا اور باقی انسانوں کو شور ڈالنے کی عادت تو شروع سے ہے لہذا انہوں نے اپنے عقیدہ کو خوب منبروں سے پھیلایا

یہ تو دین میں بگاڑ کی حالت تھی دوسری طرف سیاسی میدان میں اہل سنت میں عباسی خلافت کے بعد ، ترک سلجوقیوں کی خلافت قائم ہوئی پھر ایوبی سلطنت ، پھر عثمانی خلافت قائم ہوئی – انگریز نے عثمانی ترکوں کے خلاف عربوں کو کھڑا کیا - عربوں کو اس کا قلق تھا کہ خلافت ان کے ہاتھ سے کیوں نکل گئی - اس دبی خواہش کو برقی عروج دور فرنگ کے اختتام سے پہلے ملا ، جب عربوں نے نوٹ کیا کہ وہ ترک و منگول نسل سے جان چھڑا سکتے ہیں - اس کے نتیجے میں عالم عرب میں بغاوت ہوئی - ترکوں کا قتل عام کیا گیا، وہ عرب

سے فرار پر مجبور ہوئے - عرب میں نجد سے وہابی فرقہ منصہ شہود پر آیا اور اس نے اپنی حکومت قائم کر لی – دوسری طرف عرب میں عمان میں خارجیوں کی حکومت قائم کی گئی- متحدہ امارات و بحرین و قطر میں بادشاہتیں قائم ہوئیں جو وہابی فرقے سے متاثر تھیں لیکن مکمل وہابی بھی نہیں تھیں - یمن میں جمہوری عرب حکومت قائم ہوئی - مشرق وسطی کو کئی عرب ممالک و بادشاہتوں میں تقسیم کیا گیا – عربوں کے لئے یہ سرور کا موقع تھا کہ کئی سو سال بعد انگریز ان کے نجات دھندہ بن کر نازل ہوئے البتہ بر صغیر کے مسلمان اپنے صوفی بھائیوں یعنی عثمانی ترکوں کے غم میں شریک رہے -

اس کتاب میں اسلامی نظام حکومت پر چند نگارشات مختصرا پیش کی گئی ہیں - ان مضامین کی تحریر کے وقت کئی کتب موجود تھیں مثلا اسلام کا شورائی نظام از جلال الدین انصر جس کا مقدمہ مودودی صاحب نے لکھا تھا - الماوردی کی احکام السلطانیہ کو بھی دیکھا گیا ہے – البتہ راقم ان کے مندرجات و نتائج سے ہر مقام پر اتفاق نہیں کرتا لہذا ضرورت محسوس کی کہ اس اہم چیز پر اپنے خیالات و فہم کو یکجا کرے

باب ۱ : قریشی خلیفہ کا تقرر

اسلام میں خلیفہ کا مقام (ملك) بادشاہ جیسا ہے – اللہ تعالی نے طالوت کو ملك یا بادشاہ بنایا – داود کو خلیفہ بنایا - اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں ملك (بادشاہ) اور خلیفہ متبادل الفاظ ہیں- مملکت ملنے کو قرآن میں استخلاف بھی کہا گیا ہے - قرآن سورہ النور میں ہے کہ اللہ تعالی اصحاب رسول کو زمین پر حکومت دے گا -

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّـهُـمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِـمْۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَـهُـمْ دِيْنَهُـمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَـهُـمْ وَلَيُبَدِّلَنَّـهُـمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِـمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُـمُ الْفَاسِقُوْنَ (55)

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے-

آیت میں منکم کہہ کر اس وعدہ کو اصحاب رسول کبار کے لئے خاص کر دیا گیا ہے- مستقبل کی کسی بھی خلافت کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے – اصحاب رسول کے مخالفین کو اوندھا گرا دیا گیا چاہے وہ مانعین زکوات ہوں ، جھوٹے انبیاء ہوں ، سرکش بدوی ہوں ، اہل فارس ہوں – الحمد للہ یہ وعدہ پورا ہوا

آیت میں یہ نہیں لکھا کہ فاسقوں کو خلافت نہیں ملے گی بلکہ ایک بار اسلامی خلافت قائم ہو گئی تو پھر اس کو محض اس وجہ سے ختم نہیں کیا جائے گا کہ اس کے اہکار فاسق ہیں –

قرون ثلاثہ میں منصب خلافت کا حق دار عجمی مسلمان نہیں ہو سکتا تھا چاہے وہ تقوی میں بلند مقام پر ہو أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري الماوردي (364 - 450 ھ) مصنف احکام السلطانیہ اس دور میں لکھی جب ال بویہ اور عباسی خلفاء کا جھگڑا شروع ہو چکا تھا - سن ٤٢٩ ھ میں الماوردی کو قاضی کا منصب دیا گیا - الماوردی عباسی خلفاء القادر بالله اور اس کے بعد اس کے بیٹے القائم بأمر الله کے مقرر کردہ قاضی تھے - یہ ال البویہ کے خلاف تھے اور عباسیوں کے

سفیر کے طور پر ال البویہ سے جا کر مذاکرات کرتے تھے - عباسی خلفاء قریشی النسب تھے لیکن علی ابن بویہ ان کا مخالف قریشی نہیں تھا - الماوردی نے اسی چیز سے کتاب کا آغاز کیا کہ خلیفہ قریشی ہونا چاہیے یعنی عربی– اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے البتہ عمرانی نقطہ نظر سے اس حکم کا مقصد وقتی تھا - یہ صرف قرون ثلاثہ میں ہی ممکن تھا جب قریش کا پلہ تمام قبائل عرب پر بھاری تھا – دور علی میں قریش کے خلاف وقتی بغاوت ہوئی جس میں غیر قریشی قبائل نے علی کا ساتھ دیا - علی رضی اللہ عنہ البتہ بذات خود اسلام میں خلیفہ کا تقرر قریش میں سے ہی سمجھتے تھے - علی کا قحطانی قبیلہ کے ایک شخص نے قتل کر دیا اور کہا گیا وہ منہج میں خارجی تھا - قحطانی قبیلہ اپنے آپ کو قریش سے قدیم قرار دیتا ہے اور اس دور میں قول مشہور ہو گیا کہ حدیث نبوی تھی کہ قحطان کا کوئی شخص لوگوں کو ڈنڈے سے ہانکے گا – امام الذھبی کے مطابق امراء سے متعلق یہ حدیث منکر ہے اور راقم بھی یہی سمجھتا ہے –

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لاَ يَزَالُ هَذَا الأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ

ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر زوال پذیر نہ ہو گا جب تک دو قریشی باقی ہوں

صحیح مسلم میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِيَانِ الْحِزَامِيَّ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، كِلَاهُمَا، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقَالَ عَمْرٌو: رِوَايَةً - «النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْنِ، مُسْلِمُهُمْ لِمُسْلِمِهِمْ، وَكَافِرُهُمْ لِكَافِرِهِمْ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سرداری قریش ہی کی مانتے ہیں، مسلمان قریش کے مسلمانوں کی پیروی کرتے ہیں اور کافر قریش کے کافروں کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی نفسیات کو اچھی طرح جانتے تھے - امت میں قرن اول میں قریشی ہی حاکم ہو سکتا تھا - اس حکم کے مقابلے پر روایات بیان کی جا رہی تھیں تاکہ اس حدیث کا اثر کم کیا جا سکے - مثلا ایک روایت پیش کي جاتي ہے کہ حجه الودا ع

میں نبي صلي الله عليہ وسلم نے خطبہ ديا تو فرمايا کہ کسي گورے کو کسي کالے پر فضيلت نہيں ہے - يہ روايت کتاب حلية الأولياء وطبقات الأصفياء از أبو نعيم الأصبهاني (المتوفى: 430هـ) کي ہے

حدثنا أبو عمرو بن حمدان، قال: ثنا الحسن بن سفيان، قال: ثنا العلاء بن سلمة البصري قال: ثنا شيبة أبو قلابة القيسي، عن الجريري، عن أبي نضرة، عن جابر، رضي الله تعالى عنه قال: " خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وسط أيام التشريق في حجة الوداع، فقال: «يا أيها الناس ألا إن ربكم واحد، ألا إن ربكم واحد، ألا لا فضل لعجمي على عربي، ولا لأسود على أحمر، ولا لأحمر على أسود إلا بالتقوى، إن أكرمكم عند الله أتقاكم، ألا هل بلغت؟» قالوا: بلى يا رسول الله، قال: «فليبلغ الشاهد الغائب

جابر رضي الله عنہ سے مروي ہے کہ رسول الله صلي الله عليہ وسلم نے خطبہ ديا ايام تشريق کے وسط ميں حجہ الوداع پر اور فرمايا اے لوگوں خبردار تمہارا رب ايک ہے خبر دار تمہارا رب ايک ہے خبردار کسي عجمي کي کسي عربي پر فضيلت نہيں ہے نہ کسي کالے شخص کي کسي سرخ شخص پر ہے ، نہ کسي سرخ کي کالے پر ہے سوائے تقوي کے الله کے نزديک با عزت وہ ہے جو متقي ہے خبردار کيا ميں نے پہنچا ديا ؟ ہم نے کہا جي يا رسول الله - فرمايا پس جو موجود ہے وہ اس تک پہنچائے جو يہاں غائب ہے

سند ميں شَيْبَةُ أَبُو قِلَابَةَ الْقَيْسِيُّ مجہول ہے

يہ روايت شعب الايمان از بيہقي اور مسند احمد ميں ہے بھي ہے ليکن سند ميں مجہول راوي ہے

حدثنا إسماعيل: حدثنا سعيد الجريري عن أبي نضرة: حدثني من سمع خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم في وسط أيام التشريق

معجم ابن عساکر ميں ہے

أخبرنا كثير بن سعيد بن عبد الله بن الحسين بن إسحاق أبو عبد الله بن شماليق الوكيل بقراءتي عليه ببغداد أبنا [ص:835] أبو عبد الله الحسين عن أحمد بن محمد بن طلحة النعالي أبنا أبو عمر عبد الواحد بن محمد بن عبد الله بن محمد بن مهدي ثنا القاضي أبو عبد الله الحسين بن إسماعيل المحاملي إملاء ثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي ثنا إسماعيل بن إبراهيم ثنا سعيد الجريري عن أبي بصرة حدثني أو قال حدثنا من شهد خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى في وسط أيام التشريق وهو على بعير فقال أيها الناس ألا إن ربكم واحد ألا وإن أباكم واحد ألا لا فضل لعربي على عجمي ألا لا فضل لأسود على أحمر إلا بالتقوى ألا قد بلغت قالوا نعم قال ليبلغ الشاهد الغائب.

ان تمام سندوں کو ملا کر دیکھا جائے تو سند روایت میں مجھول راوي کی موجودگی واضح ہے -
ابو نضره نے کہا مجھے اس نے خبر دي جس نے خطبہ سنا
قال البيهقي: في إسناده بعض من يجهل
بیہقي نے کہا اس کي سند میں بعض مجھول ہیں
یہ روایت منکر ہے کیونکہ صحیح حدیث سے معلوم ہے کہ حبشی نہیں قریشی حاکم ہو گا -
صحیح ابن حبان ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ قریشی خلیفہ کی امارت کی ضرورت ۱۲ خلفاء کے دور تک رہے گی - حدیث میں ہے کہ ۱۲ خلفاء ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے کلھم من قریش –
قرآن میں رشد و ہدایت کے متضاد کے طور پر ضل (گمراہ) کا لفظ اتا ہے – اس طرح راقم کے نزدیک شروع کے تمام بارہ خلفاء چونکہ ایک ہی عقیدہ رکھتے تھے وہ سب صحیح مذھب پر تھے – ان میں چار کو راشد کہنا لوگوں کی ایجاد ہے جس سے گریز کیا جانا چاہیے – شروع کے چار خلفاء یقینا ہدایت پر تھے لیکن بعد والے بھی اسی ہدایت پر تھے جو چلی آ رہی تھی
امتداد ازمنہ کے ساتھ اب یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ آنے والا خلیفہ قریش میں سے مقرر کیا جائے - اب اسلام میں قبائلی عصبیت کی وہ اہمیت نہیں رہی ہے جو قرون ثلاثہ میں تھی - اب اہمیت مکتبہ فکر کی ہے - ایک مسلمان خلیفہ کا تمام فرقوں پر حکومت کرنا دور عباسی میں ہی نا ممکن تھا تو ظاہر ہے آج تو بالکل ممکن نہیں ہے - شیعہ فرقوں میں ویسے بھی خلیفہ کا تقرر کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب تک ائمہ غیبت میں ہوں - دھرتی ان کے نزدیک کبھی بھی ائمہ کے وجود سے خالی نہیں رہے گی لہذا شیعہ اثنا عشری ، داودی بوہرہ فرقہ ، آغا خانی فرقہ میں خلیفہ کے تقرر کی کوئی جلدی نہیں رہی – البتہ شیعہ اثنا عشری ال بویہ نے عراق میں اور بوہرہ فرقہ کے آباؤاجداد نے مصر میں فاطمی خلافت قائم کی ہے
اثنا عشری اہل تشیع کے ہاں خلیفہ کا تقرر بے معنی ہے – اصل اہمیت امام غائب کی ہے جو عراق میں غار میں چھپے ہوئے ہیں – یہ دور غیبت امام کا دور ہے اور کسی بھی شخص کو خلیفہ مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے – امام غائب من جانب اللہ مقرر کردہ خلیفہ ہے – امام غائب کسی بھی غلطی سے معصوم ہوتا ہے – وہ محدث ہے یعنی امام غائب پر من جانب اللہ القا آتا ہے – اہل سنت میں خلیفہ معصوم نہیں ہوتا وہ غلطی کر سکتا ہے اور اس پر کوئی القا نہیں ہوتا – امام غائب کا تعلق نسب فاطمہ سے ہے اور اہل سنت میں حسب و نسب کی اہمیت نہیں ہے -اہل سنت میں

اس طرح خلیفہ کی امارت کوئی مذہبی حکومت
Theocracy
نہیں ہے جس کا تصور اہل مغرب نے پاپائے روم کی سلطنت پر قائم کیا ہوا تھا – البتہ اہل تشیع میں امام غائب کی وجہ سے یہ مکمل تھیوکریسی ہے اور ایرانی انقلاب میں امام خیمنی نے ولایت فقیہ کا دعوی کیا کہ ان کو امام غائب کی مدد براہ راست حاصل ہے – امام خیمنی کے نزدیک امام غائب خواب میں آ کر ان کو حکم و تلقین کرتے تھے – اہل سنت میں کبھی بھی یہ تصور قابل قبول نہیں رہا کہ امام غائب کوئی حقیقی شخص ہیں بلکہ علماء تاریخ کے مطابق گیارہویں امام حسن عسکری تا حیات بے اولاد رہے - شیعوں نے مشہور کیا کہ امام غائب کی پیدائش بعد وفات امام عسکری ہوئی تھی ، لیکن دشمنان اہل بیت کی وجہ سے غار میں رو پوش ہو گئے -

معتزلہ میں ابوبکر عبدالرحمن بن کیسان اصم المتوفی ۲۵۱ ھ اور بعض خوارج کا موقف ہے کہ خلیفہ کا تقرر ضروری امر نہیں ہے - ضروری چیز شریعت کا نفاذ ہے لہذا کسی علاقہ میں اگر کوئی قبیلہ و بستی کا سردار حکم میں شریعت کو مد نظر رکھتا ہے تو بس یہ کافی ہے - اہل سنت میں البتہ اس قسم کے بہت سے دعوی ملتے تھے کہ خلافت کا قیام فریضہ دینی ہے جس کو نہ کرنے کی صورت میں امت گناہ گار ہوتی ہے - اس موقف کو رکھنے والوں کے پاس دلیل میں اجماع صحابہ ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ہوا لیکن ان کے پاس کوئی قرانی نص نہیں ہے

باب ۲ دو لوگ خلافت کا دعوی کریں

صحیح بخاری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کا ذکر ہے- انصاری صحابی حباب بن منذر رضی اللہ عنہ یوں کہنے لگے سنو سنو میں ایک لکڑی ہوں کہ جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف رفع کرتے ہیں اور میں وہ باڑ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔ میں ایک عمدہ تدبیر بتاتا ہوں ایسا کرو دو خلیفہ رہیں (دونوں مل کر کام کریں) ایک ہماری قوم کا اور ایک قریش والوں کا۔ مہاجرین قوم کا اب خوب شورغل ہونے لگا کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا۔

قابل غور ہے کہ کسی نے بھی حباب رضی اللہ عنہ کو نہیں ٹوکا کہ اگر دو خلیفہ ہوں تو ایک کی گردن مار دی جائے گی اس قسم کی کوئی حدیث نبوی ہے

صحیح بخاری میں ہے دور عمر میں عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے مخبروں نے خبر دی کہ کسی نے بولا کہ اگر عمر فوت ہوگئے تو ہم فلاں کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی خلافت کا اعلان کر دیں گے اور باقی سب لوگوں پر اسے ماننا ضروری ہو جائے گا۔ عمر نے اس پر خطبہ دیا اور خبردار کیا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ صحیح بخاری ٦٨٣٠ میں ہے عمر بن خطاب نے اپنی رائے کا اظہار کیا

مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلاَ يُبَايَعُ هُوَ وَلاَ الَّذِي بَايَعَهُ، تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلاَ

جو شخص مسلمانوں سے بلا صلاح و مشورہ بیعت کر لے تو دوسرے لوگ بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کریں گے اور نہ اس کی پیروی کریں گے جس سے بیعت کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے

یہ عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور اس میں اصل تعلق جتھابندی ہے – خلیفہ کو کسی بھی حاکم کی طرح اپنے مددگاروں کو مضبوط رکھنا ہو گا ورنہ وہ کسی اور کے ہاتھوں قتل ہو گا - عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بنو امیہ نے اسی وجہ خروج کرنے والوں سے سختی سے نمٹا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے گھروں میں قتل ہو جاتے

اس سے معلوم ہوا کہ روایت جس میں دو خلفاء میں سے ایک کی گردن مارنے کا ذکر ہے وہ وہاں بیان کسی نے نہیں کی جبکہ اس کو انصاری صحابی (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) سے منسوب کیا گیا ہے

صحیح مسلم: كِتَابُ الْإِمَارَةِ (بَابُ إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ) صحیح مسلم: کتاب: امور حکومت کا بیان (باب: دب دو خلیفوں کے لیے بیعت لی جائے)
4799 . وحَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ، فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلیفوں کے لیے بیعت لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو

سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيُّ کی سند

سندا یہ روایت سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ کی سند سے نقل ہوئی ہے

سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيُّ البصری المتوفی ١٤٤ ھ سے اس روایت کو (صحیح مسلم میں) خالد بن عبد اللہ نے سنا ہے

العلل از عبد اللہ بن احمد میں ہے

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: سألت ابن علية عن الجريري. فقلت: له: يا أبا بشر، أكان الجريري اختلط؟ قال: لا، كبر الشيخ فرق

عبد اللہ نے کہا میرے باپ احمد نے بیان کیا کہ میں نے ابن علیہ سے پوچھا الجریری کے بارے میں ابن علیہ سے میں نے کہا اے ابا بشر کیا الجریری مختلط تھے انہوں نے کہا نہیں بوڑھے عمر رسیدہ تھے لہذا فرق آ گیا تھا

اس دور میں بصرہ میں سن ١٣٢ ھ میں الطاعون آیا (الکامل از ابن عدی) اور اسکے بعد الجريري میں یہ اختلاط کی کیفیت پیدا ہوئی اور بہت سے محدثین نے کہا کہ اس میں ہم نے ان سے سنا اور وہ واقعی مختلط تھے

اسی کتاب میں ہے قبل موته بسبع سنين یہ اختلاط یا کیفیت الجريري پر مرنے سے قبل سات سال رہی- ابن علیہ کے برعکس امام یحیی بن سعید القطان سختی سے الجریری کی عالم اختلاط والی روایات کا انکار کرتے - یہ روایت خالد بن عبد اللہ الواسطی کی سند سے ہے لیکن خالد بن عبد اللہ الواسطی کا واضح نہیں کہ انہوں نے الجریری سے کب سنا محققین کے مطابق بخاری نے ان سے متابعت میں روایت لی ہے

مسند البزار میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے

حَدَّثنا مُحَمد بن رزق الله الكلواذاني، قَال: حَدَّثنا عَبد الصمد، قَال: حَدَّثنا أَبُو هلال، عَن قَتادة، عَن سَعِيد، عَن أَبِي هُرَيرة، عَن النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم قال: إذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما.

اس میں قتادہ مدلس ہیں اور أبي هلال الراسبي محمد بن سليم ہے - كتاب ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق از الذهبی کے مطابق

صالح الحديث قال النسائي ليس بالقوي وتركه القطان یہ امام القطان کے نزدیک متروک ہے

امام احمد کا قول ہے

وهو مضطرب الحديث عن قتادة. «الجرح والتعديل» 7/ (1484) .

ابو ہلال قتادہ سے روایت کرنے میں مضطرب ہے

یعنی ابو ہریرہ رضی الله عنہ والی روایت تو ضعیف ہے ابو سعید الخدری رضی الله عنہ میں واضح نہیں کہ اس میں اختلاط کا عمل دخل ہے یا نہیں- یہ روایت منفرد ہے اور اس قسم کی روایت بہت سے اصحاب رسول کو بیان کرنی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ملتا دوم اس میں بصریوں کا تفرد ہے جو حسین رضی الله عنہ کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں مثلا الجریری اور قتادہ وغیرہ

صحیح مسلم- مسند احمد – سنن نسائی – سنن ابو داود میں ہے

عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّهُ سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ، فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ

مستقبل میں فتنے اور فسادات ہوں گے، پس جو شخص اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو اسے تہ تیغ کر دو چاہے کوئی بھی ہو

سند میں زیاد بن علاقة بن مالك الثعلبي، أبو مالك الكوفي کا تفرد ہے

قال الأزدي في كتابه: «المخزون»: إثر حديث رواه عن عيسى بن عقيل، وهذا حديث لا يحفظ إلا عن زياد بن علاقة على سوء مذهبه وبراءتي من مذهبه كان منحرفا عن أهل بيت نبيه صلى الله عليه وسلم زائغا عن الحق.

الأزدي نے اپنی کتاب المخزون میں کہا وہ حدیث جو .... زیاد بن علاقہ نے روایت کی ہے وہ بد مذہب ہے اور میں اس کے مذہب سے برات کرتا ہوں یہ اہل بیت سے منحرف تھا حق سے دور

راقم کے نزدیک یہ روایت حسین رضی الله عنہ کے خلاف ہے- راوی کی بدعت کی موید روایت نہیں لی جا سکتی

دور اصحاب رسول میں ہی دو اسلامی خلافتیں قائم ہو چکی تھیں – پہلی دوسری یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی، دوسری عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی - پہلی خلافت یزید بن معاویہ کی تھی پھر سن ٦٣ ھ میں واقعہ حرہ ہوا اور ابن زبیر نے بغاوت کر کے اپنی خلافت قائم کر لی – اصحاب رسول کے لئے یقینا یہ صورت حال شش و پنج کی کی تھی لیکن ان میں کسی نے بھی یہ فتوی نہیں دیا کہ ابن زبیر کی گردن مار دی جائے – اگر اوپر درج کردہ روایات اس دور میں معلوم تھیں تو اتنی اہم روایت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا

سورہ نور میں ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّـهُـمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِـمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَـهُـمْ دِيْنَهُـمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَـهُـمْ وَلَيُبَدِّلَنَّـهُـمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِـمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُـمُ الْفَاسِقُوْنَ (55)

اللہ تعالی نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کي حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کي تھي، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، بشرطیکہ میري عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسي کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد ناشکري کرے وہي فاسق ہوں گے

إس آیت کے مخاطب اصحاب رسول ہیں جو فتح مکہ سے قبل اسلام لائے کوئي اور اس کا مصداق نہیں ہیں- اس کو صحابی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کي خلافت کے انجام سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالي نے اس کو مستحکم نہ کیا، اس کو نیست و نابود کیا اور ابن زبیر کا قتل ہوا، ان کي لاش کو سولي پر لٹکایا گیا - معلوم ہوا کہ یہ آیت تو صحابہ صغار کے لئے بھي نہیں مثلا حسین یا ابن زبیر رضي اللہ عنہما کے لئے - یہ لمحۂ فکریہ بھی ہے کیونکہ متعدد تنظیمین موجود ہیں جو خلافت کے احیاء کی تحریکیں ہیں ، خلافت قائم کرنا چاہتی ہیں لیکن دلیل میں اس آیت کو پیش کرتی ہیں – ابن زبیر کے بعد آنے والے دور میں بنو عباس کی مشرق وسطی میں خلافت اور بنو امیہ کی شمالی افریقہ میں خلافت بھی ایک ساتھ رہیں – اس کے بعد ایک تیسری خلافت مصر میں قائم ہوئی جو فاطمی باطنی شیعہ فرقے کی خلافت تھی اور اسی دور میں بنو امیہ ، بنو عباس کی خلافت بھی تھی خلیفہ کا مطلب عربی میں نائب ہے اور اس لفظ میں تمکنت کا مفہوم شامل ہے یعنی وہ شخص جو حکم جاری کر سکتا ہو اور اس کو نافذ بھی کرا سکتا ہو - قرن اول میں دور بنو امیہ میں خلافت ملنا من جانب اللہ ایک نعمت و انعام ملنا سمجھا جاتا تھا اور اس کو اللہ کے انتخاب کی طرح

بیان کیا جاتا تھا - دور عمر بن عبد العزیز کے ایک شاعر جریر بن عطية الخطفي نے عمر کے خلیفہ بننے پر شعر کہا

إنّا لَنَرْجُو - إذا ما الغيثُ أخلفَنَا   من الخليفةِ ما نَرجُو مِن الْمَطَرِ

ہم امید کرتے ہیں کہ اب سیرابی ہو گی، جو رہ گئی تھی

خلیفہ کی طرف سے، ایسی جس کی ہم کو بارش سے امید نہیں

جَاءَ الخلافةَ إذْ كَانَـتْ لَهُ قدراً   كما أَتَى رَبَّهُ مُوسى على قَدَرِ

خلافت اس کو مل گئی یا اس کی تقدیر ہی میں تھی

جیسے موسی اپنے رب کے پاس مقدر سے آئے

یعنی خلافت جس کو نہیں ملی ، اس کو اس لئے نہیں ملی کہ خود رب تعالی نہیں چاہتا تھا کہ اس کو ملے – محروم خلافت ، مقتول متمنی کے مقدر میں ہی درج نہیں تھا کہ اس کو خلافت کبھی ملے گی – اس طرح کا مائنڈ سیٹ بن چکا تھا کہ خلافت کا ملنا ذمہ داری کم ، انعام و اکرام الہی زیادہ ہے

خلافت عثمانیہ ترکوں کے بنو عثمان کی حکومت تھی، عثمان اول نے ۱۲۹۹ء میں برسا کے مقام پر عثمانی حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا- پھر عربوں کی بغاوت کی وجہ سے یہ خلافت ختم ہوئی - شریف مکہ حسین نے خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر کے حجاز سے ترکی افواج کو نکالا تب ایک فتویٰ ترکوں کے خلاف مرتب کیا گیا تھا جس میں انہیں مختلف حوالوں سے خلافت کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا، ان میں ایک حوالہ قریشی نہ ہونے کا بھی تھا- شریف المکہ عثمانی خلافت میں ان کی جانب سے حجاز کے امیر تھے. فیصل اول نے خلافت عثمانیہ ختم کرنے میں انگریزوں کا بھر پور ساتھ دیا.

شریف المکّہ کی انہی خدمات کی وجہ سے ان کے تیسرے بیٹے فیصل بن حسین کو ۱۹۲۱ ع سے ۱۹۳۳ ع تک عراق کا بادشاہ بنایا گیا - بر صغیر کے مشہور شاعر علامہ اقبال نے ان پر تنقید کی کہ

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا

تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

باب ۳ بیعت کا مطلب

بیعت کا مطلب عہد ہے یعنی اپ حاکم کی اطاعت کریں گے اس سے سرکشی نہیں کریں گے جب تک حاکم کھلا کفر یا شرک نہ کرے (جس کا ذکر قرآن میں صریحا ذکر ہو) اس کی اطاعت کی جائے گئی

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ سمع و اطاعت کرے (خواہ اس حکم کو) وہ پسند کرے یا اسے ناگوار خاطر گزرے جب کہ اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اطاعت نہ کی جائے“۔ (بخاری و مسلم)۔

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ کی) نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے، اطاعت تو اچھے کاموں میں ہے“۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور تنگی و آسانی میں، خوشی و ناخوشی میں اطاعت کریں گے اور اگر ہم پر (کسی کو) ترجیح دی جائے گی تو بھی اطاعت کریں گے اور ہم ان لوگوں سے امارت نہیں چھینیں گے جو اس پر قابض ہوں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے، حق بات کہیں گے۔ اللہ (کے احکام کے بارے) میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے اور ایک روایت میں ہے: ہم امارت پر قابضوں سے امارت نہیں چھینیں گے البتہ جب ان میں ظاہر کفر دیکھیں گے اور اس میں اللہ کی جانب سے دلیل موجود ہو گی“۔ (بخاری و مسلم)۔

بیعت توڑنا یا خروج کرنے کی صورت میں عہد شکنی متصور ہو گا اور خروج کرنے والے پر حد لگے گی جس میں فساد فی الارض کا حکم لیا جاتا رہا ہے اور سورہ مائدہ کی آیات سے حاکم کے لئے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ سولی دے یا ہاتھ پیر کاٹ دے

ایسا قرآن میں ہے اور خلفاء نے اسی بنا پر خروج کرنے والوں کو قتل کیا ہے -

حدیث میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے اپنا ہاتھ امیر کی اطاعت سے کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی اور جو شخص فوت ہوا

اور اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں، وہ جاہلیت کی موت مرا“۔ (صحیح مسلم)۔

جبری بیعت کے دلائل

علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی – صحیح بخاري 4240 میں ہے

، وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا، وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ، فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ، وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الأَشْهُرَ

فاطمہ وفات النبی کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں پھر جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی نے رات میں ان کو دفن کیا اور اس تدفین کی اجازت ابو بکر سے نہیں لی اور فاطمہ پر خود نماز پڑھ لی اور … پھر فاطمہ کی وفات کے بعد ابو بکر کی بیعت کی

فتح الباري میں ابن حجر نے اس پر کہا

وَأَشَارَ الْبَيْهَقِيُّ إِلَى أَنَّ فِي قَوْلِهِ وَعَاشَتْ إِلَخْ إِدْرَاجًا وَذَلِكَ أَنَّهُ وَقَعَ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى عَنِ الزُّهْرِيِّ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ كَمْ عَاشَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَهُ قَالَ سِتَّةُ أَشْهُرٍ وَعَزَا هَذِهِ الرِّوَايَةَ لِمُسْلِمٍ وَلَمْ يَقَعْ عِنْدَ مُسْلِمٍ هَكَذَا بَلْ فِيهِ كَمَا عِنْدَ الْبُخَارِيِّ مَوْصُولًا

بیہقی نے اشارہ کیا ہے کہ یہ قول امام الزہری کا ادراج ہے اور صحیح مسلم میں روایت ہے امام الزہری سے مروی ہے جس کے آخر میں ہے راوی نے کہا میں نے زہری سے پوچھا کہ فاطمہ کتنے روز حیات رہیں وفات النبی کے بعد ؟ زہری نے کہا چھ ماہ

وَقد صحّح بن حِبَّانَ وَغَيْرُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَغَيْرِهِ أَنَّ عَلِيًّا بَايَعَ أَبَا بَكْرٍ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ وَأَمَّا مَا وَقَعَ فِي مُسْلِمٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ لَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى مَاتَتْ فَاطِمَةُ قَالَ لَا وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَقَدْ ضَعَّفَهُ الْبَيْهَقِيُّ بِأَنَّ الزُّهْرِيَّ لَمْ يُسْنِدْهُ وَأَنَّ الرِّوَايَةَ الْمَوْصُولَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَصَحُّ

اور ابن حبان نے ایک روایت کی تصحیح کی ہے جو ابو سعید سے مروی ہے اور دوسروں سے کہ علی نے ابو بکر کی بیعت بالکل شروع میں ہی کر لی تھی اور وہ روایت جو صحیح مسلم میں زہری سے آئی ہے اس میں ہے کہ ایک شخص نے زہری سے ذکر کیا کہ علی نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی یہاں تک کہ فاطمہ کی وفات ہوئی اور کہا اور بنو ہاشم میں بھی کسی نے بیعت نہیں کی اس کی تضعیف کی ہے بیہقی نے کہ زہری نے اس کی سند نہیں دی اور وہ روایت جو موصول ہے ابو سعید سے وہ اصح ہے راقم نے ابن حجر کے اس کلام کا تعقب کیا اور صحیح ابن حبان میں دیکھا کہ کون سی روایت کو

صحیح کہا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابن حبان نے امام زہری والی روایت کو ہی صحیح میں درج کیا ہے – صحیح ابن حبان 4823 میں ابن حجر کي تحقیق کے برعکس صحیح بخاري جیسي روایت ہے جس میں ہے

وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ، فَصَلَّى عَلَيْهَا عَلِيٌّ، وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهَا، انْصَرَفَتْ وجُوهُ النَّاسِ عَنْ عَلِيٍّ، حَتَّى أَنْكَرَهُمْ، فَضَرَعَ عَلِيٌّ عِنْدَ ذَلِكَ إِلَى مُصَالَحَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَمُبَايَعَتِهِ وَلَمْ يَكُنْ بَايَعَ تِلْكَ الْأَشْهُرَ،

یعنی ابن حبان نے اس امام زہری والی روایت کو ہی صحیح قرار دیا ہے

اب دیکھتے ہیں کہ ابو سعید سے مروی حدیث کون سی ہے جس کا امام بیہقی نے ذکر کیا ہے – یہ روایت ابو داود طیالسي میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خُطَبَاءُ الْأَنْصَارِ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَقُولُ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا بَعَثَ رَجُلًا مِنْكُمْ قَرَنَهُ بِرَجُلٍ مِنَّا» ، فَنَحْنُ نَرَى أَنْ يَلِيَ هَذَا الْأَمْرَ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِنْكُمْ وَرَجُلٌ مِنَّا، فَقَامَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ [ص:496] اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَكُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّمَا يَكُونُ الْإِمَامُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، نَحْنُ أَنْصَارُهُ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: جَزَاكُمُ اللَّهُ مِنْ حَيٍّ خَيْرًا يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، وَثَبَّتَ قَائِلَكُمْ، وَاللَّهِ لَوْ قُلْتُمْ غَيْرَ هَذَا مَا صَالَحْنَاكُمْ

ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار کے خطیب کھڑے ہوئے اور ان میں سے بعض کہہ رہے تھے اے گروہ مہاجرین جب رسول اللہ تم میں سے کسی کو (امیر بنا کر) بھیجتے تو ایک ہم (انصار میں) سے ساتھ کرتے تھے پس ہم انصار دیکھتے ہیں کہ یہ امر خلافت دو کو ملے ایک ہم میں سے ایک تم میں سے پس زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور کہا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود مہاجرین میں سے تھے اور ہم رسول اللہ کے انصاری تھے ، پس امام تو مہاجرین میں سے ہی ہونا چاہیے اور ہم مدد گار رہیں گے جس طرح ہم رسول اللہ کے مدد گار تھے پس ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تم کو جزا دے اے گروہ انصار اور تم کو بات پر قائم رکھے اللہ کو قسم اگر تم اس کے علاوہ کچھ کہتے تو اگریمنٹ نہ ہوتا

اسی متن پر تاریخ دمشق میں اضافہ بھی ملتا ہے

وأخبرنا أبو القاسم الشحامي أنا أبو بكر البيهقي أنا أبو الحسن علي بن محمد بن علي الحافظ الإسفراييني قال (1) نا أبو علي الحسين بن علي الحافظ نا أبو بكر بن إسحاق بن خزيمة وإبراهيم بن أبي طالب قالا نا بندار بن بشار نا أبو هشام المخزومي نا وهيب نا داود بن أبي هند نا أبو نضرة عن أبي سعيد الخدري قال قبض النبي (صلى الله عليه وسلم) واجتمع الناس في دار سعد بن عبادة وفيهم أبو بكر وعمر قال فقام خطيب الأنصار فقال أتعلمون أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) كان من المهاجرين وخليفته من المهاجرين ونحن كنا أنصار رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فنحن أنصار خليفته كما كنا أنصاره قال فقام عمر بن الخطاب فقال صدق قائلكم أما لو قلتم غير هذا لم نتابعكم (2) وأخذ بيد أبي بكر وقال هذا صاحبكم فبايعوه وبايعه عمر وبايعه المهاجرون والأنصار قال فصعد أبو بكر المنبر فنظر في وجوه القوم فلم ير الزبير قال فدعا بالزبير فجاء فقال (3) قلت أين ابن عمة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وحواريه أردت أن تشق عصا المسلمين قال لا تثريب يا خليفة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقام فبايعه ثم نظر في وجوه القوم فلم ير عليا فدعا بعلي بن أبي طالب فجاء فقال قلت ابن عم رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وختنه على ابنته أردت أن تشق عصا المسلمين قال لا تثريب يا خليفة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فبايعه

أبي سعيد الخدري نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور لوگ سعد بن عبادہ کے گھر میں جمع ہوئے جن میں ابو بکر اور عمر بھی تھے پس انصار کے خطیب کھڑے ہوئے اور کہا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم مددگار ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اسی طرح ہونے والے خلیفہ کے ہوں گے پس عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور کہا تم نے سچ کہا اگر کچھ اور کہتے تو ہم تمہاری بیعت نہیں کرتے اور ابو بکر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یہ تمہارے صاحب ہیں ان کی بیعت کرو اور عمر نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار نے بھی بیعت کی پس ابو بکر لوگوں سے اوپر منبر پر کھڑے ہوئے اور قوم کی شکلوں کو دیکھا تو ان میں زبیر کو نہیں پایا – کہا پس زبیر کو پکارا گیا اور وہ آئے – ابو سعید نے کہا میں نے زبیر سے پوچھا رسول اللہ کی چچی کا لڑکا (علی) اور اس کے حواری کدھر ہیں یہ مسلمانوں کی لاٹھی کو توڑنا چاہتے ہیں ؟ زبیر (فورا ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں) نے کہا آپ پر کوئی الزام نہیں اے خلیفہ رسول ، اور انہوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی پھر ابو بکر نے نظر دوڑائی تو علی کو نہیں پایا پس علی کو پکارا گیا اور وہ آئے -ابو سعید نے کہا میں نے علی سے پوچھا اے رسول اللہ کے کزن اور (بیہودہ الفاظ بولے) ..... تم مسلمانوں کی لاٹھی توڑنا چاہتے ہو ؟ علی نے

کہا اے خلیفہ رسول ہمارا آپ پر کوئی الزام نہیں اور بیعت کر لی

راقم کہتا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور متن منکر ہے اول تو ابو بکر کی بیعت سعد بن عبادہ کے گھر میں نہیں باغ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی تھی دوم اس میں اہل بیت النبی کو زبردستی بلوا بلوا کر بیعت لینے کا ذکر ہے جبکہ وہ سب ابھی تدفین النبی کی تیّاریوں میں مصروف ہوں گے

سند میں وهيب بن خالد ثقہ ہے لیکن اس کو وہم بھی ہوتا ہے – اس کی سند میں أَبُو نَضْرَةَ العَبْدِيُّ المُنْذِرُ بنُ مَالِكِ بنِ قُطَعَةَ بھی ہے الذھبی سیر الاعلام میں لکھتے ہیں

وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ فِي (الثِّقَاتِ) : كَانَ مِمَّنْ يُخْطِئُ

ابن حبان ثقات میں لکھتے ہیں یہ وہ ہیں جو غلطی کرتے ہیں

وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ : ثِقَةٌ، كَثِيْرُ الحَدِيْثِ، وَلَيْسَ كُلُّ أَحَدٍ يُحْتَجُّ بِهِ.

ابن سعد کہتے ہیں ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں اور ہر ایک سے دلیل نہیں لی جا سکتی

اسی طرح کا متن ایک دوسرے طرق سے ہے

أخبرنا أبو القاسم إسماعيل بن أحمد أنا أحمد بن علي بن الحسن (2) بن أبي عثمان وأحمد بن محمد بن إبراهيم القصاري ح وأخبرنا أبو عبد الله بن القصاري أنا أبي أبو طاهر قالا أنا أبو القاسم إسماعيل بن الحسن (3) بن عبد الله الصرصري نا أبو عبد الله المحاملي نا القاسم بن سعيد بن المسيب نا علي بن عاصم نا الجريري عن أبي نضرة (4) عن أبي سعيد قال لما بويع أبو بكر قال أين علي لا أراه قالوا لم يحضر قال فأين الزبير قالوا لم يحضر قال ما كنت أحسب أن هذه البيعة إلا عن رضا جميع المسلمين إن هذه البيعة ليس كبيع الثوب ذي الخلق إن هذه البيعة لا مردود لها قال فلما جاء علي قال يا علي ما بطأ بك عن هذه البيعة قلت إني ابن عم رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وختنه على ابنته لقد علمت أني كنت في هذا الأمر قبلك قال لا تزري بي يا خليفة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فمد يده فبايعه فلما جاء الزبير قال ما بطأ بك عن هذه البيعة قلت (1) إني ابن عمة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وحواري رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أما علمت أني كنت في هذا الأمر قبلك قال لا تزري بي يا خليفة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ومد يده فبايعه

یہاں علي بن عاصم بن صهيب الواسطي ہے جو کثرت سے غلطی کرنے پر مشہور ہے امام علي بن المديني کا قول ہے

كان على بن عاصم كثير الغلط

اس طرح اس روایت کی سند و متن منکر ہے – بیعت ابو بکر کے حوالے سے ایک روایت تاریخ طبري

میں ملی ہے
حدثنا عبيد الله بن سعيد الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمِّي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَيْفُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ظَبْيَةَ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: قال عمرو بن حريث لسعيد ابن زيد: اشهدت وفاه رسول الله ص؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ:فَمَتَى بُويِعَ أَبُو بَكْرٍ؟ قال: يوم مات رسول الله ص كَرِهُوا أَنْ يَبْقَوْا بَعْضَ يَوْمٍ وَلَيْسُوا فِي جَمَاعَةٍ قَالَ: فَخَالَفَ عَلَيْهِ أَحَدٌ؟ قَالَ لا إِلا مُرْتَدٌّ أَوْ مَنْ قَدْ كَادَ أَنْ يَرْتَدَّ، لَوْلا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْقِذُهُمْ مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ: فَهَلْ قَعَدَ أَحَدٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ؟ قَالَ: لا، تَتَابَعَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى بَيْعَتِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَدْعُوَهُمْ.
عمرو بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن زید سے دریافت کیا کہ کیا اپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کي وفات کے وقت موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں پھر انہوں نے سوال کیا کہ ابو بکر سے بیعت کب کي گئي ، اس کے جواب میں فرمایا کہ جس دن نبي صلی اللہ علیہ وسلم کي وفات ہوئي اسي دن، صحابہ اس کو اچھا نہیں جانتے تھے کہ ایک دن بھي اس طرح سے گزاریں کہ جماعت سے منسلک نہ ہوں اس پر عمرو بن حریث نے پھر پوچھا کہ کیا ابو بکر کي کسي نے مخالفت کي تھي؟ سعید بن زید نے جواب دیا کہ نہیں البتہ ایک مرتد نے یا انصار میں سے اس شخص نے مخالفت کي تھي جو قریب تھا کہ مرتد ہوجاتا اگر اللہ اسکو اس سے نہ بچا لیتا عمرو بن حریث نے پھر پوچھا کہ مہاجرین میں سے کسي نے پہلو تھي کي تھي سعید بن زید نے فرمایا، نہیں بلکہ مہاجرین تو بغیر بلائے ہي بیعت کرنے ٹوٹ پڑے تھے
اس حدیث پر تاریخ طبری کے محققین کتاب صحيح وضعيف تاريخ الطبري از محمد بن طاهر البرزنجي ، إشراف ومراجعة: محمد صبحي حسن حلاق الناشر: دار ابن كثير، دمشق – بيروت میں کہتے ہیں کہ حديث ضعيف وفي متنه نكارة یہ ضعیف ہے اور متن میں نکارت ہے
کتاب المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري از أكرم بن محمد زيادة الفالوجي الأثري ، الناشر: الدار الأثرية، الأردن – دار ابن عفان، القاهرة کے مطابق اس کی سند میں راوی الوليد بن عبد الله بن أبي ظبية مجہول ہے
لم أعرفه، ولم أعرف أباه، ولم أجد لهما تراجم
محقق کہتے ہیں اس کو نہیں جان سکا نہ اس راوی کا ترجمہ ملا
اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ ابن حبان نے امام زہری کے قول والی حدیث کو ہی صحیح کہا ہے اور ابن حجر کو تسامح ہوا کہ ابن حبان نے کسی اور روایت کو صحیح قرار دیا ہے – دوم تاریخ طبری کی

روایت مجھول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے اور تاریخ دمشق والی روایت کا متن منکر ہے اور سند بھی ایسی مضبوط نہیں ہے

وہابی عالم صالح المنجد نے بھی اپنی ویب سائٹ پر ان روایات کو ضعیف گردانا ہے

غور طلب ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی

اس طرح کے اختلافات موجود تھے لیکن اس میں زبردستی نہیں کی جاتی تھی کہ جبرا بیعت لی جاتی ہو

لیکن قابل غور ہے راوی بڑے شوق سے علی کی جبری بیعت کا ذکر کرتے تھے اور یہاں تک کہ اس میں ان کا گھر جلانے کی دھمکی دیے جانے کا ذکر کیا - حقیقت میں ایسا کوئی واقعہ نہ ہوا تھا لیکن راوی قصے گھڑ کر بیان کر رہے تھے

باب ٤ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کون ہیں ؟

مدینہ پہنچنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حاکم یا منتظم اعلی قرار نہیں دیا بلکہ رسول اللہ کا درجہ کسی بھی دنیا کے درجہ سے بلند تھا – اسلام یمن تک پہنچنا پھر خیبر پھر نجد پھر بحرین پھر عمان تک آ گیا – اس طرح مسلمانوں کی ایک حکومت قائم ہوئی اور اس کے استحکام کے لئے سمع و اطاعت ضروری تھی – سورہ نساء میں حکم دیا گیا

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنوں میں سے اپنے صاحب حکم کی اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلافِ رائے ہو، تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اچھا طریقہ ہے، اور انجام کے لحاظ سے بھی یہی بہتر ہے

آیت میں اُولِی الْاَمْرِ کے الفاظ ہیں یعنی وہ جب کے پاس حکم کرنے کا اختیار ہو یعنی لشکر کے امیر یا امیر عسکر یا امیر سریہ یا کسی مقام پر گورنر-اس آیت کا تعلق اس تربیت سے تھا جس سے مستقبل میں عظیم اسلامی خلافت قائم ہونے جا رہی تھی – حکم نبوی تھا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَارِثِ، عَنِ الجَعْدِ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

جسے اپنے امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے، اُس شخص کو صبر کرنا چاہیے، کیونکہ جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی حکومت کی اطاعت سے نکلا، اور اسی حالت میں مر گیا، اُس کی موت جاہلیت پر ہوئی“۔ (صحیح بخاری،حدیث نمبر7053)

اس حدیث کا تعلق اصحاب رسول کی جماعت سے ہے - مسلمانوں کی جماعت اس دور میں چند نفوس پر مشتمل نہیں تھی بلکہ اسلام مسلسل پھیل رہا تھا اور وفات النبی تک تمام عرب میں اسلام غالب آ چکا تھا- اس حدیث کا تعلق مستقبل کی کسی تنظیم کے امیر یا پیر سے نہیں ہے

اسلام میں رابطہ و مدد کرنے کا حکم قیامت تک کے لئے ہے لیکن اپنے فرقے کو الناجیہ قرار دینے کے بعد اس کے امیر کی اطاعت کو فرض قرار دینا جہالت ہے – کیونکہ ان احکام کا تعلق حکومت سے ہے

سور النساء ٥٩ میں ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

اور آیت 83 میں ہے

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا

تفسير طبري اور تفسير ابن ابي حاتم میں أُولِي الأَمرِ پر اقوال ہیں

مجاہد اور ابن ابي نُجَيح سے منسوب شرح ہے

قال، وأخبرنا عبد الرزاق، عن الثوري، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد قوله "وأولي الأمر منكم"، قال هم أهل الفقه والعلم.

سند میں عبد الله بن أبي نجيح يسار المكي ہے جس کا سماع مجاہد سے ثابت نہیں ہے -

وقال إبراهيم بن الجنيد قلت ليحيى بن معين أن يحيى بن سعيد يعني القطان يزعم أن بن أبي نجيح لم يسمع التفسير من مجاهد

امام يحيي القطان نے دعوي کیا کہ ابن ابي نجيح نے مجاہد سے تفسیر نہیں سني

یہ مدلس بھي ہے سند میں عنعنہ بھي ہے

ابن عباس سے منسوب ہے أُولِي الأَمرِ يعني اهل الفقہ و الدين مراد ہے - سند ہے

حَدَّثَنَا أَبِي، ثنا أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ: وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ يَعْنِي: أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّينِ،

عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ کا سماع ابن عباس سے نہیں ہے

أكرم بن محمد زيادة الفالوجي الأثري کتاب المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري میں کہتے ہیں

أرسل عن ابن عباس ولم يره

یہ ابن عبّاس سے ارسال کرتا ہے ان کو دیکھا بھي نہیں ہے

عطاء بن ابي رباح سے منسوب قول ہے أُولِي الأَمرِ يعني فقہاء و علماء - سند ہے

حدثني المثنى قال، حدثنا عمرو بن عون قال، حدثنا هشيم، عن عبد الملك، عن عطاء "وأولي الأمر منكم"، قال الفقهاء والعلماء.

یہاں هشيم بن بشير بن القاسم مدلس کا عنعنہ ہے

حسن بصري سے منسوب قول ہے أُولِي الأَمرِ يعني علماء - سند ہے

حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا معمر، عن الحسن في قوله "وأولي الأمر منكم"، قال هم العلماء.

اس میں معمر مدلس کا عنعنہ ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْحَضْرَمِيُّ بِحَضْرَمَوْتَ، ثنا الْخَصِيبُ بْنُ نَاصِحٍ، ثنا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ: أُولِي الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَالْعَقْلِ وَالرَّأْيِ.

مبارک مختلف فیہ ہے - جرح بھي ہے

ابو العالیہ سے منسوب قول ہے أُولِي الأَمرِ يعني اهل العلم

حدثني المثنى قال، حدثنا إسحاق قال، حدثنا ابن أبي جعفر، عن أبيه، عن الربيع، عن أبي العالية في قوله "وأولي الأمر منكم"، قال هم أهل العلم

ابو العالیہ پر امام شافعي کي جرح ہے کہ اس روايت مثل ريح (کا اخراج) ہے

قتادہ سے منسوب ہے

حدثنا بشر بن معاذ قال، حدثنا يزيد قال، حدثنا سعيد، عن قتادة:"ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولي الأمر منهم"، يقول: إلى علمائهم

ابن جريج سے منسوب ہے

حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني حجاج، عن ابن جريج:"ولو ردوه إلى الرسول حتى يكون هو الذي يخبرهم "وإلى أولي الأمر منهم"، الفقه في الدين والعقل.

قابل غور ہے کہ اصحاب رسول کي تعداد بہت ہے ليکن ان ميں چند ہي رسول اللہ صلي اللہ عليہ وسلم اور خلفاء راشدين کے نزديک اس قابل تھے کہ ان کو امور سلطانی و حکام پر نافذ کيا جائے - اس طرح فقيہ اصحاب رسول چند ہيں جن ميں ابن مسعود ، علي ، اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ہيں -ان ميں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسي بھي جگہ اولي الامر مقرر نہيں کيا گيا

کتاب اسلام کا شورائی نظام ص ٤٥ ميں جلال الدين انصر تمام آراء کو ملا کر جمہوريت بنا ديتے ہيں

"اولوالامر" کا دائرہ علماء، امراء، حکام، رؤسائے جنود، اکابرین قوم اور تمام راہنماؤں پر وسیع ہے جن کی طرف اُمّت اپنی ضروریات اور مصالح میں رجوع کرتی ہے، اگر اُمّت کا یہ طبقہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائے تو اُمّت پر اس کی اطاعت واجب ہو گی بشرطیکہ "اولوالامر" مسلمانوں ہی میں سے ہوں اور ان کا حکم کتاب و سُنّت کے خلاف نہ پڑتا ہو اور اپنی بحث اور فیصلہ میں کسی دباؤ سے مجبور نہ ہوں، ساتھ ہی ان کے اجتہاد کا دائرہ مصالح مومنین تک محدود ہو۔[2]

یہاں سب کو ہی اولوالامر قرار دے دیا گیا ہے جو سراسر دائرۂ کار میں مداخلت کے مترادف ہے – پہلے پہل جلال الدین انصر کی کتاب میں تو خلیفہ صرف مشورہ لے رہا تھا یہاں تو اب اس کے ساتھ ساتھ سبھی کو حاکم بنا دیا گیا ہے – جلال الدین انصر لکھتے ہیں

چونکہ اسلامی اسٹیٹ خالص دینی اسٹیٹ ہو گی اور اس میں جس معاملہ پر بھی غور و خوض ہو گا دین ہی کے تحت ہو گا اور اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ ہر کام کی اساس کتاب و سنت کی ہدایات پر قائم ہو اس لیے بعض آئمہ تفسیر نے "اولوالامر" کا مصداق طبقۂ علماء کو قرار دیا ہے۔ اور یہ رائے اپنی جگہ پر بہت حد تک مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ اسلامی ریاست کے اربابِ بست و کشاد حالاتِ وقت کے نباض ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب و سُنّت میں گہری بصیرت رکھنے والے اور اس کے واقف کار ہوں گے۔

حاکم اہل علم سے مشورہ لے سکتا ہے لیکن وہ خلیفہ کا ماتحت ہے - اولو الامر تو دور نبوی میں ان کو بھی مقرر کیا گیا ہے جنھوں نے غلطی کی اور پھر ان کو غلطی کا علم ہوا مثلا جلال الدین انصر نے خالد بن الولید کے قیدیوں کو قتل کرنے کی مثال دی ہے – ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غیر عالم نو مسلم کو مقرر کیا اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ جو راقم کا موقف ہے کہ اکثر قریشی یا قریش کا حلیف امیر مقرر کیا گیا ہے-

علماء حاکم ہیں ؟

بعض افراط سے پھر پور اقوال ہیں جو خود فریبی کے درجہ میں ہیں مثلا امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں بلا سند ایک قول دیا ہے

وقال أبو الأسود ليس شيء أعز من العلم الملوك حكام على الناس والعلماء حكام على الملوك

ابو اسود نے کہا علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں - بادشاہ عوام پر حاکم ہیں اور علماء بادشاہوں پر حاکم ہیں

راقم کہتا ہے اس قول کو کسی نے علی کا قول بھی کہہ دیا ہے – حقیقت میں اس کی کوئی سند نہیں – یہ سب غیر ثابت عربی مقولے ہیں

کیا خلیفہ ظل سبحانی ہے ؟

دیوبندی علماء فتوی میں لکھتے ہیں

جو شخصیت اس خداوندی نظام کو ملک میں نافذ کراتی ہے وہی اسلامی حکمران ہے اور وہی ایسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہوتا ہے۔ اسلامی اُصول پر انتخاب کے بعد تاحیات وہ سربراہ رہتا ہے، پانچ دس سال کا عرصہ نہیں، بلکہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے اور صریح کفر کا صدوراس سے جب تک نہ ہو وہ معزول نہیں ہوسکتا۔ ایسا شخص صحیح معنی میں ”ظل اللّٰہ“ (اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت) ہوتا ہے

کیا حاکم ظل سبحانی یا ظل اللہ ہے ؟ راقم ان الفاظ کو غلو قرار دیتا ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن السلطان ظل اللّٰہ فی الأرض یأوی إلیہ کل مظلوم من عبادہ فإذا عدل کان لہ الأجر وعلی الرعیۃ الشکر وإذا جار کان علیہ الإصر وعلی الرعیۃ الصبر.(مشکوٰۃ،رقم ٣٧١٨)

بے شک، حکمران زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ اللہ کے مظلوم بندے اسی کی پناہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ عدل کرے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کی رعیت پر لازم ہے کہ وہ شکر گزار ہو۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو اسی کو اس کا بوجھ اٹھانا ہو گا اور اس کی رعیت پر لازم ہے کہ وہ صبر کرے۔

بیہقی شعب الإیمان میں ابن عمر سے مروی ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ، أنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ [ص:476] قُتَيْبَةَ، نا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ رَوَّادٌ، نا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، نا سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ، يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ، فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ، وَإِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْإِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ، وَإِذَا جَارَتِ الْوُلَاةُ قَحِطَتِ السَّمَاءُ، وَإِذَا مُنِعَتِ الزَّكَاةُ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَإِذَا ظَهَرَ الزِّنَا ظَهَرَ الْفَقْرُ وَالْمَسْكَنَةُ، وَإِذَا خُفِرَتِ الذِّمَّةُ أُدِيلَ الْكُفَّارُ " رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِشْرِ بْنِ بَكْرٍ، وَأَبُو الْمَهْدِيِّ سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ

یہ طرق ضعیف ہے سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ کی وجہ سے

یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

کتاب فضيلة العادلين من الولاة لأبي نعيم میں دوسرا طرق ہے

حُدِّثْتُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَأْمُونٍ الْمَرْوَزِيِّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ مَنْصُورٍ الْمَرْوَزِيِّ، قَالَ: ثنا مُوسَى بْنُ بَحْرٍ الْكُوفِيُّ، ثنا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْغَفَّارِ، عَنِ [ص:156] الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَعْبَدٍ الْأَنْصَارِيِّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبِي طُوَالَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا

رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنْ هَذَا السُّلْطَانِ الَّذِي، ذَلَّتْ لَهُ الرِّقَابُ وَخَضَعَتْ لَهُ الْأَجْسَادُ، مَا هُوَ؟ قَالَ: «هُوَ ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ، فَإِنْ أَحْسَنُوا فَلَهُمُ الْأَجْرُ وَعَلَيْكُمُ الشُّكْرُ، وَإِنْ أَسَاءُوا فَعَلَيْكُمُ الصَّبْرُ وَعَلَيْهِمُ الْإِصْرُ، لَا تَحْمِلَنَّكُمْ إِسَاءَتُهُ عَلَى أَنْ تَخْرُجُوا مِنْ طَاعَتِهِ، فَإِنَّ الذُّلَّ فِي طَاعَةِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ خُلُودٍ فِي النَّارِ، لَوْلَاهُمْ مَا صَلَحَ النَّاسُ»

سند میں عمرو بن عبد الغفار الفقیمی ہے جو متروک الحدیث ہے

بیہقی نے دوسری سند دی

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ الْمُزَكِّي، أنا أَبُو بَكْرٍ [ص:481] أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ حَمْدَانَ الْقَطِيعِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْقُرَشِيُّ، نا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، نا عُقْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرِّفَاعِيُّ، نا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: " السُّلْطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ، فَمَنْ غَشَّهُ ضَلَّ وَمَنْ نَصَحَهُ اهْتَدَى " هَكَذَا جَاءَ مَوْقُوفًا عَلَى أَنَسٍ، وَقَدْ قِيلَ عَنْ قَتَادَةَ

انس سے بھی مروی ہے انس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے قتادہ مدلس کا عنعنہ بھی ہے

سنن الکبری بیہقی میں مرفوع بھی ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ السُّكَّرِيُّ، أَنْبَأَ إِسْمَاعِيلُ الصَّفَّارُ، ثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللهِ التَّرْقُفِيُّ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا الرَّبِيعُ بْنُ صُبَيْحٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا مَرَرْتَ بِبَلْدَةٍ لَيْسَ فِيهَا سُلْطَانٌ فَلَا تَدْخُلْهَا , إِنَّمَا السُّلْطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ , وَرُمْحُهُ فِي الْأَرْضِ "

اس کی سند منقطع ہے راوی الرَّبِيعُ بْنُ صُبَيْحٍ کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہے

یہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

السنہ از ابن ابی عاصم میں ہے

حَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ ثنا مُسْلِمُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَوْلَانِيُّ ثنا حُمَيْدُ بْنُ مهران عن سعيد بْنِ أَوْسٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ كُسَيْبٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

"السُّلْطَانُ ظِلُّ اللَّهِ فِي الأَرْضِ فَمَنْ أَكْرَمَهُ أَكْرَمَ اللَّهَ وَمَنْ أَهَانَهُ أَهَانَهُ الله".

کتاب السنہ از ابن ابی عاصم میں البانی نے اس کو حدیث حسن قرار دیا ہے اور ظلال الجنة: 1024 میں صحیح قرار دیا ہے

میرے نزدیک سند میں زِيَادِ بْنِ كُسَيْبٍ مجہول ہے

یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے – فضيلة العادلين من الولاة لأبي نعيم میں ہے

ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، ثنا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الصُّوفِيُّ الْحَافِظُ، ثنا حُسَيْنُ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، ثنا يَحْيَى بْنُ مَيْمُونٍ، ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السُّلْطَانُ ظِلُّ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَنْ نَصَحَهُ هُدِيَ، وَمَنْ غَشَّهُ ضَلَّ»

سند میں يحيى بن ميمون بن عطاء بصري ہے جو متروک ہے

بیہقی نے تیسری سند دی کہ یہ کعب الاحبار کا قول ہے

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، أنا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، نا مُعَاذُ بْنُ الْمُثَنَّى، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، نا الْأَشْعَثُ بْنُ نِزَارٍ الْجُهَنِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي شَيْخٍ الْهُنائِيِّ، عَنْ كَعْبٍ الْحَبْرِ، قَالَ: سُئِلَ عَنِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ قَالَ: " حَجَرٌ مِنْ أَحْجَارِ الْجَنَّةِ "، وَسُئِلَ عَنِ السُّلْطَانِ فَقَالَ: " ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ، فَمَنْ نَاصَحَهُ فَقَدِ اهْتَدَى، وَمَنْ غَشَّهُ فَقَدْ ضَلَّ "

میرے نزدیک اس روایت کی اسناد صحیح نہیں ہیں

اس روایت کو بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس کو متواتر قرار دیا جائے لہذا بعض علماء نے اس کو متواتر بنا دیا ہے

باب ۵ شوری کا دائرۂ اختیار

قرآن میں دور مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپس میں باہمی مشاورت کرو - یہ دور ہے جب صرف تبلیغ ہوتی تھی حکومت حاصل نہیں تھی- سورہ الشوری ۳۸ میں ہے
وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِـمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَاَمْرُهُـمْ شُوْرٰى بَيْنَـهُـمْ ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُـمْ يُنْفِقُوْنَ (38)
اور وہ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں، اور ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے، اور ہمارے دیے ہوئے میں سے کچھ دیا بھی کرتے ہیں-

سورہ الشوری میں یہ حکم صرف تبلیغی حکمت عملی سے متعلق ہے کہ کفر کا زور ہے کس طرح تبلیغ کی جائے اور کفار کی سازشوں سے کیسے نمٹا جائے ، یہ اس سے متعلق ہے – پھر دور مدینہ میں اس حکم کا اعادہ کیا گیا جب جنگ احد پر تبصرہ کیا گیا - سورہ ال عمران 159 میں ہے
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ
پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا، اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کردے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر، پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر، بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے

انبیاء کا نظام حکومت بھی الوحی کے تابع ہے – ہجرت کب کیسے کہاں ہو گی؟ ان سوالات میں شوری کا کوئی اختیار نہیں ہے ، خالص وہی حکم کے تحت اس کو کیا گیا ہے – اسی طرح مسلمانوں پر کیا قانون نافذ کیا جائے یہ بھی شوری کے اختیار میں نہیں ہے- بلکہ قرآن اور منزل من اللہ حکم نافذ ہو گا – شوری کا کرادر محض تبلغ و جہاد اور سہولیات مسلمین میں ہے – تاریخ و احادیث سے معلوم ہے کہ جنگی حکمت عملی میں بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا ہے مثلا مدینہ کے گرد خندق کھودنا وغیرہ لیکن تمام معاملات میں نہیں - نبی نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن مقام ہجرت پر اصحاب رسول سے کوئی مشورہ نہ لیا گیا – صلح حدیبیہ میں کوئی مشورہ نہ لیا – صرف چند فیصلوں میں مشورہ کیا گیا ہے - خلیفہ انہی

جنگی، تبلیغی و سہولت مسلمین والے معاملات میں مشورہ لے گا جن میں وہ خود معلومات نہیں رکھتا لیکن آخری فیصلہ خلیفہ کا ہی ہو گا ، وہ اپنا ایگزیکٹو آڈر دے گا جس کو سب کو قبول کرنا ہو گا - احادیث میں موجود ہے کہ عمر رکن شوری نے خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بعض اوقات اختلاف کیا تھا لیکن بعد میں ان کا شرح صدر ہوا-

جلال الدین انصر صاحب کتاب اسلام کا شورائی نظام میں شوری کے حوالے سے اپنا ایک تصور پیش کرتے ہیں

۳۔ امیر کی آزادی و پابندی :
اس سلسلہ کی تیسری رائے یہ ہے کہ امیر تمام اساسی امور میں نمائندگانِ قوم کی رائے کا پابند ہے اور اسے یہ حق نہیں ہے کہ ملک کے بنیادی اور فیصلہ کن معاملات کو اربابِ حل و عقد سے مشورہ لیے بغیر طے کر دے۔ ان تمام معاملات میں جو ریاست کے اجتماعی مفاد پر اثر انداز ہو سکتے ہیں قوم کے نمائندوں کا اعتماد حاصل کیے بغیر صدرِ ریاست قدم اٹھانے کا حق ہی نہیں رکھتا۔ اگر کوئی امیر اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اربابِ بست و کشاد کو یہ حق ہے کہ وہ امیر کو معزول کر دیں۔ باقی

پھر اس تصور کو پسند کر کے اپنی بھی رائے قرار دیتے ہیں

یہی تیسری رائے ہماری دانست میں کتاب و سنّت کے موافق اور اس سے قریب تر ہے

اس کے برعکس ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے موجود ہیں جو اس تیسری رائے میں صحیح نہیں بنتے – جمع القرآن پر زید بن ثابت کا ابتدائی قول معلوم ہے، مانعین زکوات پر معلوم ہے کہ ابو بکر نے اپنی رائے کو نافذ کیا – طرفہ تماشہ ہے کہ اس کتاب پر مقدمہ لکھنے والے مودودی صاحب اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں شوری کے فیصلے کہ یزید کو خلیفہ مقرر کیا جائے کی کھلم کھلا مخالفت کر تے ہیں -

بعض لوگوں نے اس حکم مشورت پر غور نہیں کیا کہ کن مسائل میں ہے اور دعوی کر دیا کہ اسلامی نظام حکومت میں شورائیت ہوتی ہے یعنی چند لوگوں کے دیے گئے مشورے سب عوام پر لاگو کر دیے جاتے ہیں - یہ بات اس قدر مشہور ہوئی کہ شوری کا مطلب ہی حکومت ہو گیا – حقیقت میں شوری تو غیر اسلامی ملکوں میں بھی تھی - مشرک و کافر ملکہ سبا نے اسلام قبول کرنے سے قبل سلیمان علیہ السلام کی جنگی دھمکی والا خط اپنی شوری کے سامنے پیش کیا ، ان سے مشورت کی – اس کی خبر سورہ النمل ۳۲ میں ہے

قَالَتْ يَآ اَيُّـهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِىْ فِـىٓ اَمْرِىْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ

کہنے لگی اے سرداروں مجھے میرے اس کام میں مشورہ دو، میں کوئی کام طے نہیں کرتی جب تک تم لوگ اس کو دیکھ نہیں لیتے

احادیث میں ذکر ہے کہ نصرانی حاکم قیصر نے اپنی شوری سے مشورہ کیا کہ خط رسول کا کیا جواب دوں – شوری مقرر کرنا محض ایک ایڈوائزری کونسل مقرر کرنا ہے جو اہل عقل و حکمت ہوں – اس کام میں مسلمان و مشرک و اہل کتاب سب یکساں تھے اور یہ بادشاہتوں میں ہوتا آیا ہے – خلیفہ اور بادشاہ میں کوئی فرق نہیں لہذا وہ بھی شوری مقرر کرتا ہے - اس طرح اسلامی حکومت ہو یا غیر اسلامی حکومت ہو ، دونوں میں شوری ہوتی ہے -

وہ معاملات جن کا نفاذ شریعت سے تعلق نہ ہو ان میں جمہور عامة المسلمين سے مشورہ کیا جا سکتا ہے – اس کی وجہ یہ ہے کہ رائے عامہ کی اپنی اہمیت ہے – عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات عمر کے بعد صرف شوری میں ہی مشورہ نہیں کیا تھا بلکہ مستقبل کے خلیفہ کی نامزدی پر مسجد جا کر رائے عامہ بھی معلوم کی تھی - اس طرح تقرر خلیفہ میں جمہور کی رائے شامل ہوئی تھی – عثمان رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفہ تقرر ، شوری کا اندرون خانہ مقرر کردہ نہ تھا – معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو تقرر خلیفہ کو کھلم کھلا جمہوری انداز میں سر انجام دیا ، جہاں عورتوں ،بچوں، بوڑھوں، جوانوں نے سب نے یہ ارادہ سنا – مسجدوں کے منبر وں پر اعلان کیا کہ اگلا خلیفہ میرا بیٹا یزید بن معاویہ ہو گا کوئی معترض ہے تو پیش ہو – اس طرح صرف اندرون خانہ مقرر کردہ شوری کا فیصلہ نہیں لیا گیا بلکہ اجتماعی نوعیت کے مسائل میں عامة المسلمين سے مشورہ کیا گیا – یہ اس دور میں جمہور مسلمین کی رائے حاصل کرنے کا انداز تھا - عامة المسلمين سے مشورہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ اصحاب رسول کے نزدیک اللہ تعالی حاکم اعلی نہیں رہا بلکہ شریعت اس وقت بھی اپنی تمام قیود و شان کے ساتھ لاگو تھی – لہذا یہ کہنے لگ جانا کہ جمہوریت میں حاکم اعلی اللہ نہیں ہوتا احمقانہ قول ہے -

جلال الدین انصر صاحب کتاب اسلام کا شورائی نظام میں شوری ص ۳۱ میں حدیث رسول پیش کرتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا اسی حقیقت کی روشنی میں مطالعہ کیجیے۔

رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيْمَانِ	ایمان کے بعد سب سے بڑی عقل مندی
التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ وَمَا يَسْتَغْنِيْ	لوگوں سے محبت ہے اور آدمی مشورہ
رَجُلٌ عَنْ مَشْوَرَةٍ ۔ [1]	سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ۔

اس روایت میں ہیثمی کے مطابق مجہول راوی ہیں وفيه من لم أعرفهم اور دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے

جلال الدین انصر صاحب کتاب اسلام کا شورائی نظام میں شوری ص ۳۱ میں ایک دوسری حدیث رسول پیش کرتے ہیں

مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ [illegible] اللّٰهُ ۔ له

اللہ تعالیٰ جب کوئی نبی بھیجتا ہے یا کسی کو خلیفہ بناتا ہے تو اس کے دو قسم کے رازدار ہوتے ہیں کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو اسے بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اس پر آمادہ کرتے ہیں اور کچھ برائی کا حکم دینے والے اور اس پر اکسانے والے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو ان برے مشیروں سے محفوظ کرلے اسی کو محفوظ سمجھنا چاہیئے۔

اس روایت میں شوری میں موجود بد مشیروں کا ذکر ہے جو خلیفہ پر اثر انداز ہو کر فیصلہ غلط کرا دیتے ہیں - یہ بات انسانوں کو معلوم ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے – بعض مشیر غلط مشورے دیتے ہیں جو بد نیت ہوتے ہیں – اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ کو ہر چیز میں شوری سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے – لہذا جنگی معاملات، تبلیغ دین میں مشورت کی جا سکتی ہے اس کے علاوہ کاموں میں ضروری نہیں ہے

جلال الدین انصر صاحب کتاب اسلام کا شورائی نظام میں شوری ص - ۳۲-۳۱ میں ایک دوسری حدیث رسول پیش کرتے ہیں

شوریٰ کے بے شمار فوائد اور اس کے ناقابل تصور نتائج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے الفاظ میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

اَلْمُشَاوَرَةُ حِصْنٌ مِنَ النَّدَامَةِ وَاَمَانٌ مِنَ الْمَلَامَةِ ۔ له

مشورہ کرنا شرمندگی سے محفوظ رہنے کا ایک قلعہ ہے اور ملامت سے بچنے کی ایک اماں گاہ ہے۔

اس متن کی کوئی حدیث نبوی نہیں ہے - جلال الدین انصر نے المدخل از ابن الحاج کا حوالہ دیا ہے – یہ ابن الحاج کی غلطی ہے - دیگر کتب میں اس کو قول علی قرار دیا گیا ہے ، لیکن یہ علی سے بھی ثابت نہیں ہے - جہاں بھی دیکھا اس کی سند نہیں ہے - سنن الصغیر بیہقی میں ہے
وَأَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ الْعَبْدَوِيُّ الْحَافِظُ , أنبأ أَبُو الْفَضْلِ بْنُ خَمِيرُوَيْهِ , أنبأ أَحْمَدُ بْنُ نَجْدَةَ , ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ , ثنا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ , عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: " كَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى شُرَيْحٍ: " إِذَا أَتَاكَ أَمْرٌ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى فَاقْضِ بِهِ , وَلَا يَلْفِتَنَّكَ الرِّجَالُ عَنْهُ , فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَكَانَ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِ بِهِ , فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ , وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِهِ فَاقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ أَئِمَّةُ الْهُدَى , فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ , وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , وَلَا فِيمَا قَضَى بِهِ أَئِمَّةُ الْهُدَى , فَأَنْتَ بِالْخِيَارِ , إِنْ شِئْتَ تَجْتَهِدُ رَأْيَكَ , وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُؤَامِرَنِي , وَلَا أَرَى مُؤَامَرَتَكَ إِيَّايَ إِلَّا أَسْلَمَ لَكَ

عمر نے قاضی شُرَيْحٍ کو لکھا کہ کوئی مسئلہ قرآن و سنت رسول اور ائمہ الہدی سے نہ ملے تو تم کو اختیار ہے اگر چاہو تو رائے سے اجتہاد کرو- سنن الکبری میں ہے کہ اگر حکم قرآن میں ہے تو پھر فَلَا تَسْأَلْنَ عَنْهُ أَحَدًا اس معاملہ میں کسی سے مت پوچھنا یعنی محکم آیات قرآن کی موجودگی میں مشورہ نہ لینا
أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ , وَأَبُو حَازِمٍ الْحَافِظُ قَالَا: ثنا أَبُو الْفَضْلِ بْنُ خَمِيرُوَيْهِ , أنبأ أَحْمَدُ بْنُ نَجْدَةَ , ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ , ثنا هُشَيْمٌ , ثنا سَيَّارٌ , عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: " لَمَّا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شُرَيْحًا عَلَى قَضَاءِ الْكُوفَةِ قَالَ: " انْظُرْ مَا تَبَيَّنَ لَكَ فِي كِتَابِ اللهِ , فَلَا تَسْأَلْنَ عَنْهُ أَحَدًا، وَمَا لَمْ يَتَبَيَّنْ لَكَ فِي كِتَابِ اللهِ فَاتَّبِعْ فِيهِ السُّنَّةَ , وَمَا لَمْ يَتَبَيَّنْ لَكَ فِي السُّنَّةِ فَاجْتَهِدْ فِيهِ رَأْيَكَ

جلال الدین انصر اسی کتاب میں روایت پر اضافہ بیان کرتے ہیں کہ عمر نے اپنے قاضی کو لکھا تھا کہ اگر ائمہ ھدی کا فتوی نہ ملے تو أهل العلم والصلاح سے مشورہ لینا- تاریخ دمشق از ابن عساکر میں اس کی مکمل سند ہے
أخبرنا أبو غالب أنبأ محمد بن أحمد بن محمد بن حسنون أنبأ أبو القاسم موسى بن عيسى بن عبد الله السراج ثنا محمد بن محمد بن سليمان ثنا عبد الرحمن بن يونس ثنا عمر بن أيوب ثنا عيسى بن المسيب عن عامر عن شريح القاضي قال قال لي عمر بن الخطاب أن اقض بما استبان لك من كتاب الله عز وجل فإن لم تعلم كتاب الله كله فاقض بما استبان لك من قضاء رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فإن لم تعلم كل أقضية رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فاقض بما استبان لك من أمر الأئمة المهتدين فإن لم تعلم

كل ما قضت به الأئمة المهتدين فاجتهد رأيك واستشر أهل العلم والصلاح

سند میں عِيسَى بْن الْمُسَيَّب البجلي كوفي. جو سخت ضعیف ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَد بْن علي بْن بحر، قَال: حَدَّثَنا عَبد اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ الدَّوْرَقِيُّ، قَال: حَدَّثَنا يَحْيى بْنُ مَعِين قَالَ عِيسَى بْن الْمُسَيَّب كوفي ضعيف ليس بشَيْءٍ.

حَدَّثَنَا ابن حماد، قَال: حَدَّثَنا عباس، عَن يَحْيى، قَالَ عِيسَى بْن الْمُسَيَّب ضعيف.

وفي موضعٍ آخر عِيسَى بْن الْمُسَيَّب ليس بشَيْءٍ وكان أسد بْن عَبد اللَّهِ قد ولاه القضاء بخراسان، وَهو كوفي.

وَقَالَ النسائي عِيسَى بْن الْمُسَيَّب ضعيف.

جلال الدین انصر صاحب ، کتاب المدخل از ابن الحاج سے ایک نقل کردہ ایک روایت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - الرِّجَالُ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ تَرِدُ عَلَيْهِ الْأُمُورُ فَيُصَدِّرُهَا بِرَأْيِهِ وَرَجُلٌ يُشَاوِرُ فِيمَا أَشْكَلَ عَلَيْهِ وَيَنْزِلُ حَيْثُ يَأْمُرُهُ أَهْلُ الرَّأْيِ وَرَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ لَا يَأْتَمِرُ رُشْدًا وَلَا يُطِيعُ مُرْشِدًا

حضرت عمرؓ کا ایک اور ارشاد ہے:

"دنیا میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں جن کے کام کرنے کے ڈھنگ بھی جدا جدا ہوتے ہیں ایک تو وہ شخص جو معاملات کا اپنی جیسی کچھ رائے ہوتی ہے اسی کے مطابق فیصلہ کر بیٹھتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو مشکلات میں مشورہ کرتا ہے اور اہل الرائے کے مشورہ کے مطابق عمل کرتا ہے تیسرا وہ شخص جو مشکلات میں حیران و سرگرداں رہتا ہے نہ تو سیدھے طریقہ پر اپنے معاملہ کو حل کر سکتا ہے نہ کسی کی بات مان کر اس پر عمل کرتا ہے۔" لہ (ان میں سے کس کا عمل درستی پر ہے یہ از خود واضح ہے)

اس قول کی بھی سند نہیں ہے – جلال الدین انصر صاحب نے کتاب المدخل از ابن الحاج سے ایک نقل کردہ دو اقوال علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - نِعْمَ الْمُوَازَرَةُ الْمُشَاوَرَةُ وَبِئْسَ الِاسْتِعْدَادُ الِاسْتِبْدَادُ الِاسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَقَدْ خَاطَرَ مَنْ اسْتَغْنَى بِرَأْيِهِ

حضرت علیؓ کا ایک قول ہے:

"مشورہ آدمی کا بہترین معاون ہے، بُری ہے وہ طاقت جس سے آدمی استبداد پر اُتر آئے"۔ [2]

حضرت علیؓ ہی کا ایک دوسرا قول ہے:

اَلْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَقَدْ خَطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَأْيِهِ ۔ [3]	باہمی مشورہ سے کام کرنا ہی اصل ہدایت ہے وہ شخص خطرات میں گھر گیا جس نے اپنی رائے کے ساتھ انفرادیت اختیار کی۔

یہ من گھرنٹ اقوال ہیں جو اغلبا وزیروں نے ایجاد کروائے ہیں تاکہ خلیفہ پر اثر انداز ہوں – صحیح سند تو کیا کسی ضعیف سند سے بھی معلوم نہیں ہیں – بلکہ بعض کتب میں ان کو حکماء کا قول لکھا گیا ہے (مثلا منهاج اليقين شرح أدب الدنيا والدين للإمام الماوردي) لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ لوگ مان نہیں رہے تو ان کو کبار اصحاب رسول سے منسوب کر دیا – راقم کہتا ہے کہ ان اقوال کی صحیح سند پیش کی جائے -

شوری میں پھوٹ پڑنے یا اختلاف رائے ہونے پر کیا کیا جائے ؟ اس سوال پر کئی اقوال جلال الدین انصر پیش کرتے ہیں پھر ایک ان میں پسند کر کے ذکر کرتے ہیں

علامہ ابن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ہمارے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے اور اس حدیث کی اصل مسند امام احمدؒ میں بھی موجود ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ اِنَّمَا الْاُمُوْرُ ثَلَاثَةٌ اَمْرٌ تَبَيَّنَ لَكَ رُشْدُهٗ فَاتَّبِعْهُ وَاَمْرٌ تَبَيَّنَ لَكَ غَيُّهٗ فَاجْتَنِبْهُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ فِيْهِ فَكِلْهُ اِلٰى عَالِمِهٖ۔ [1]

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ معاملات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ تم پر اس کے سلسلہ میں راہِ صواب واضح ہوگئی پس اس کی اتباع کرو، ایک وہ کہ اس کی ضلالت تم پر کھل گئی پس اس سے اجتناب کرو، ایک وہ جس کے ہدایت یا ضلالت ہونے میں اختلاف ہو اسے اس کے جاننے والے کے حوالے کردو۔

اس حدیث کا حکم جس طرح افرادِ اُمت کے حق میں عام ہے اسی طرح اس کے عموم میں رہبرانِ اُمت بھی شامل ہیں، اس عموم سے انہیں مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

یعنی اس رکن شوری کی اتباع کرو جس کی رائے ٹھیک ہو، خلیفہ کی مت سنو– راقم کہتا ہے اس روایت کی سند ہی ضعیف ہے - المغني عن حمل الأسفار في الأسفار میں عراقی کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے

حَدِيث "قَالَ عِيسَى الْأُمُور ثَلَاثَة: أَمر استبان رشده فَاتبعهُ وَأمر استبان غيه فاجتنبه وَأمر أشكل عَلَيْك فكله إِلَى عالمه"

أخرجه الطَّبَرَانِيّ من حَدِيث ابْن عَبَّاس بِإِسْنَاد ضَعِيف

امام بخاری کی جامع الصحیح میں باب قائم کرنے والے نے باب باندھا ہے بَابُ إِذَا قَضَى الحَاكِمُ بِجَوْرٍ، أَوْ خِلاَفِ أَهْلِ العِلْمِ فَهُوَ رَدٌّ باب جب حاکم ظلم سے حکم کرے یا اہل علم کے خلاف کرے تو وہ رد ہے – اس باب کے تحت حدیث ۷۱۸۹ پیش کی گئی ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدًا ح وحَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ، فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا، فَقَالُوا: صَبَأْنَا صَبَأْنَا، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ، وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ، فَأَمَرَ كُلَّ رَجُلٍ

مِنَّا أَنْ يَقْتُلَ أَسِيرَهُ، فَقُلْتُ: وَاللَّهِ لاَ أَقْتُلُ أَسِيرِي، وَلاَ يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ [ص:74] لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ بْنُ الوَلِيدِ» مَرَّتَيْنِ

ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کہا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے انہیں سالم نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور مجھ سے نعیم بن حماد نے بیان کیا کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا (جب انہیں اسلام کی دعوت دی) تو وہ «أسلمنا.» (ہم اسلام لائے) کہہ کر اچھی طرح اظہار اسلام نہ کر سکے بلکہ کہنے لگے کہ «صبأنا صبأنا» (ہم اپنے دین سے پھر گئے، ہم اپنے دین سے پھر گئے) اس پر خالد رضی اللہ عنہ انہیں قتل اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کے حصہ کا قیدی دیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ اس پر میں نے کہا کہ واللہ! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ پھر ہم نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اس سے برات ظاہر کرتا ہوں جو خالد بن ولید نے کیا، دو مرتبہ۔

اس حدیث میں حاکم یا خلیفہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے بلکہ اس میں سالار لشکر کی غلطی کا ذکر ہے- چونکہ حاکم یا خلیفہ کی غلطی قرن اول میں معلوم نہیں ہے لہذا جب عباسی خلافت میں مسئلہ خلق القرآن اٹھا تو ان کا رد کرنے کی دلیل اس قسم کی روایات کو بنایا گیا – راقم کہتا ہے حاکم کا قرآن پر حکم اگر قرآن میں نہ ہو تو ظاہر ہے وہ قابل رد ہے اس کے لئے کسی حدیث کی ضرورت نہیں ہے – قرآن کلام اللہ ہے اور جو اللہ کہے وہ مخلوق نہیں ہے – غور طلب ہے کہ عباسی خلفیہ اور اس کی شوری کا حکم خلق القران پر ہے لیکن محدثین نے اس کو رد کیا ہے – معلوم ہوا کہ شوری اور خلیفہ دونوں کا حکم قابل رد ہے اگر مخالفت قرآن میں ہو- وضاحت عقائد میں شوری کا کوئی کرادر نہیں ہے

اس بحث کا لب لباب یہ ہوا کہ خلیفہ شوری سے مشورہ کرنے کا مجاز نہیں ہے – مشورت مستحسن عمل ہے فرض نہیں ہے – قرآن میں بھی اس کو جنگ و تبلیغ کے تناظر میں ذکر کیا گیا ہے – مشورت عامہ المسلمین کے مسائل پر کی جائے گی ، کتاب اللہ اور شرع کے قانون پر نہیں - جمہوریت یونانی حکماء کا بیان کردہ طرز حکومت ہے اس میں حاکم وہ کر سکتا ہے جس کی طرف

عوام کا میلان ہو- اہل مغرب نے اس طرز حکومت میں مزید ضابطوں کو شامل کر کے اس کو ایک جدید طرز حکومت بنا دیا ہے جو آجکل بہت سے ممالک میں چل رہا ہے – حاکم کو معزول بھی کیا جا سکتا ہے-چونکہ جمہوریت میں عوام کی طرف سے انتخاب ہوتا ہے اس بنا پر عوام میں سیاسی فہم کی موجودگی بہت اہمیت رکھتی ہے اور یہ طرز حکومت انہی ممالک میں کامیاب ہوا ہے جہاں عوام ۸۰ فی صد پڑھے لکھے ہوں- جمہوری نظام کا مطلب ہے کہ عوام کے منتخب کردہ افراد قانون سازی کریں – قانون سازی بذات غیر شرعی کام نہیں ہے – مثلا ٹریفک میں کیا قانون ہو گا اس پر شریعت میں کچھ درج نہیں ہے – انسان اپنی سہولت کے حساب سے جو قانون چاہیں ، بنا سکتے ہیں– جمہوری طرز پر یا براہ راست حاکم کے حکم پر اس میں کوئی قدغن نہیں ملتی –

جمہوریت اور شورائیت کا تقابل اس طرح کیا جاتا ہے (ماخوذ)

اسلام	جمہوریت
کثرتِ رائے کے بجائے دلیل کی بنا پر فیصلہ کیا جاتا ہے اس لحاظ سے اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ کا حق ہے۔	کثرتِ رائے کی بنا پر سارے فیصلے کئے جاتے ہیں اس لحاظ سے اقتدارِ اعلیٰ عوام کا ہے۔
صاحبِ علم اور بے علم کی رائے ایک جیسی اہمیت نہیں رکھتی۔	عالم اور جاہل سب کی رائے ایک ہی اہمیت رکھتی ہے۔
عورت حکمران نہیں بن سکتی۔	عورت بھی حکمران بن سکتی ہے۔
کوئی اگر خود کو عہدے کیلئے پیش کرے تو وہ اس عہدے کیلئے نااہل ہے	ہر ایک اپنے آپ کو عہدے کے لئے پیش کرتا ہے۔
مسلمانوں میں پارٹیوں یا گروہ بندیوں کی کوئی گنجائش نہیں۔	مختلف پارٹیاں اور گروہ اقتدار کی رسہ کشی میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ ایک اچھا تقابل ہے جس سے بلا قیود جمہوریت کے مضمرات سمجھے جا سکتے ہیں – ساتھ ہی شورائیت پر منبی نظم کی خرابی کو بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ اس میں سارا درو مدار شوری کی قابلیت پر ہے – اگر خلیفہ اپنے چاپلوس افراد کو شوری میں مقرر کر دے تو اس کی خرابی جمہوریت سے بھی بڑھ جاتی ہے – اہل سنت و اہل تشیع کے بیشتر مورخین اس حوالے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مطلبی شوری کا شاخسانہ قرار دیتے رہے ہیں (جس کا راقم نے پر روز رد اپنی معاویہ و یزید پر کتب میں کیا ہے) – البتہ نظم شوری کے حوالے سے دیگر خلفاء کا حال معلوم ہے کہ بنو عباس کے دور میں شوری نے خلق القرآن تک کا عقیدہ اپنا لیا تھا جو امام احمد و بخاری کے مطابق کھلا کفر تھا -

تقابل میں گمان کیا گیا ہے کہ مسلمان بلا پارٹی سیاسی نظم میں شامل ہوتے ہیں ؟ راقم کہتا ہے یہ تصور سطحی ہے – حقیقت میں اسلام میں عصبیت کا تصور جائز کیا گیا ہے جو مختلف قبائل میں موجود تھی اور قریش کی عصبیت کے سب معترف تھے – قبائلی عصبیت کی ہی وجہ سے بنو

امیہ کی خلافت ۹۰ سال چلی ہے جن میں ۱۲ خلفاء بھی ہیں ، جن کے بیشتر حمایتی اہل شام ہوئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا برملا اظہار کیا کہ امت کا وہ گروہ جو غالب رہے گا وہ اہل شام ہیں – اس طرح علاقائی عصبیت کی وجہ سے بنو امیہ کے خلفاء کا اقتدار دمشق میں محفوظ رہا - کوئی بھی طالع آزما ان کو گرا نہ سکا کہ اس کو معلوم تھا کہ اہل شام ضرور خلیفہ کی مدد کریں گے – یہ علاقائی عصبیت اس قدر مضبوط تھی کہ اصحاب رسول میں سے حسین اور ابن زبیر تک کو حاصل نہ ہوئی - اہل کوفہ عین وقت پر بھاگ گئے - اہل حجاز میں پھوٹ پڑ گئی بعض بنو امیہ کی طرف ہو گئے اور بعض عبد اللہ بن زبیر کی طرف اور پھر بالاخر پسپا ہو گئے یا قتل ہوئے - لہذا ابن خلدون کہتے ہیں کہ اسلام میں خلیفہ کے لئے عصبیت حاصل کرنا ضروری ہے –

اسلام میں صاحب علم اور بے علم کی رائے کا ایک درجہ بھی ہے – ہم تک احادیث جن راویوں سے پہنچی ہیں وہ سب علم میں یکساں نہیں تھے – صحابی کا علم عام افراد میں سب سے بڑھ کر تھا ، تابعین کا ان سے کم تھا ، تبع التابعین کا ان سے بھی کم تھا – پھر لا تعداد راوی تھے جو روایت بالمعنی کر کے اصل حدیث رسول کا مدعا ہی بگاڑ دیتے تھے – اس طرح علم میں سب برابر نہیں تھے – جب مصادر شرع میں یہ حال ہے تو عام سیاست میں یہ کیوں نہ ہو گا ؟ آج اگر شورائیت کو نافذ کیا جائے تو یقینا یہ ہو گا کہ شوری میں کوئی ممبر عالم ہو گا تو کوئی ابن الوقت ہو گا ، کوئی سازشی ہو گا وغیرہ- ان تمام رجحانات کو ختم نہیں کیا جا سکتا - لب لباب یہ ہوا کہ یہ دعوی کرنا کہ شورائیت میں سب برابر کے عالم ہوں گے سطحی کلام ہے – عملی زندگی میں ایسا ممکن نہیں ہے

اگر کوئی خود کو عہدے کے لئے پیش کرے تو قرآن قصہ یوسف کے تحت یہ جائز ہے - اس پر مزید کلام آگے آئے گا -

اس قسم کے قوانین جو شریعت سے متصادم نہیں ہیں ان کو جمہوری طرز میں سر انجام دینے پر کوئی پابندی نہیں ہے - اگر حاکم یا خلیفہ حدود کا نفاذ کر رہا ہے تو پھر وہ دیگر انسانی معاملات کو کس طرح طے کرتا ہے یہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا – لیکن اگر پارلیمٹ ان قوانین کو بدلے جو شریعت سے متعلق ، حدود اللہ سے متعلق ہیں تو ظاہر ہے اس قسم کی پارلیمنٹ کو عامۃ المسلمین قبول نہیں کریں گے اور کہنے لگیں گے کہ سلطانی بھی عیاری ہے ، درویشی بھی عیاری ہے –

اس تجاوز کی وجہ سے اسلامی ممالک میں پارلیمنٹ و جمہوریت کے حوالے سے عدم اعتمادی

پیدا ہوئی ہے – اور لوگ گمان کرنے لگے کہ جمہوریت نہیں بلکہ شورائیت سے مسائل حل ہو جائیں گے – حقیقت میں پارلیمنٹ ، جمہوریت ، شورائیت سے مسائل حل نہیں ہو جاتے بلکہ اخلاص عمل اور خوف الہی سے حل ہوں گے - اسلامی خلافتین ماضی میں بھی رہی ہیں مثلا عباسی و عثمانی خلافت وغیرہ لیکن باوجود یہ کہ ان میں شوری تھی چند سالوں میں ہی یہ بدترین استحصالی خلافتوں میں تبدیل ہو چکی تھیں – محلوں میں حرم سلطان تو بڑے پر تعیش تھے لیکن عوام کا حال اچھا نہیں تھا - جو چاہے استبول میں عثمانی خلفاء کے محلات دیکھ سکتا ہے اور ساتھ ہی اس دور کی جزیرہ العرب کی تصاویر بھی کہ کس قدر غربت کو رائج رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ خود ترکوں نے بھی خلافت ختم ہونے پر کوئی کف افسوس نہیں ملا – وہ مال و دولت جو تعیش سلطان پر خرچ ہوتا تھا وہ ترک مسلمان تک پہنچا –

شریعت نافذ کرنے کی جدو جہد میں ہمارے ہاں دو گروہ ہوئے - ایک اخوان المسلمین یا جماعت اسلامی کا طریقہ کار تھا اور ایک حزب التحریر کا ہے – جماعت اسلامی سمجھتی ہے کہ پارلیمنٹ میں جا کر شریعت نافذ کی جا سکتی ہے - البتہ خود اس جماعت نے شریعت کے قوانین کی شقوں کو کہیں بیان نہیں کیا کہ وہ اصلا کیا نافذ کرنا چاہتے ہیں – لہذا عوام اس سرسری منشور کو آج تک تسلیم نہیں کر پائے جو الیکشن پر جماعت اسلامی پیش کرتی ہے – ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ اسطرح شریعت نافذ ہونے سے رہی لہذا انہوں نے دیگر علماء (مثلا اسرار احمد ، امین احسن اصلاحی وغیرہ) کی طرح جماعت سے کنارہ کشی کر لی – اگر ایک بد عقیدہ شخص خلیفہ ہو جائے تو بھی حق ادا نہ ہو گا چاہے وہ حدود کا نفاذ کر رہا ہو – لہذا حاکم جب تک صحیح عقیدہ نہ ہو حکومت کا حصول محض کاسمیٹک سرجری ہو گا -

جماعت سے کنارہ کشی کے بعد عثمانی صاحب جماعت حزب اللہ میں اپنے کزن کمال عثمانی کے ساتھ شامل رہے- ڈاکٹر اسرار احمد بھی ان دنوں عثمانی صاحب کے ساتھ تھے لیکن رد تصوف سے ان کو سخت کوفت ہوئی اور بقول اہل حدیث عالم ابو جابر دامانوی، ڈاکٹر اسرار لائبریری کی کتب لے کر چلے گئے جن کو واپس بھی نہ کیا - ڈاکٹر عثمانی نے کتاب توحید خالص قسط اول لکھی جس میں تصوف کا رد تھا اور ابن تیمیہ کی تعریف بھی کی گئی تھی - یہ جماعت اس وقت بھی صحیح منہج پر نہ تھی ہر چند کہ اس میں تصوف و قبر پرستی کا رد تھا – اس کے بعد سن ۸۰ کی دہائی میں مسجد توحید کیماڑی سے توحید خالص قسط دوم شائع ہوئی اور حدیث عود روح اور حیات النبی کا رد کیا گیا - ڈاکٹر عثمانی کا شرح صدر پہلے ہی ہو چکا تھا کہ سیاسی نظم

نہیں بلکہ عقائد کی تنقیح اہم و ضروری ہے –
دوسرا گروہ جو ہمارے ملک میں نمودار ہوا وہ حزب التحریر کا ظاہر ہوا ہے جو فسلطینی تنظیم تھی لیکن ۱۹۸۰ - ۱۹۹۰ میں جنگ افغانستان میں شامل عربوں کی وجہ سے ہمارے ملک پاکستان میں بھی آ گئی ہے – یہ منتظرین المہدی کا سنی لشکر ہے جو خلافت قائم کرنا چاہتا ہے – ان کی دلیل ایک روایت خلافت علی منہاج النبوہ ہے جو منکر روایت ہے - اس کے راوی پر امام بخاری نے جرح کر رکھی ہے لہذا ہمارے نزدیک قابل رد ہے - خلافت علی منہاج النبوہ یہ ایک سراب ہے جس میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مبتلا تھے – اسرار احمد اور ان کی تنظیم خلافت المہدی کی منتظر ہے – المہدی اسلامی تاریخی کردار ہے جو اصل میں امام محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا لقب تھا – ان کے حمایتی راویوں نے روایات گھڑ کر ان کے حوالے سے پروپیگنڈا مہم کی – امام المہدی کو سن ۱٤٥ ھ میں شکست ہوئی - سن ۲۲۰ ہجری تک یہ روایات مشہور رہیں اور لوگ ان کو اپنی اپنی سنن و جامع میں درج کر رہے تھے – امام نسائی، امام مسلم ، امام بخاری ، امام عبد الرحمان المہدی وغیرہ نے البتہ ان روایات المہدی کا ذکر کبھی نہیں کیا -

باب ٦ اگلے خلیفہ کا تقرر یا خلیفہ کی معزولی

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفہ تقرر ایک منفرد واقعہ تھا کیونکہ ان کا مقصد انصار کو سمجھانا تھا لیکن جیسے ہی معاملہ سلجھا سب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جمع ہو گئے - ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد معاملہ شوری پر نہیں چھوڑا بلکہ حالت مرض میں دوسرے خلیفہ کا تقرر خود کیا - تاریخ طبری میں

ذَكَرَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنِ الْوَاقِدِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَبْرَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

کی سند سے ہے کہ ابو بکر نے عبد الرحمان بن عوف اور عثمان رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مشورہ کیا

تاریخ طبری میں

حدّثنا ابنُ حميد، قال: حدّثنا يحيى بن واضح، قال: حدّثنا يونس بن عمرو عن أبي السَّفَر،

کی سند سے ہے ابو بکر نے پھر لوگوں کو جمع کر کے کہا

أترضوْن بمن أستخلف عليكم؟ فإنّي والله ما ألَوْتُ من جَهْد الرّأي، ولا ولَّيت ذا قرابة، وإنّي قد استخلفتُ عمر بن الخطاب، فاسمعوا له، وأطيعوا! فقالوا: سمعنا، وأطعنا

کیا تم اُس شخص پر راضی ہو جسے میں اپنا جانشین بنا رہا ہوں؟ اللہ کی قسم میں نے رائے قائم کرنے کے لیے اپنے ذہن پر زور ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور اپنے کسی رشتہ دار کو نہیں بلکہ عمر بن الخطاب کو جانشین مقرر کیا ہے، لہٰذا تم ان کی سنو اور اطاعت کرو۔

تاریخ طبری کے محقق محمد بن طاهر البرزنجي کہتے ہیں دونوں سندیں ضعیف ہیں-کتاب خلافت و جمہوریت از عبدالرحمٰن کیلانی) صفحہ 57 اور خلافت و ملوکیت از مودودی میں انہی قصوں کا ذکر ہے - ان دونوں نے اس بات کے متعلق طبری کا حوالہ دیا ہوا ہے جبکہ سند ضعیف ہے -پہلی روایت کی سند میں واقدی مجروح ہے اور أبو بكر بن عبد الله بن محمد بن أبى سبرة بن أبى رهم القرشى العامرى السبرى ہے جس پر روایت گھڑنے کا الزام ہے - دوسری روایت کی سند میں أَبُو السَّفَرِ سَعِيْدُ بنُ يُحْمِدَ الهَمْدَانِيُّ المتوفی ۱۱۳ ھ ہے ، جس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور نہیں دیکھا یعنی سند منقطع ہے

عمر رضی اللہ عنہ کا تقرر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آڈر تھا- اس میں معاملہ شوری پر نہیں چھوڑا

گیا - موطا امام مالک میں ہے

حدثني محمد بن علي الصوري، أخبرنا عبد الرحمن بن عمر التجيبي بمصر، أخبرنا أبو عمر محمد بن يوسف الكندي، حدثني عمي الحسين بن يعقوب، حدثني أحمد بن أبي يحيى بن الوزير، قال حدثني فتيان بن أبي السمح، حدثني مالك بن أنس، عن هشام بن عروة، عن أبيه، أن أبا بكر الصديق رضي الله عنه خطب بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال أما بعد فإني وُليت أمركم، ولست بخيركم، ألا وإن أقواكم عندي الضعيف حتى آخذ كذا أيها الناس إنما أنا متبع، ولست بمبتدع، فإن أنا أحسنت فأعينوني، وإن زغت فقوموني، أقول قولي هذا، وأستغفر الله لي ولكم.

قال مالك لا يكون أحد إماماً أبداً إلا على هذا الشرط.

ابو بکر نے بعد وفات النبی خطبہ دیا تو فرمایا مجھ کو تمھارے کام پر ولی رکھا گیا ہے، نہ کہ تمہاری (پسند کرے) خیر کے لئے (یعنی اصول کو دیکھا جائے گا)- خبردار تمھارے قوی میرے ہاں کمزور ہیں ، وہ اس بات کو اسی طرح لیں - اے لوگوں میں (اللہ اور اسکے رسول کی) اتباع کرنے والا ہوں نہ کہ میری اتباع کرنا - اگر اچھا کروں تو مدد کرنا اور اگر ہٹ جاوں تو روکنا ... امام مالک نے فرمایا اب کوئی امام (یا خلیفہ) نہیں بن سکتا جو اس شرط کو پورا نہ کرے

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا (جمع القرآن کے) حکم پر ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف اسی حد تک تھا کہ وہ ، ابو بکر کو خود انہی کے حکم کی وجہ سے روک رہے تھے کہ آپ جمع القرآن کیسے کر سکتے ہیں، یہ کام رسول اللہ نے نہیں کیا ؟ لیکن ان پر اس کی اہمیت واضح ہوئی اور سمجھ آ گیا کہ ابو بکر کا آڈر امت کے مفاد میں ہی ہے –

جلال الدین انصر صاحب نے کتاب اسلام کا شورائی نظام میں اس تقریر سے اپنا ہی خود ساختہ ایک عجیب و غریب مطلب نکال لیا ہے

ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی کہ اب قیادت بجائے کعبہ کے ترکستان کی طرف لے جا رہی ہے
اقتدار کی کنجیاں اس کے ہاتھ سے چھین لیں گے۔

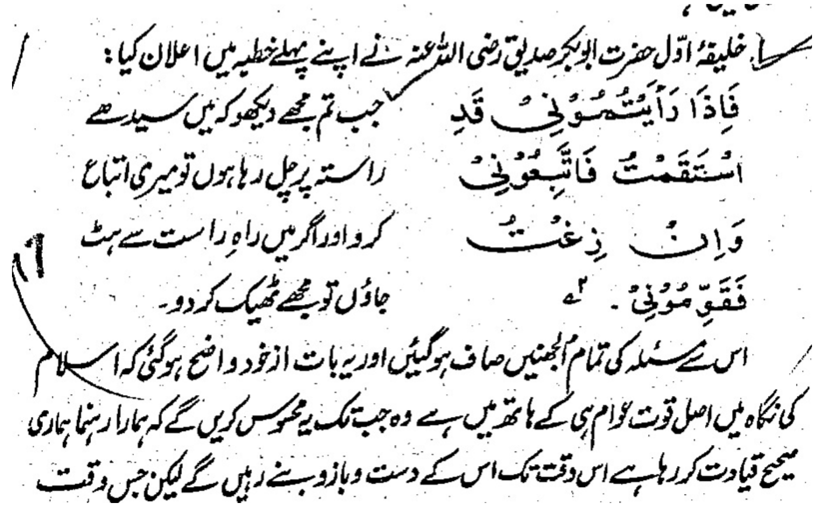

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں اعلان کیا:

فَاِذَا رَاَیْتُمُوْنِیْ قَدِ اسْتَقَمْتُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ ۔

جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھے راستہ پر چل رہا ہوں تو میری اتباع کرو اور اگر میں راہِ راست سے ہٹ جاؤں تو مجھے ٹھیک کردو۔

اس سے مسئلہ کی تمام الجھنیں صاف ہوگئیں اور یہ بات ازخود واضح ہوگئی کہ اسلام کی نگاہ میں اصل قوت عوام ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جب تک یہ محسوس کریں گے کہ ہمارا رہنما ہماری صحیح قیادت کر رہا ہے اس وقت تک اس کے دست وبازو بنے رہیں گے لیکن جس وقت

اسلام کی نگاہ میں قوت عوام کے پاس ہے ؟ نہیں – ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہیں نہیں کہا- انہوں نے اتباع قرآن کے حوالے سے کہا جو کہا – عوام نہ تو حکم جاری کر سکتے ہیں نہ اس کا نفاذ کرا سکتے ہیں ، یہ صرف حاکم کا اختیار ہے - مودودی اور جلال الدین انصر اس طرح اس باغی گروہ کو سند جواز مہیا کرتے ہیں جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے خارج کرنے کی کوشش میں ان کا قتل کیا تھا - مودودی بعد میں اسی کج فہمی کا اظہار خلافت و ملوکیت میں کرتے نظر آتے ہیں-

بہت سوں نے تصور قائم کر رکھا ہے کہ خلیفہ اپنے بچوں کو نیا خلیفہ مقرر نہیں کر سکتا - راقم کہتا ہے کہ قرآن میں موجود ہے کہ داود (علیہ السلام)کے بعد سلیمان (علیہ السلام) اس کا وارث ہوا وورث سلیمان داود سورہ النمل – لہذا اسلام میں باپ کے بعد بیٹے کے خلیفہ ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے – اہل تشیع کے ہاں مسلمہ ہے کہ علی نے ہی حسن کو خلیفہ مقرر کیا تھا- مجمع الزوائد میں عبد اللہ بن سبیع کی سند سے ہے کہ علی سے کہا گیا کہ وہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو علی نے کہا

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُبَيْعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَقُولُ: لَتُخَضَّبَنَّ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ، فَمَا يَنْتَظِرُ بِي الْأَشْقَى؟ قَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَخْبِرْنَا بِهِ نُبِيرُ عِتْرَتَهُ قَالَ: إِذًا تَقْتُلُونَ بِي غَيْرَ قَاتِلِي. قَالُوا: فَاسْتَخْلِفْ عَلَيْنَا قَالَ: لَا وَلَكِنْ أَتْرُكُكُمْ إِلَى مَا تَرَكَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالُوا: فَمَاذَا تَقُولُ لِرَبِّكَ إِذَا أَتَيْتَهُ؟ قَالَ: أَقُولُ: اللَّهُمَّ تَرَكْتَنِي فِيهِمْ مَا بَدَا لَكَ، ثُمَّ قَبَضْتَنِي إِلَيْكَ وَأَنْتَ فِيهِمْ؛ فَإِنْ شِئْتَ أَصْلَحْتَهُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَفْسَدْتَهُمْ.

میں تم کو اسی طرح چھوڑ رہا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو چھوڑا

اس کی سند میں عبد اللہ بن سبیع مجھول الحال ہے اور یہ متن صرف اس کی سند سے اتا ہے- مسند

البزار ۸۷۱ میں ہے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْجُنَيْدِ، قَالَا: نا أَبُو الْجَوَابِ، قَالَ: نا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ يَزِيدَ الْحِمَّانِيِّ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَتُخْضَبَنَّ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ لِلِحْيَتِهِ مِنْ رَأْسِهِ فَمَا يُحْبَسُ أَشْقَاهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُبَيْعٍ: وَاللَّهِ يَا أَمِيرَ [ص:93] الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ أَبَرْنَا عِتْرَتَهُ قَالَ: قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ أَنْ تَقْتُلَ بِي غَيْرَ قَاتِلِي قَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ عَلَيْنَا قَالَ: لَا وَلَكِنِّي أَتْرُكُكُمْ كَمَا تَرَكَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَمَاذَا تَقُولُ لِرَبِّكَ إِذَا أَتَيْتَهُ وَقَدْ تَرَكْتَنَا هَمَلًا قَالَ: أَقُولُ لَهُمُ اسْتَخْلَفْتَنِي فِيهِمْ مَا بَدَا لَكَ ثُمَّ قَبَضْتَنِي وَتَرَكْتُكَ فِيهِمْ

سند میں ثعلبة بْن يزيد الحماني. ہے - الکامل از ابن عدی میں امام بخاری کہتے ہیں اس کی روایت کی متابعت نہیں ہے اور پھر وہ اس پر اپنی شدید جرح فيه نظر کرتے ہیں

سمعتُ ابْن حَمَّاد يَقُولُ: قَالَ البُخارِيّ ثعلبة بْن يزيد الحماني سمع عليا روى عَنْهُ حبيب بْن أَبِي ثابت فيه نظر لا يتابع فِي حديثه

اور میزان از الذھبی میں اس کا ترجمہ قائم کرتے وقت امام الذھبی لکھتے ہیں شيعي غال ، غالی شیعہ ہے

اس طرح حسن کی تقرری سے متعلق لوگوں کی فرضی قصہ گوئی کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ علی نے حسن کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا - صحیح سند سے یہ ثابت ہی نہیں کہ علی نے یہ معاملہ مجمع کوفی لا يوفي پر چھوڑا ہو

اسلام میں خلیفہ کی معزولی کا کوئی تصور نہیں ہے – اس کو صرف قتل کر کے ہی ہٹایا جا سکتا ہے – یہ اس نظم کی خامی ہے – دور اصحاب رسول میں یہ خوبی تھی کیونکہ اصحاب رسول میں مہاجرین اولین کو سب سے بڑھ کر اہمیت حاصل تھی – شہادت عثمان میں علی کے ہم نوا غیر قریشی اصحاب رسول کا ہاتھ تھا

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کو کھلے کفر ، طاغوت سے ساجھے داری ، جنون کی وجہ سے اس کے مقام سے ہٹایا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں تمام لوگوں کی بقا ہے- المادوری نے احکام السلطانیہ میں خلیفہ کے لئے فسق کا ذکر کیا ہے کہ خلیفہ نفسانی خواہشات کا ارتکاب کرے یا صحت سے محروم ہو جائے مثلا جنون و پاگل ہو جائے یا غلط عقیدہ اختیار کر لے تو بھی اس کو معزول کیا جا سکتا ہے - المادوری نے خرابی عقائد پر لکھا

اور تجدید بیعت میں دشواری لاحق ہوتی ہے، دوسری بات امام کے ایسے اعتقاد سے متعلق ہے جو اس نے کسی شبہ کی بنا پر تاویل کر کے اختیار کر لیا ہو، اور اب اس کے عقائد صحیحہ کے بالکل خلاف تاویل کی جا سکے تو فقہا کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ایسی صورت میں نہ وہ امام بن سکتا ہے اور نہ رہ سکتا ہے اگر کسی امام کے عقائد میں ایسی خرابی پیدا ہو جائے تو وہ امامت سے خارج ہو جائے گا، کیونکہ اب یہ ضروری ہوا کہ کفر کا حکم چاہے وہ تاویل سے ہو یا بغیر تاویل کے حالت فسق کے برابر سمجھا جائے۔ مگر اکثر علمائے بصرہ کا یہ خیال ہے کہ ایسی صورت اسی طرح نہ انعقاد امامت کی مانع ہے اور نہ اس بنا پر کوئی شخص امامت سے خارج ہوگا جس طرح کہ یہ بات ولایت قضا اور شہادت سے نہیں روکتی۔

خلیفہ اس قسم کے کام اکیلے نہیں کرتا اس کو کابینہ بھی شریک جرم ہو چکی ہوتی جب بات یہاں تک پہنچا دی جائے – اب اگر خلیفہ کے چند وزراء اس طرح خلیفہ کو ہٹانے کی کوشش کریں گے تو نتیجتا اس میں الدم بہے گا - تاریخ اسلام میں معلوم ہے کہ خرابی عقائد پر خلیفہ کو معزول نہیں کیا گیا بلکہ دل میں یا اندرون خانہ ہی بھڑاس نکالی گئی – یہ چیز تاریخ اسلام کے ہر تلمیذ پر عیاں ہے – بہر حال صحیح عقیدہ کو بر قرار رکھا جائے اور خلیفہ پر کفر کے ارتکاب کا فتوی دیا جائے گا – اگر قوت ہو تو اس کو ہٹایا جائے گا

باب ۷ عمال کا تقرر

عہدہ طلب کرنا قرآن کے تحت جائز ہے – سورہ یوسف میں ذکر ہے کہ یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے زمین کے خزانے طلب کیے کہ ان پر عملداری دی جائے - ظاہر ہے یوسف علیہ السلام میں صلاحیت تھی کہ وہ اپنا منصب پوری طرح ادا کرسکتے تھے – دور نبوی میں البتہ بعض مطلب پرست قسم کے لوگ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو فورا عہدہ طلب کرتے – ان میں بیشتر بدوی تھے جو مدینہ کے مضافات کے لوگ تھے – نبی علیہ السلام مردم شناس شخص تھے وہ جانتے تھے کہ یہ عہدہ مانگ رہے ہیں لیکن صلاحیت نہیں ہے – اس وجہ سے حکم جاری کیا گیا کہ جو عہدہ طلب کرے اس کو عہدہ مت دو –

قرون اولی میں مصاحبین دربار وہ رہتے تھے جو اہل علم و فضل سمجھے جاتے ہوں البتہ یہ معتزلی ، فلسفی ، مورخ بھی ہوتے تھے – اس طرح دربار میں کوئی ایک ہی رائے نہیں پیش ہوتی تھی - بعض اوقات خلیفہ اہل علم و فلاسفہ کو قید بھی کرتے تھے کہ وہ ان کا ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتے مثلا امام ابن خلدون اسی قسم کی پریشانی میں مبتلا رہے –

عباسی خلافت جب آخری سانسیں لے رہی تھی تو اس میں وزراء کی اقسام کا ذکر الماوردی نے کیا ہے - اسلامی ریاست میں الماوردی نے دو طرح کے وزراء کا ذکر کیا ہے – ایک وزیر تفویض ہے جو حکم کو لاگو کر سکتا ہے – جنگی و مالی معاملات اسی قسم کے وزیر کے پاس ہوں گے

دوسرا وزیر تنفید و ارسال ہے - اس کا مقصد ایک کلرک جیسا ہے یہ خبر و حکم کو آگے پہنچاتا ہے لیکن حکم کو خود لاگو نہی کر سکتا – مال و اسباب پر اس کا کنٹرول نہیں ہوتا بلکہ وزیر تفویض سے اس کو مشورہ لینا ہوتا ہے – اس کو بیوروکریٹ کے درجہ کا عہدہ قرار دیا جا سکتا ہے

دور اصحاب رسول و تابعین میں عراف بھی ہوتے تھے جو اپنے علاقہ کی خبر رکھتے تھے – ان کو علاقہ کاچودھری یا صوبہ دار کہا جا سکتا ہے

اکثر مورخین و شارحین نے سمجھا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما صرف صحابی کو عامل مقرر کرتے تھے لہذا انہوں نے جس کو بھی مقرر کیاوہ ضرور صحابی ہو گا[1] - راقم کہتا ہے یہ سمجھنا غلط ہے کہ صحابی کو مقرر کیا جانے کا کوئی حکم تھا بلکہ اصل میں قریشی کو عامل (گورنر) مقرر کیا جاتا تھا - اگر پڑھنے لکھنے والا قریشی نہ ہو تو قریش کا حلیف مقرر کیا جاتا تھا –

چونکہ اس دور میں اکثر قریشی نبی کو دیکھ چکے تھے وہ صحابی تھے - یہ معاملہ عاملین یعنی شہروں کے گورنروں کے حوالے سے ہے

عاملین زکواۃ کے حوالے سے پتا چلتا ہے کہ دور نبوی میں صدقات و بیت المال پر انصاری کو بھی مقرر کیا گیا تھا مثلا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم عَباد بْنَ بِشرٍ عَلى الصَّدَقَةِ (تاریخ الکبیر از امام بخاری)- قبیلہ ازد کے ایک شخص کو مقرر کیا لیکن جب وہ صدقات لے کر آیا تو بولا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہ میرے تحائف ہیں بحوالہ أخبار القضاة از وکیع

اخبَرَنَا مَعْمَر، عَن الزهري، عَن عروة، عَن أبي حميد الساعدي؛ قال: استعمل النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابن اللتبية رجلاً من الأزد على الصدقة فجاء بالمال فدفعه إِلَى النَّبِيّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فقال: هَذَا ما لكم، وهذه هدية أهديت إلي؛ فَقَالَ النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أفلا قعدت في بيت أبيك وأمك فتنظر أيهدي إليك أم لا

دور نبوی میں جنگوں میں عموما قریشی کو سالار مقرر کیا جاتا تھا لیکن مرض وفات سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وصل نے ایک غیر قریشی مثلا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جنگ پر سالار مقرر کیا جس پر سوالات ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان کی - اس پر تفصیل راقم کی کتاب" وفات النبی " میں ہے- ایک سریہ میں انصاری عَبْد الله بْن حُذَافَة بْن قيس بن عدي السهمي کو بھیجا گیا انہوں نے حکم دیا کہ ان کے ساتھی آگ میں خود کو جلا لیں – اس قسم کی غلطیاں قریشی اصحاب رسول سے نہیں ملتیں

غزوات و سفر کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر اپنے نائب کے طور پر انصاری اصحاب رسول کو بھی مقرر کیا ہے یہاں تک کہ نابینا صحابی عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھی نائب مقرر کیا ہے – نیچے دو ٹیبل ہیں ایک میں رسول اللہ اور خلفاء ثلاثہ کے مقرر کردہ گورنروں کے نام ہیں جو مختلف تاریخی کتب سے یہاں جمع کیے گئے ہیں – دوسرے ٹیبل میں سیرت ابن اسحاق سے اخراج کردہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو غزوات کے دوران کو مدینہ پر رسول اللہ نے اپنا نائب مقرر کیا -

شہر/ خلفاء	رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	ابو بکر رضی اللّٰہ عنہ	عمر رضی اللّٰہ عنہ	عثمان رضی اللّٰہ عنہ
بیت المال	أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اسْتَعْمَلَ قَيْسَ بنَ سَعْدٍ عَلَى الصَّدَقَةِ قیس قریشی ہیں		عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ بْنِ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ الْقُرَشِيُّ	عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ بْنِ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ الْقُرَشِيُّ أبا سُفيان بْن الحارث
امیر حج	ابو بکر صدیق سن ۹ ہجری	عمر بن خطاب سن ۱۱ ہجری		عبد الرحمن بن عوف --

				ابن عباس
مدینه	عثمان بن أبي العاص دوران حج مدینہ پر مقرر بنو امیہ سے ہیں	عثمان بن عفان		ابو ذر قال ابن سعد: استعمل عثمان بن عفان
مکه	عَتَّابَ بْنَ أُسَيْدٍ بنو امیہ سے ہیں الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب الهاشمي		عَتَّابُ بْنُ أَسِيدٍ	أبا سُفيان بْن الحارث
یمن	عبيد اللّٰه بن ثور بن أصغر مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ			
کوفه دور عمر میں اس شہر کی بییاد رکھی	x	x	عمار بن یاسر -- أَبَا مُوسَى	المغيرة بن شعبة --

گئی				ان کے بعد سعد بن أبي وقاص -- ان کےبعد سن ۳۵ ھ میں الوليد بن عقبة بن أبي معيط
بصره	x	x	مغیره بن شعبه دو سال بعد أَبَا مُوسَى الأشعري -- عُتبة بْنُ غَزْوان	الْحُصَيْنِ بْنِ أَبِي الْحُرِّ -- عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَيْرٍ

			ان کے بعد عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَهْلٍ واپس مغیرہ بن شعبہ	ابو موسی عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ --- عَاصِمَ بْنَ عَمْرٍو --
شام کا کچھ علاقہ ابو بکر نے فتح کیا	x	يزيد بن أبي سفيان عمر بن خطاب	السمط بن الأسود الكندي -- خالد بن الوليد ان کے بعد ابو عبیدہ معأذ بن جبل	معاویہ بن ابو سفیان
مصر دور عمر میں فتح ہوا	x	x	عمرو بن العاص	عمرو بن العاص

				-- سن ٢٧ ھ عبد اللّٰه بن سعد بن أبي سرح --
بحرين دور نبوی میں فتح ہوا	أبان بن سعيد بن العاص بنو امیہ سے ہیں -- العلاء بن الحضرمي كَانَ مِنْ حُلَفَاءِ بَنِي أُمَيَّةَ	أنس بن مالك ---- العلاء بن الحضرمي	أبا بكرة عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ	
طائف دور نبوی میں فتح ہوا	عثمان بن أبي العاص	عثمان بن أبي العاص		
المدائن دور عمر میں	x	x	شرحبيل بن السمط	

فتح ہوا				
الجزیرة	x	x	حبیب بْن مسلمة	

موقعه و محل	صحابی رسول رضی اللّٰہ عنہما کو مدینہ نائب کیا
نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر گئے	سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ
غَزْوَةُ بُوَاطٍ	السَّائِبَ بْنَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ
غَزْوَةُ صَفْوَانَ وَهِيَ غَزْوَةُ بَدْرٍ الْأُولَى	زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ
غَزْوَةُ بَنِي سُلَيْمٍ بِالْكَدَرِ	سِبَاعَ بْنَ عُرْفُطَةَ الْغِفَارِيَّ یا ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ
غَزْوَةُ السَّوِيقِ	أَبُو لُبَابَةَ بَشِيرَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ
غَزْوَةُ ذِي أَمَرَ	عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ
غَزْوَةُ بَنِي النَّضِيرِ	ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ
غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ	أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ اور کہا جاتا ہے عُثْمَانَ ابْن عَفَّانَ
غَزْوَةُ بَدْرٍ	عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ بن سَلُولَ الْأَنْصَارِيَّ
غَزْوَةُ دَوْمَةَ الْجَنْدَلِ	سِبَاعَ بْنَ عُرْفُطَةَ الْغِفَارِيَّ
غَزْوَةُ خندق	ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ
غَزْوَةُ بنی قُرَيْظَةَ	ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ
غَزْوَةُ بَنِي لِحْيَانَ	ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ
غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ	أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، اور کہا جاتا ہے نُمَيْلَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ اللَّيْثِيُّ
أَمْرُ الْحُدَيْبِيَةِ	نُمَيْلَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ اللَّيْثِيُّ

غَزْوَةُ خَيْبَرَ	نُمَيْلَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ اللَّيْثِيُّ ، وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَتْ بَيْضَاءَ نبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نے نُمَيْلَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ اللَّيْثِيُّ کو نائب مدینه مقرر کیا اور علی کو لشکر پر علم بردار کیا جو سفید تھا
عمره کے لئے ذِي الْقَعْدَةِ میں مدینه سے نکلے	عُوَيْفَ بْنَ الْأَضْبَطِ الدِّيلِيَّ
غَزْوَةُ تبوک	محمد بْنَ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّ يا سِبَاعَ بْنَ عُرْفُطَةَ

ابو بکر نے اہل الردہ کے لئے خالد بن الولید قریشی کو سالار مقرر کیا اور يَعْلَى بنُ أُمَيَّةَ بنِ أَبِي عُبَيْدَةَ التَّمِيْمِيُّ المَكِّيُّ حلیف قریش کو بھی بھیجا

دور عثمان تک جب فتوحات بڑھیں اور قریشی اصحاب رسول جو لکھ پڑھ سکتے ہوں کم پڑ گئے تو غیر صحابی قریشی کو عامل مقرر کیا جانے لگا- جنگوں میں غیر قریشی اصحاب رسول کو استعمال کیا جاتا تھا ان کو تحصیل یا لشکر پر امیر مقرر کیا جاتا تھا اور بیت المال پر بھی مقرر کیا جاتا تھا -

مسند احمد کی روایت جس کو شعیب اور البانی صحیح کہتے ہیں میں ہے کہ عثمان کا منہج تھا کہ قریشی کی تکریم کی جائے

عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ – رضي الله عنه – قَالَ: قَالَ لِي أَبِي: يَا بُنَيَّ , إِنْ وَلِيتَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ شَيْئًا فَأَكْرِمْ قُرَيْشًا , فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – يَقُولُ: " مَنْ أَهَانَ قُرَيْشًا , أَهَانَهُ اللهُ – عز وجل

عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ نے کہا کہ میرے باپ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بیٹے اگر تجھ کو والی لوگوں پر کیا جائے تو قریش کی تکریم کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے قریش کی اہانت کی اللہ عز وجل اس کی اہانت کرے گا

کبار اصحاب رسول نے اس بات کو قبول کیا تھا لیکن بعض غیر مشہور و غیر معروف اصحاب رسول تھے

خلفاء اربعہ میں علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو سب سے زیادہ گورنر مقرر کیا ہے مثلا قثم بن عباس ، ابو مسعود ثقفی ، عبد اللہ بن عباس وغیرہ – اقرباء کا تقرر اسلام میں ممنوع نہیں ہے اگر وہ با صلاحیت ہوں لہذا اس کو تنقید کے طور پر پیش کرنا جھل ہے

باب ٨ قیام الصلاۃ و عمارۃ ألمساجد

سورہ توبہ میں ہے

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (18)

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، سو وہ لوگ امیدوار ہیں کہ ہدایت والوں میں سے ہوں۔

قرن اول و دوم میں دور بنو امیہ تک مسجد کا امام گورنر ہی ہوتا تھا – نماز پڑھانا اسی کا کام تھا اور لوگ بنو امیہ پر تنقید میں روایات بیان کرتے تھے فلاں گورنر نے وقت پر نماز نہیں پڑھائی مثلا یہ حجاج بن یوسف پر تنقید کرنے والوں نے ذکر کیا ہے – دوسری طرف صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے کہ وقت پر نماز پڑھانا سے مراد یہ نہیں ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو تو فورا کھڑے ہو جاؤ بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ممکن ہوا تو نماز کو موخر بھی کیا جاتا تھا مثلا جنگ خندق میں نماز عصر کو موخر کیا گیا – عام دنوں میں عشاء کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر دیر سے پڑھائی کہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے - متفق علیہ روایت جو ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ وہ عشاء میں دیر کرنا پسند کرتے تھے وَكَانَ يسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَآءَ

بہر حال مسجد میں چونکہ گورنر یا حاکم نماز پڑھاتا تھا وہ اپنی میٹنگ کے بعد مسجد میں جا کر نماز عشاء پڑھاتا تھا اور سب اس کا انتظار کرتے رہتے تھے – یہ دور بنو امیہ و اصحاب رسول میں معاملہ رہا - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث موجود ہے نماز کو موخر کیا جاتا تھا یہاں تک کہ نماز ظہر کو عصر سے ملا کر بھی پڑھا جاتا تھا اور ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا خوف و بارش کیا تھا - اس کو جمع بین الصلاتین کہا جاتا ہے - یہ ممکن تھا لیکن یہ معمول نہ تھا - اہل تشیع نے اس کو معمول سمجھا ہے اور ان میں اس طرح کرنا ابھی تک چلا آ رہا ہے البتہ اہل سنت میں اس عمل کو صرف وقوف عرفات کے دن پر کیا جاتا ہے - محدثین و فقہاء اہل سنت نے اس طرح نماز کو ملانے کو قبول نہیں کیا اور توجیہی امکانات پیش کیے ہیں – راقم سمجھتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ائمہ اربعہ فقیہہ نہیں ہیں – ابن عباس سے یہ حدیث ثابت ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ نماز کو ملانا بلا بارش و خوف کیا جا سکتا

ہے اگر حاکم چاہے –
سنت نبوی میں عید کا خطبہ ، نماز کے بعد ہے۔ لیکن دور صحابہ میں نماز عید کو (خطبہ و نماز جمعہ کی طرح) خطبہ کے بعد کرنا بھی روایات میں ملتا ہے – دور عمر و عثمان میں بعض دفعہ ملتا ہے کہ خطبہ کو نماز سے پہلے کیا گیا البتہ اہل سنت کے بعض حلقوں میں اس کو دور معاویہ کا واقعہ کہہ کر معاویہ پر تنقید کی راہ نکالی جاتی ہے جو ان لوگوں کی کم علمی کی نشانی ہے – تحقیق سے ثابت ہے یہ کام دور عمر و عثمان میں بھی کیا گیا ہے

دور عثمان میں لاؤڈ اسپیکر کی غیر موجودگی کی وجہ سے جمعہ کی دو اذان دی جاتیں تھیں ایک مسجد میں اور ایک بازار میں – ہشام بن عبد الملک کے دور تک یہ تین اذانین بن چکی تھیں – اس عمل کو عثمان رضی اللہ عنہ کی بدعت قرار دیا جاتا ہے اور سلفی و اہل حدیث فرقوں میں عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو درجہ قبولیت نہیں دیا جاتا – راقم کہتا ہے اسلاف سے بیزاری کا کوئی فائدہ نہیں ہے - اس طرح اذان آج بھی دی جا سکتی اگر لاؤڈ اسپیکر نہ ہو

اوپر ذکر کردہ کاموں کو امت پر سہولت سمجھ کر کیا گیا تھا لیکن سن ۱۵۰ ہجری تک اہل سنت کے بعض فقہاء و محدثین نے ان کے خلاف آراء دے کر ان سہولیات کو ختم کر دیا- اس طرح ان اعمال کو بدعت سمجھا جانے لگا – کیا اصحاب رسول سے بڑھ کر کوئی سنت رسول سے واقف ہو سکتا ہے ؟ راقم کہتا ہے دین میں اصحاب رسول کا عمل بھی حجت ہے اور اصحاب رسول کا اس پر عمل کرنا، نکیر نہ کرنا ، اجماع امت کی نشانی ہے جو قرن اول میں ان افعال کو حاصل تھے لیکن متاخرین نے اس کو صحیح سمت سے نہیں سمجھا

بہرحال عبد الملک کے دور تک جا کر اسلامی حکومت بہت پھیل چکی تھی اور محض گورنر کا نماز پڑھانا عملا نا ممکن ہو گیا تھا لہذا گورنر نے اپنے نائبوں کو مقرر کیا کہ وہ امامت نماز کے فریضہ منصبی کو دیگر حکومتی امور کے ساتھ ساتھ انجام دیں - گورنر اپنے نائب کو امور سلطنت کی نگہبانی کی وجہ سے تنخواہ دیتا تھا اور خود بطور گورنر بھی خلیفہ کا تنخواہ دار تھا البتہ متاخرین اہل سنت نے اس سے استخراج و قیاس کیا ہے کہ مسجدوں کے اماموں کی تنخواہ مقرر کی جا سکتی ہے یعنی امام یا موذن کو گورنر پر قیاس کیا گیا ہے - راقم کہتا ہے یہ قیاس باطل اور حد سے نکلا ہوا ہے - شرعا نماز قائم کرنے کا مطلب ہے کہ مسجدوں میں حکومتی اہلکار ہی نماز پڑھا سکتے ہیں- لوگوں کا بلا حکومتي اہلکار مسجد میں جمع ہو جانا نماز پڑھنا، قیام الصلاۃ کی وہ شکل نہیں ہے جو اصلا دین میں مطلوب و مقصود ہے – قیام نماز بیرو کریٹ یا گورنر

یا وزیر اعلی کے پڑھانے سے ہو گی

الماردی نے احکام السلطانیہ میں ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جمعہ و عید کی نماز امراء و حکام کے سوا کوئی اور نہیں پڑھا سکتا

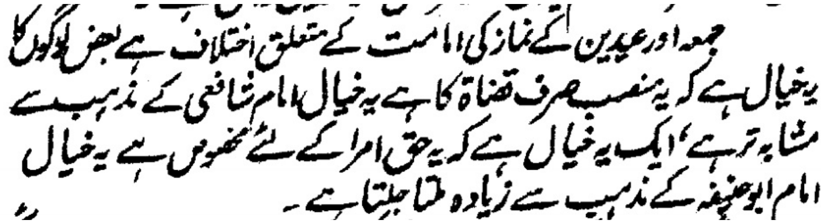

جمعہ اور عیدین کے نماز کی امامت کے متعلق اختلاف ہے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ منصب صرف قضاۃ کا ہے یہ خیال امام شافعی کے مذہب سے مشابہ تر ہے، ایک یہ خیال ہے کہ یہ حق امرا کے لئے مخصوص ہے یہ خیال امام ابوحنیفہ کے مذہب سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔

نماز کا امام دور نبوی میں غیر قریشی بھی ہو سکتا تھا (مثلا احادیث میں انصار کی مسجد کا ذکر ہے) جس سے ظاہر ہے کہ امام مسجد کو گورنر پر قیاس کرنا صحیح نہیں - صحیح بخاری میں ہے

حدثنا عثمان بن صالح ، حدثنا عبد الله بن وهب ، اخبرني ابن جريج ، ان نافعا اخبره ، ان ابن عمر رضي الله عنهما ، اخبره قال : "كان سالم مولى ابي حذيفة يؤم المهاجرين الاولين ، واصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في مسجد قباء ، فيهم ابو بكر ، وعمر ، وابو سلمة ، وزيد ،وعامر بن ربيعة "

ہم سے عثمان بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہا کہ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے (آزاد کردہ غلام) سالم، مہاجر اولین کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد قباء میں امامت کیا کرتے تھے۔ ان اصحاب میں ابوبکر، عمر، ابوسلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔

مسجد قبا تو مسجد النبی سے پہلے سے ہے اور یہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی – اس کے بعد اس میں سالم امام ہوتے اور ابو بکر جب وہاں ہجرت کے بعد جاتے تو سالم کی اقتداء میں نماز پڑھتے

ابن رجب کا فتح الباری میں کہنا ہے

والمراد بهذا: أَنَّهُ كَانَ يؤمهم بعد مقدم النَّبِيّ – صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حدیث سے مراد ہے کہ یہ امامت کرتے جب رسول اللہ مدینہ آ گئے

سالم غیر قریشی صحابی ہیں

بنو عباس کے دور تک جا کر لوگوں نے اپنی مسجدیں فرقوں کی بنیاد پر قائم کر لی تھیں – مثلا کوفہ کے مذہب کی طرح نماز پڑھنا کہ رفع الیدین نہ کرنا محدثین میں موضوع بحث رہتا تھا اور

وہ روایات جمع کرتے کہ یہ طریقہ نماز ناقص ہے یا درست نہیں ہے – امام احمد اور امام شافعی کے حلقے اس میں پیش پیش تھے – امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تے - ساتھ ہی شیعہ و روافض کی الگ مساجد بھی موجود تھیں - صحیح بخاری کے ایک راوی اسی قسم کی کسی شیعہ مسجد کے امام تھے - اہل سنت میں بھی پھوٹ پڑ چکی تھی- محدثین اور فلسفہ پسند معتزلہ جو اہل سنت میں پہلے ساتھ تھے بنو عباس کے دور میں الگ الگ ہو چکے تھے – معتزلہ کی مساجد بھی یقینا الگ ہوں گی البتہ چونکہ معتزلہ کی کتب مفقود ہیں اس پر معلومات نہیں مل سکیں

مسجد کا نظم یہ ہے کہ اس کو نماز پر کھولا جائے گا اور نماز مفروضہ کے بعد بند کر دیا جائے گا – مسجدیں اللہ کا گھر ہیں لیکن سرائے نہیں ہیں کہ امام مسجد ان میں مسلسل رہے –
دینی علم کو بیچنے کے دلائل محدثین جمع کر رہے تھے – بعض اپنی حدیث سنانے کے درہم وصول کرتے تھے - اسی زمانے میں امام شافعي کا کتاب الأم میں کہنا ہے اگر کوئي شخص کسي کو اجرت دے کہ اس کے بدلے حج و عمرہ یا نیکي کا کوئي بھي کام کر لے تو یہ جائز ہے
وَلَا بَأْسَ بِالْإِجَارَةِ عَلَى الْحَجِّ وَعَلَى الْعُمْرَةِ وَعَلَى الْخَيْرِ كُلِّهِ
اور حج و عمرہ اجرت پر کرا لینے میں کوئی برائی نہیں ہے اس سب میں خیر ہے
پھر اس کی دلیل میں کہا
فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: مَا الْحُجَّةُ فِي جَوَازِ الْإِجَارَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْخَيْرِ؟ قِيلَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – زَوَّجَ رَجُلًا امْرَأَةً بِسُورَةٍ مِنْ الْقُرْآنِ» (قَالَ) : وَالنِّكَاحُ لَا يَجُوزُ إلَّا بِمَا لَهُ قِيمَةٌ مِنْ الْإِجَارَاتِ وَالْأَثْمَانِ.
اگر کوئي کہنے والا کہے اس میں کوئي دلیل نہیں کہ تعلیم قرآن یا نیکي پر اجرت لي جائے- کہا جاتا ہے مالک نے خبر دي ابو حازم سے انہوں نے سہل سے کہ بے شک رسول الله صلي الله علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح قرآن کي سورت پر کیا – امام شافعي نے کہا اور نکاح جائز نہیں الا یہ کہ اس میں قیمت ہو
اس قول کا امام ترمذي نے اس کا ذکر کیا
وَقَدْ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ إِلَى هَذَا الحَدِيثِ، فَقَالَ: إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ يُصْدِقُهَا فَتَزَوَّجَهَا عَلَى سُورَةٍ مِنَ القُرْآنِ، فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ، وَيُعَلِّمُهَا سُورَةً مِنَ القُرْآنِ وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ: النِّكَاحُ جَائِزٌ، وَيَجْعَلُ لَهَا صَدَاقَ مِثْلِهَا،

وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الكُوفَةِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اور شافعي کا مذهب اس حديث سے ہے کہ مہر کے ليے کوئي چيز نہ ہو تو قرآن کي سورتوں کے عوض نکاح کر ليا جائے، تو ايسا نکاح جائز ہے، بس بيوي کو قرآن کي کوئي سورت سکھا دے اور بعض اہل علم نے کہا نکاح جائز ہے ... یہ قول اہل کوفہ و احمد و اسحاق کا ہے

(سنن الترمذي تحت حديث : 1114)

راقم کہتا ہے جو نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایا ہو وہ نا جائز کیسے ہو سکتا ہے ؟ یقینا نکاح تو ان صحابی کا ہو گیا لیکن صرف ان کا ہی ہوا، بعد میں کسی اور صحابی کا اس قسم کا نکاح وفات النبی تک نہیں ہوا - ہمارے (یا احناف متقدمین کے) نزدیک یہ روایت خاص ہے اور امام شافعي کا اس سے دلیل لینا بے کار ہے کیونکہ یہ واقعہ خاص ہے – غریب اصحاب رسول تو لا تعداد تھے لیکن ایسا نکاح صرف ایک صحابی کا کیا گیا تھا –

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف بنو ثقیف کے طرف بھیجا تو فرمایا

أنت إمامهم، واقتد بأضعفهم، واتخذ مؤذنًا لا يأخذ على أذانه أجرًا

تو ان کا امام ہے۔ان کے کمزور کی اقتدا کر اور ایسا موذن رکھ کہ جو اپنی اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔

سنن ابو داود ۵۳۱ میں ہے

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: -وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ:- يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، قَالَ: أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا

عثما ن بن ابی ا لعاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر فرمادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان کے امام ہو تو تم ان کے کمزور ترین لو گوں کی رعایت کرنا، اور ایسا مؤذن مقر ر کر نا جو اذان پرا جر ت نہ لے

امام شافعی کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی لہذا امام شافعی نے کتاب الام میں موذن کی اجرت کے لئے عجیب و غریب راستہ نکالا ہے

وَإِنْ كَانَ مَسْجِدًا كَبِيرًا لَهُ مُؤَذِّنُونَ عَدَدٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي كُلِّ مَنَارَةٍ لَهُ مُؤَذِّنٌ فَيُسْمِعُ مَنْ يَلِيهِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ وَأُحِبُّ أَنْ يَكُونَ الْمُؤَذِّنُونَ مُتَطَوِّعِينَ وَلَيْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَرْزُقَهُمْ وَلَا وَاحِدًا مِنْهُمْ وَهُوَ يَجِدُ مَنْ يُؤَذِّنُ لَهُ

مُتَطَوِّعًا مِمَّنْ لَهُ أَمَانَةٌ إلَّا أَنْ يَرْزُقَهُمْ مِنْ مَالِهِ وَلَا أَحْسَبُ أَحَدًا ببَلَدٍ كَثِيرِ الْأَهْلِ يَعُوزُهُ أَنْ يَجِدَ مُؤَذِّنًا أَمِينًا لَازِمًا يُؤَذِّنُ مُتَطَوِّعًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَرْزُقَ مُؤَذِّنًا وَلَا يَرْزُقَهُ إلَّا مِنْ خُمُسِ الْخُمُسِ سَهْمِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَرْزُقَهُ مِنْ غَيْرِهِ مِنْ الْفَيْءِ؛ لِأَنَّ لِكُلِّهِ مَالِكًا مَوْصُوفًا (قَالَ الشَّافِعِيُّ) : وَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَرْزُقَهُ مِنْ الصَّدَقَاتِ شَيْئًا وَيَحِلُّ لِلْمُؤَذِّنِ أَخْذُ الرِّزْقِ إذَا رُزِقَ مِنْ حَيْثُ وَصَفْت أَنْ يُرْزَقَ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَخْذُهُ مِنْ غَيْرِهِ بِأَنَّهُ رِزْقٌ

اگر مسجد بڑی ہو اور اسکے متعدد موذن ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ موذن ہر مینار پر اذان دیں تاکہ قریب کے لوگ ایک ہی وقت میں سن سکیں ۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ موذن یہ کام طاعات سمجھ کر کریں ۔ اور امام (حاکم)کے لیے نہیں کہ وہ ان کو کھلائے (اجرت دے) ۔ ان (موجودہ دور کے موذنوں) میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اللہ کی رضا کے لیے اذان دینے والا ہو اور تطوع کے تحت ایسا نہ کرتا ہو کیونکہ یہ ایک امانت ہے ۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایک بھی بیشتر شہروں اور اہل یعوزہ میں بھی کوئی ایسا موذن امین ہو کہ اذان دے اللہ کے لیے اور پھر رزق طلب کرے - (بالفرض محال) اگر ایسا ہو بھی تو موذن کو یہ کھلانا خمس میں سے ہو سکتا ہے جو کہ اللہ کے نبی کا حصہ ہے ۔ اور جائز نہیں ہے کہ اس کو مال فے کے علاوہ میں سے کھلایا جائے ۔ کیونکہ یہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے ۔ (شافعی نے کہا کہ) جائز نہیں اسے صدقات میں سے کھلایا جائے البتہ موذن کے لیے جائز ہے رزق کا لینا اس سے جس میں اس کی اہلیت ہو یعنی اس کی طرف سے رزق دیا جائے کہ وہ اس کا وصف ہے ۔ اس کے علاوہ رزق لینا جائز نہیں

اس طرح شافعی نے کہا کہ موذن بغیر قیمت لئے اذان دے لیکن اگر اس کو قیمت دینا ہی ہو تو مال فے میں سے یا خمس میں سے اس کو رزق دیا جا سکتا ہے- راقم کہتا ہے یہ زبردستی مال فے و خمس میں سے اجرت کی راہ نکالی گئی ہے اور شافعی کے قول کو درجہ التفات نہیں ملا اس فتوی کو خود معروف شوافع نے ہی رد کر دیا ہے-

حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء از محمد بن أحمد بن الحسين بن عمر، أبو بكر الشاشي القفال الفارقيّ، الملقب فخر الإسلام، المستظهري الشافعي (المتوفى: 507هـ) میں ہے کہ اذان پر اجرت لینا لَا يجوز وَهُوَ قَول أبي حنيفَة وَأحمد وَاخْتِيَار الشَّيْخ ابي حَامِد

ابو حنیفہ ، امام احمد اور ابو حامد حنبلی کے ہاں جائز نہیں ہے

امام نووی (المتوفى: 676هـ) شافعی مسلک پر تھے . ان کا قول روضة الطالبين وعمدة المفتين میں ہے

الِاسْتِئْجَارُ لِإِمَامَةِ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَةِ، بَاطِلٌ فرض نماز کی امامت پر اجرت لینا باطل ہے

المحلی بالآثار میں ابن حزم فرماتے ہیں

وَلَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ عَلَى الصَّلَاةِ، وَلَا عَلَى الْأَذَانِ نماز و اذان پر کوئی اجرت نہیں ہے

جب حاکموں نے محسوس کیا کہ مفتیوں سے اپنے مطلب کا فتوی نہیں لیا جا سکتا تو انہوں نے علماء کو پہلے مفتی کے نام پر تنخواہ دینی شروع کی پھر امام مسجد کو بھی اجرت دی جانے لگی- یہ کام اغلبا مملوکی دور حکومت میں مکمل پھیل گیا ، جنہوں نے بدعات و خرافات کو دین میں بہت رواج دیا

جب یہ رواج زور پکڑ گیا تو خراسان کے احناف نے بھی دینی امور پر اجرت کے جواز کا فتوی دے دیا – اس طرح سات سو سال کے علماء کی اس محنت پر پانی پھیر دیا جو دین کو معاش بنانے کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے رہے تھے

موجودہ دور کے علماء کہتے ہیں موذن حدیث رسول کی وجہ سے اذان پر اجرت نہیں لے سکتا البتہ اس کا وظیفہ مقرر کیا جا سکتا ہے (فتاویٰ البانیہ - متفرق مسائل صفحہ:270 محدث فتویٰ)- راقم کہتا ہے یہ نام بدل کر حلال کیا گیا ہے –

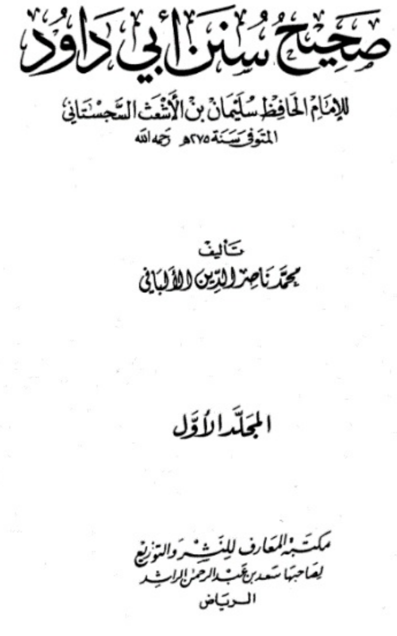

صحيح سنن أبي داود

للإمام الحافظ سليمان بن الأشعث السجستاني

المتوفى سنة ٢٧٥هـ رحمه الله

تأليف

محمد ناصر الدين الألباني

المجلد الأول

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد

الرياض

٤٠- باب أَخْذِ الأَجْرِ عَلَى التَّأْذِينِ

٥٣١- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي ، قَالَ:

« أَنْتَ إِمَامُهُمْ ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا».

ـ صحيح: م دون الاتخاذ.

البانی کا قول ہے عثمان رضی اللہ عنہ کی اذان والی حدیث، موذن مقرر کر دو کے الفاظ کے سوا صحیح ہے – البانی نے ہی اذان پر وظیفہ مقرر کرنے کا فتوی دیا ہے البتہ ان کے نزدیک نماز پر اجرت نہیں لی جا سکتی – وہابی مفتی بن باز نے نور علی الدرب میں فتوی میں کہا

فدل ذلك على أن المؤذن الذي يتبرع بالأذان ويتطوع به يريد ما عند الله أنه أفضل وأولى من غيره، لكن ذكر العلماء أن الذي يعطى من بيت المال ما يعينه على ذلك لا حرج عليه في ذلك ولا بأس عليه

حدیث عثمان کا مدعا ہے کہ اذان کو تطوع کے تحت دینا افضل و اولی ہے لیکن علماء نے ذکر کیا ہے کہ موذن کو بیت المال سے عطا کیا جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے

https://binbaz.org.sa/fatwas/5657/حكم-اخذ-الاجرة-على-الاذان

یہ فتویے جدید ہیں – خود حنبلی علماء بلا قیمت اذان دینے کا فتوی دیتے رہے ہیں - حنبلی مسلک کی کتاب المغني لابن قدامة (المتوفى: 620هـ) میں ہے

وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَكَرِهَهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ

اور اذان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے ظاہر مذہب میں اور اجرت پر کراہت کی ہے قاسم بن عبد الرحمان نے الْأَوْزَاعِيُّ نے اصحاب رائے نے اور ابن المنذر نے .

المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593هـ) کتاب الهداية في شرح بداية المبتدي میں لکھتے ہیں

قال:ولا الاستئجار على الأذان والحج، وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه" والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا

اور (ہم احناف کے نزدیک) اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ اور اصل میں ہر وہ کام جو مسلمانوں سے مخصوص ہے اس پر اجر جائز نہیں

آج جب یہی سوال علماء سے کیا جاتا ہے کہ اجرت کیسے جائز ہے ؟ تو وہ اس پر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور اس کو جاہلوں کا سوال قرار دیتے ہیں – علماء جواب میں کہتے ہیں نماز سب پر فرض ہے ، نماز پڑھانے کا کوئی وظیفہ نہیں لیتا – علماء فرماتے ہیں نماز پڑھانے کا نہیں بلکہ امام کے مسلسل مسجد میں رہنے کی وجہ سے وظیفہ ادا کیا جاتا ہے – یعنی مسجدوں میں مسلسل رہنے کی وجہ سے امام کو اس کی ڈیوٹی گھنٹوں کے حساب سے ادا کی جاتی ہے – چونکہ یہ نظم دور اصحاب رسول یا خلفاء اربعہ میں نہیں تھا کہ مسجد میں رہنے والوں ، وہاں جھاڑو دینے والوں کو دینی نیکیوں پر وظیفہ دیا جاتا ہو، اس لئے ظاہر ہے اس پر کوئی شرع میں دلیل نہیں ملتی اور سائل کا سوال حق بجانب ہے کہ وظیفہ کی کیا دلیل ہے ؟

موجودہ دور میں مسجدوں میں حجرہ میں معتکف اماموں کا نظم مقرر کر دیا گیا ہے لہذا اس کو منزل من اللہ ، منصوص نیکی سمجھ کر قبول کر لیا گیا ہے- یہ طرز حیات صوفی خانقاہوں سے مستعار لیا گیا ہے جن میں پیر و مرید ایک عرصہ کے لئے رهتے تھے - اسلامی ریاست میں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ مسجدوں اس طرح سرائے بنا دیا جائے اور صلاۃ مفروضہ کي ادائیگی کے بعد دیگر أوقات میں ایک یا دو شخص مسلسل مسجد میں رہیں اور پھر اپنا وقت دینے پر مملکت سے وظیفہ طلب کریں - اس قسم کا کوئی وظفیہ اسلامی مملکت میں مقرر نہیں کیا جائے گا - مسلسل مسجد میں حجرہ میں رہنا تاریخ قرون ثلاثہ سے معلوم نہیں ہے – مسلسل رہنے کی اجازت سے خطرہ ہے کہ یہ مساجد، مسجد ضرار میں بدل سکتی ہیں لہذا اس معاملے میں احتیاط ضروری ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٝ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۖ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّـهُـمْ لَكَاذِبُوْنَ (107)

اور جنھوں نے مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لیے، اور ان لوگوں کے گھات لگانے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں، اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھی، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں-

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (108)

تو اس میں کبھی کھڑا نہ ہو، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس کے قابل ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک رہنے کو، اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (109)

بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اوراس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے پھر وہ اسے دوزخ کی آگ میں لے گری، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

اہل حدیث عالم صلاح الدین یوسف نے اعتراف کیا کہ محمکہ اوقاف کی جانب سے دی جانے والی تنخواہ حرام ہے کیونکہ ان میں مزارت پر جمع کردہ چڑھاوے کی رقم بھی شامل ہوتی ہے- کتاب میں لکھتے ہیں

لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ (القرآن الحکیم)

"اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو"

قبر پرستی

ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

تالیف

حافظ صلاح الدین یوسف

مشیر وفاقی شرعی عدالت۔ پاکستان

دار الدعوۃ السلفیۃ

شیش محل روڈ - لاہور ۲

لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ محکمۂ اوقاف میں جائز و ناجائز دونوں آمدنیاں ایک ہی زمرے میں ہیں۔ اور حلال و حرام گڈ مڈ ہو گئے ہیں۔ اور اسی مجموعۂ "حلال و حرام" سے ائمہ و خطباء مساجد کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اہل توحید خطباء و ائمہ جو اوقاف کی مساجد میں متعین ہیں وہ بھی ایسے مال کھانے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ جبکہ ان کے عقیدے کی رو سے (اور اصل اسلامی عقیدہ ہے بھی یہی) قبروں پر چڑھاوے کی آمدنی حرام اور ناجائز ہے۔

ماہنامہ محدث فروری ۲۰۲۰ شمارہ:386 جمادی الثانی 1441 جلد:51 میں مضمون منصبِ امامت

سیرت نِبویّہ کی روشنی میں از محمد نعمان فاروقی میں صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے روایت کا ذکر کیا گیا ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ، نَا أَبُو بَكْرٍ، نَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ، نَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ الْهُذَلِيِّ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ صَلَاةٌ، وَلَا تَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ، وَلَا تُجَاوِزُ رُؤُوسَهُمْ: رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَرَجُلٌ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ وَلَمْ يُؤْمَرْ، وَامْرَأَةٌ دَعَاهَا زَوْجُهَا مِنَ اللَّيْلِ فَأَبَتْ عَلَيْهِ".

عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ الْهُذَلِيِّ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کی نماز نہ قبول ہوتی ہے اور نہ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے سروں سے اوپر اُٹھتی ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی قوم کی امامت کرائے مگر وہ اسے ناپسند کر رہے ہوں

قال محمد مصطفى الأعظمي: مرسل

راقم کہتا سند روایت منقطع ہے - عطاء بن دينار الهذلی صحابی رسول نہیں ہے اور اس کو بعض نے ضعیف بھی کہا ہے (ذكر أبو القاسم الطبراني في جزء من اسمه عطاء، أن أحمد بن حنبل ضعف عطاء بن دينار هذا. «تهذيب التهذيب»)

دور نبوی میں کوئی خود مسجد میں امام نہیں بن سکتا تھا - بلکہ وہی نماز پڑھا سکتا تھا جس کو رسول اللہ یا ان کے نمائندہ گورنر نے مقرر کیا ہو

باب ۹ تعلیم قرآن و حدیث کے مراکز

دور نبوی میں غرباء مسجد النبی میں جمع ہوتے تھے- ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا – یہ مسکین تھے اور ہنر مند بھی نہیں تھے کہ اپنی معاش کا بندوبست کر سکیں – ابو بکر ، عمر ، عثمان ، علی رضی اللہ عنہما اپنی اپنی معاشی سر گرمیوں میں مصروف رہتے – اصحاب صفہ مسجد النبی کے پاس ایک چبوترے پر جمع ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی حجرات سے نکلتے ان کی مالی معاونت فرماتے یا علم دیتے - دور نبوی کے بعد اس قسم کے کسی علمی حلقے کے قیام کی خبر نہیں ملتی- اس کی وجہ یہ ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علم وہی تھا جو سب کو معلوم ہو چکا تھا – لہذا اصحاب صفہ بھی مسجد النبی کے پاس میں اس طرح جمع نہ رھتے تھے جسے پہلے حالت تھی – اصحاب صفہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ہوتا ہے، جنہوں نے بہت سی احادیث رسول اللہ سے سنی تھیں البتہ کثرت روایات کو پسند نہیں کیا جاتا تھا – ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نماز پڑھ رہی تھی اور مسجد سے ابو ہریرہ کی آواز آ رہی تھی وہ لوگوں کو حدیثین سنا رہے تھے گویا کہ ان کی لسٹ بنا دی ہو میں نے ارادہ کیا کہ نکلوں اور ان کو اس سے منع کروں لیکن نماز ختم ہونے کے بعد جب میں نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ جا چکے تھے

اصحاب صفہ غرباء المسلین تھے لیکن عامہ المسلمین کے لئے مشعل راہ نہیں تھے – حدیث نبوی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی اگر کوئی معاش کا بندوبست کر سکتا ہے تو وہ مسلمان ضرور کرے نہ کہ اصحاب صفہ کی طرح مالی مدد کا منتظر رہے ، جو بعض غرباء کی وقتی مجبوری تھی -

شریعت کا قیام ہر مسلمان پر فرض ہے لہذا مصادر شریعت کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے – اس کے لئے اسکولوں میں تعلیم دی جائے گی اور یہ علم تطوع
Volunteer Action
کے تحت کیا جائے گا یعنی جس ، جس کو جو دین کے حوالے سے آتا ہے وہ اسکول میں آ کر سکھا سکتا ہے - عربی زبان کے معلم کو قیمت دی جائے گی کیونکہ زبان مخلوق ہے – کتاب اللہ ، منزل من اللہ ہے – یہ وہ علم ہے جو اللہ نے ہم کو مفت دیا ہے - اس کی قیمت وصول کرنا

موجب عذاب عمل ہے - اللہ اور اسکے رسول نے یہ علم شریعت ، انسانیت کو بلا معاوضہ دیا تھا لیکن افسوس خلف نے دین کو بچنے کے جواز کے فتوے دے دیے – متقدمین سلف سختی سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو برا سمجھتے تھے - حنبلی مسلک کی کتاب المغني لابن قدامة (المتوفى: 620هـ) میں ہے

وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَكَرِهَهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ

اور اذان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے ظاہر مذھب میں اور اجرت پر کراہت کی ہے قاسم بن عبد الرحمان نے الْأَوْزَاعِيُّ نے اصحاب رائے نے اور ابن المنذر نے .

المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593هـ) کتاب الهداية في شرح بداية المبتدي میں لکھتے ہیں

قال: ولا الاستئجار على الأذان والحج، وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه" والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا.

اور (ہم احناف کے نزدیک) اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ اور اصل میں ہر وہ کام جو مسلمانوں سے مخصوص ہے اس پر اجر جائز نہیں.

عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743 هـ) کتاب تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ میں لکھتے ہیں کہ

قَالَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - (وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ) وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ مَشَايِخِ بَلْخٍ

اور آج فتویٰ تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا ہے جو متاخرین میں سے بلخ کے مشائخ کا ہے

نماز ، اذان، تعليم القرآن پر اجرت کا جواز کا فتوی دینے والے اکثر خلط مبحث کر کے عوام کو الٹی پٹی پڑھاتے ہیں مثلا ان کے نزدیک قرون ثلاثہ میں سب لوگ قرآن سیکھتے تھے کوئی اور ہنر یا زبان سیکھنے کے معلم نہ تھے – اس تصور کے تحت جب بھی روایت میں معلم کا ذکر آتا ہے ، یہ خبر کو جواز اجرت علی تعلیم القرآن کی طرف موڑتے ہیں مثلا مسند علی بن جعد میں اثر ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، نا ابْنُ مَهْدِيٍّ، نا شُعْبَةُ قَالَ: سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ قُرَّةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ: «إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ لَهُ فِي ذَلِكَ أَجْرٌ»

اس اثر میں بیان ہوا ہے کہ مُعَاوِيَةَ بْنَ قُرَّةَ تابعی کی رائے میں معلم کے لئے امید ہے کہ اجر ہے

ابن ابی شیبہ اس اثر کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں
وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ: «مَا سَمِعْتُ فَقِيهًا، يَكْرَهُهُ
میں نے حکم بن عتیبہ سے معلم کے اجر کے بارے میں سوال کیا پس انہوں نے کہا میں نے کسی فقیہ کو نہیں سنا جو اس سے کراہت کرے
مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: «سَأَلْتُ أَبَا قِلَابَةَ عَنِ الْمُعَلِّمِ يُعَلِّمُ، وَيَأْخُذُ أَجْرًا، فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا
خالد الْحَذَّاءِ کہتے ہیں میں نے ابی قلابہ سے سوال کیا کہ معلم تعلیم دے اور اجرت لے تو ان کے نزدیک اس میں برائی نہیں
ابن ابی شیبہ میں طاؤس کے یہ الفاظ بھی ہیں
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ «أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُعَلِّمَ بِشَرْطٍ
طاؤس اس سے کراہت کرتے تھے کہ معلم (تعلیم) پر شرط رکھے

لیکن ہم کو معلوم ہے کہ قرآن کے ریٹ مارکیٹ میں موجود ہیں - پانچ سو روپے سے لے کر پانچ ہزار روپے تک کا قرآن پڑھا جاتا ہے . پانچ سو روپے والی قرآن خوانی میں مدرسے کے طلبہ قرآن پڑھتے ہیں . پانچ ہزار والے میں قاری صاحب قرات سے پڑھتے ہیں –
ان آثار میں کہیں بھی یہ بیان نہیں ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجر جائز ہے اصحاب رسول ایک دوسرے کو ہنر بھی سکھاتے تھے یہاں تک کہ وہ دیگر زبانیں بھی سیکھتے تھے مثلا ایک صحابی نے عبرانی سیکھی ، بعض نے عجم کی زبان سیکھی ، تیر اندازی و تلوار چلانا بھی ہنر ہے اور اس میں اجرت لی جا سکتی ہے ضروری نہیں کہ ان آثار کو تعلیم قرآن کی اجرت کے تحت خاص کیا جائے
ابن ابی شیبہ کے مطابق
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يَأْخُذُوا عَلَى الْغِلْمَانِ فِي الْكُتَّابِ أَجْرًا»
ابراہیم نخعیؒ اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکوں کو پڑھانے پر اجر لیا جائے
ابن ابی شیبہ کے مطابق اصحاب رسول اس سے سخت نفرت کرتے تھے کہ اجر دیا جائے
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: «يُكْرَهُ أَرْشُ

الْمُعَلِّمِ فَإِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَكْرَهُونَهُ وَيَرَوْنَهُ شَدِيدًا

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْأَنْصَارِيِّ نے کہا وہ کراہت کرتے ہیں کہ معلم کی اجرت سے کیونکہ اصحاب رسول اس سے کراہت کرتے اور شدید برا دیکھتے

یہ آثار بھی ہیں جن کا ذکر نہیں کیا جاتا- تابعین تو قرآن لکھنے تک کی قیمت نہیں دینا چاہتے تھے

سنن سعید بن منصور کے مطابق

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ عَنْ كُتَّابِ الْمَصَاحِفِ بِالْأَجْرِ، قَالَ: كُره كِتَابَتُهَا، وَاسْتِكْتَابُهَا، وبيعها، وشراؤها.

امام ابن سیرین سے مہدی نے سوال کیا کہا مصحف (قرآن) کی کتابت پر اجر لیا جائے تو انہوں نے کہا اس سے کراہت کرتا ہوں کہ کتابت پر خریدا اور بچا جائے

سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، قَالَ: سَأَلْتُ شُرَيْحًا، وَمَسْرُوقًا، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ بَيْعِ الْمَصَاحِفِ، فَقَالُوا: لَا تَأْخُذْ لِكِتَابِ اللَّهِ ثَمَنًا.

شُرَيْح، وَمَسْرُوق اور عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ سے قرآن خریدنے کا سوال ہوا پس کہا کتاب اللہ پر ایک کوڑی نہ لو

سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حدثنا سَعِيدٌ، قَالَ: نا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ عَلْقَمَةُ أَنْ يَكْتُبَ مُصْحَفًا، فَكَرِهَ أَنْ يُعْطِيَ عَلَى كِتَابَتِهِ أَجْرًا، فَاشْتَرَى وَرَقَهُ ومِداده ، وَمَا يَنْبَغِي، وَأَعْطَاهُ بعضَ أَصْحَابِهِ، فكَتَبَهُ له.

ابراہیم کہتے ہیں عَلْقَمَةُ نے قرآن کی کتابت کا ارادہ کیا لیکن اس کو مکروہ جانا کہ کسی کو اس پر اجرت دیں لہذا اوراق اور دوات خریدی اور اپنے بعض اصحاب کو دی کہ لکھ دیں

اگر لکھنے کی قیمت پر اتنی احتیاط ہے تو پھر تعلیم قرآن پر کتنی ہو گی؟

لہذا درست عمل یہی ہے کہ تعلیم قرآن کو تطوع کے تحت قرار دیا جائے – اس طرح دین کو ایک پیشہ بننے سے بچایا جا سکتا ہے – کہتے ہیں ہم پیشہ، دشمن ہمیشہ – ظاہر ہے جب دین پیشہ نہیں رہے گا تو مسالک کا ایک دوسرے سے غیر ضروری جدل ختم ہو جائے گا

اسلام سے متعلق کتب کی قیمت وصول کرنا بھی حرام قرار دیا جائے گا جس میں قرن اول ، دوم و سوم کی تاریخ اسلام بھی شامل ہے کیونکہ یہ ہمارے محدثین کا دور ہے – آجکل مشاجرات اصحاب رسول سے بہت سے لوگ کھا کما رہے ہیں – مشاجرات اصحاب رسول اور خروج حسین پر کتب کی قیمت وصول کرنا حرام قرار دیا جائے گا – اس کے یقینا مثبت نتائج نکلیں گے

عوام کو دروغ گو ملاؤں کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ موضوع روایات کو منبر پر بیان کرنے والے خطیبون کو درے لگائے جائیں اور خطابت پر تا حیات پابندی لگا دی جائے - یہ عمل سلف امت سے ثابت ہے - عبد الملک بن مروان نے مشہور وضاع حارث بن سعید الکذاب کو گھڑی ہوئی احادیث سنانے کے جرم میں تختہ دار پر کھینچا تھا - خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے غیلان دمشقی کو قتل کیا، جس نے موضوع حدیثیں بنا کر عوام میں شائع کیں - بنی امیہ کے گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے ایک شخص کو اسی وضع حدیث کے جرم میں قتل کیا تھا- احادیث کے راوی سالم بن ابی جعد کی داڑھی مونڈھ دی گئی - خبیب بن عبد اللہ بن زبیر کو عمر بن عبد العزیز نے ضعیف احادیث کی وجہ سے درے لگائے یہاں تک کہ وہ مر گئے

باب ۱۰ بیت المال کا قیام

بیت المال کے محکمہ کا قیام اصل میں نظام زکواۃ کا ایک حصہ ہے – بیت المال کا قیام منسٹری آف فنانس کے ایک ذیلی ادارہ کے قیام کی طرح ہے – تمام بلاد و امصار سے وصول شدہ خراج و جزیہ اس میں جمع کیا جاتا تھا اور اسی طرح جنگ میں حاصل شدہ مال بھی اس میں شامل کیا جاتا تھا –جنگ میں حاصل شدہ مال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا – سورہ انفعال ٤١ میں اس کا ذکر ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتاری جس دن دونوں جماعتیں ملیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس طرح اس کے پانچ حصے ہوں گے

اللہ اور اس کے رسول ، رشتہ داروں یعنی اہل بیت النبی ، یتیم ، مسکین ، مسافر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ازواج اور اہل بیت کو اسی میں سے حصہ دیا جاتا تھا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال فی (بلا جنگ کیے حاصل شدہ مال) میں میں بھی چند باغات تھے – مال فی کا ذکر قرآن میں سورہ الحشر میں ہے – ان کو خیبر کے باغ فدک کہا جاتا ہے – یہ باغات یھود کی ملکیت میں تھے جہاں سے کھجوروں کی پیدا وار بہت ہوتی تھی – ان باغات کو حاصل کرنے کے لئے بھی بنو عباس و بنو علی کا جھگڑا رہتا تھا – بنو علی روایات بیان کرتے تھے کہ دور نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر ان باغات کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا تھا – بنو عباس اس کو شیعی جھانسہ قرار دیتے تھے - قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ بنو عباس اہل بیت میں سے تھے اور سنی عقائد کے حامل تھے البتہ سن ۲۲۰ ہجری میں یہ معتزلی عقیدہ خلق القرآن کے حمایتی بن گئے تھے جس میں امام احمد کے حوالے سے واقعہ مشہور ہے - مامون کے بعد خلق القران کا مسئلہ اتنا نہیں رہا تھا اور واپس بنو عباس

سنی عقیدہ پر آ گئے تھے
دوسری طرف بنو حسن میں سے بعض زیدی شیعہ بن گئے تھے – بعض اور تھے جو سنی عقیدے کے حامل تھے مثلا حسن رضی اللہ عنہ کے پڑ پڑ پوتے عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی اور ان کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کو خروج کی وجہ سے ابو جعفر المنصور کے دور میں قتل کیا گیا - بنو حسین میں رافضیت در کر آئی تھی - بڑے ائمہ مثلا امام باقر و جعفر کو تو اہل سنت سنی قرار دیتے ہیں لیکن بعد کے ائمہ پر توقف کی رائے پر ہیں ، ان سے دین کی بات اخذ نہیں کرتے تھے
سن ۱۵۰ ھ ہجری تک امام ابو حنیفہ کے ایک قول کا لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ خمس اب خاندان نبی میں نہیں بانٹا جائے گا – اس کو آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اردو میں محاورہ ہے کہ اونٹ کی داڑھ میں زیرہ ، یعنی کوئی بہت کم چیز کسی بڑی مخلوق کو دینا – ظاہر ہے یہ عمل بے فائدہ ہے – سن ۱۰۰ ہجری تک بنو عباس، بنو عقیل ، بنو جعفر ، بنو حسن ، بنو حسین، بنو ابن حنفیہ سینکڑوں خاندان تھے اور ان میں کس کو دیں ، کس کو نہ دیں کا فیصلہ ممکن نہیں رہا تھا
لہذا اب اللہ اور اس کے رسول ، رشتہ داروں یعنی اہل بیت النبی ، یتیم ، مسکین ، مسافر کے تمام حصے بیت المال میں جمع ہوں گے اور ان کو صرف انہی مدوں میں خرچ کیا جائے گا یعنی فی سبیل اللہ جہاد و مسافر ، یتیم ، مسکینوں کے لئے
احادیث رسول جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں قبائل کے حوالے سے منصبوں کا ذکر ہے کہ امت میں خلافت ، امامت، بیت المال پر چند قبائل کا ہی حق ہے مثلا مسند احمد کی روایت ہے
حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَرْيَمَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ، وَالْقَضَاءُ فِي الْأَنْصَارِ، وَالْأَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ، وَالسُّرْعَةُ فِي الْيَمَنِ "، وَقَالَ زَيْدٌ مَرَّةً يَحْفَظُهُ: وَالْأَمَانَةُ فِي الْأَزْدِ
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے
المُلْكُ فِی قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِی الأَنْصَارِ وَالأَذَانُ فِی الْحَبَشَةِ وَالأَمَانَةُ فِی الأَزْدِ يَعْنِی الْيَمَنَ
بادشاہت (یعنی خلافت) قریش میں رہنی چاہیے۔(عہدہ) قضا انصار میں، اذان اہل حبشہ میں اورامانت قبیلہ ازد یعنی یمن میں
شعیب الأرنؤوط کہتے ہیں

رجاله رجال الصحيح غير أبي مريم -وهو الأنصاري- فقد روى له أبو داود والترمذي وهو ثقة.
رجال صحیح کے ہیں سوائے أبي مريم کے جو الأنصاري ہیں ابو داود و ترمذی نے روایت لی ہے ثقه ہیں
راقم کہتا ہے یہ متن شاذ ہے اس پر خلفاء اربعہ کا عمل نہیں ہے
بیت المال کا مقصد ان مدوں میں مال خرچ کرنا ہے جس سے عوامی فلاح و بہبود کا رستہ نکلے –
سوره توبہ میں ہے
اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُـمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّـٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّـٰهِ ۗ وَاللّـٰهُ عَلِيْـمٌ حَكِيْـمٌ (60)
زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور جن کی دلجوئی کرنی ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔
قرآن سوره توبہ میں زکواۃ کے مصارف مقرر ہیں ان میں مال زکواۃ جمع کرنے والے کو ڈیوٹی سر انجام دینے کی وجہ سے اسی جمع شدہ مال میں سے حصہ دینے کا ذکر ہے ، لیکن وہ حصہ کتنا ہو گا اس کا تعین یہ عاملین خود ہی کر لیتے ہیں - بیت المال یا زکواۃ کا مال عاملوں کے ہڑپ کرنے کے لئے سمجھا جانے لگا ہے – لہذا وزیر زکوات کا زکواۃ کے مال پر حج و عمره کرنا بعض ممالک میں معروف ہے
اس خرد برد کے حق میں بعض لوگوں نے جو تصور خلیفہ پیش کیا ہے وہ مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ سادھوں و صوفیوں والا تھا جو صرف نمازیں پڑھاتا رہے اور مال بانٹتا رہے - اسلام کی تعلیم یہ نہیں - اس فرضی خلیفہ کا تصور مہدی کی روایات میں نظر آتا ہے جو بقول راوی مال بانٹے گا –
سوال یہ ہے کہ مال کیا لوگوں میں بانٹ دینے سے حکومت چلتی ہے – حکومت کو تو معاش کے وسائل ، پانی کا انتظام ، نہروں کا نظام، جہاد کا نظام ، مساجد کا انتظام ، جاسوسی کا نظام سب پر دینار و درہم خرچ کرنا ہوتا ہے - اگر حکومت مال بانٹ دے تو انفر اسٹرکچر کیسے بنے گا ؟ جاہل مسلمان راویوں نے اس قسم کی روایات گھڑ کر عوام کو گمراہ کیا - دوسری جانب نصرانیوں کو اس بات کا علم تھا کہ مچھلی مسکین کو دینے کی بجائے اس کو مچھلی پکڑنا سکھائی جائے تو ہی معاشرتی بقا ہے – خود انحصاری کا عمل آج بھی مغربی

ممالک و چین میں دیکھا جا سکتا ہے - دوسری طرف مسلمان ہیں جو کسی مہدی کے منتظر ہیں جو سست اور کام چور مسلمانوں میں مال بانٹے گا

قول زریں یہ ہے کوئی بھی نظم بر باد ہو جاتا ہے اگر اس کو قائم کرنے والے امانت دار نہ ہوں لوگوں نے تصور قائم کیا کہ اسلامی خلافت کا مقصد ایک فلاحی ریاست قائم کرنا ہے – راقم کہتا ہے یہ تصور خود ساختہ ہے – خلافت کا مقصد طبقہ غرباء کو معدوم کرنا ، غلاموں کو آزاد کرنا ، مفت مال و گھر تقسیم کرنا ہرگز نہیں ہے – نہ ایسا دور نبوی میں ہوا کہ غریب ختم ہو گئے ہوں بلکہ ہر شخص کا حق ہے جو اس کو ملے گا – اصل مقصد خلافت کا اللہ کے قانون اور دیے گئے عقائد کا نفاذ ہے - جس میں حدود کا نفاذ ہے ، عدل کا قیام ہے ، زکوات کی تقسیم ہے – یہ تصور کرنا کہ خلافت قائم ہو جانے سے سارے مسلمان فارغ البال ہو جائیں گے محض سراب ہے – لہذا جو بھی خلافت کے احیاء کی بات کرے اس کا ذہن اس حوالے سے بالکل صاف ہونا چاہیے – دور خلفاء اربعہ اور دور نبوی میں غرباء رہے ہیں اور معدوم نہیں ہوئے – ظاہر ہے ان کی ریاست و حکومت شریعت پر قائم تھیں - مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کو نافذ کریں اور برائی کا مقابلہ کریں- یہی خلافت کی غرض و غایت ہے اور کچھ نہیں- اگر امیر و غریب نیکی کر رہے ہیں ، عدل قائم کر رہے ہیں تو خلافت کا مقصد پورا ہو گیا - بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام تو مسلمان ابھی بھی کرتے ہیں – اس التباس کا جواب یہ ہے کہ نیکی یہ نہیں کہ لوگ رسوم ادا کریں بلکہ نیکی توحید ، آخرت ، فرشتوں سے متعلق صحیح عقیدہ کو بیان کرنا ہے جیسا سورہ البقرہ میں موجود ہے- مسلمان حاکم کا اصل کام عقائد کو بیان کرنا اور نیکی کی راہ ہموار کرنا ہے – اس نظم کو قائم کرنا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے

باب ١١ قضاۃ کا تقرر

سورہ ص میں ہے کہ خلافت بنی اسرائیل میں بھی رہی ہے - اللہ تعالی نے داود علیہ السلام کو خلیفہ بنایا

يَا دَاوُوْدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِـعِ الْـهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّـٰهِ ۚ اِنَّ الَّـذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّـٰهِ لَـهُـمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (26)

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی، بے شک جو اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

اگر خلافت کے قیام کے بعد عدل قائم نہیں ہو پاتا تو یہ وہ خلافت نہیں جو مطلوب ہے - دورِ نبوی اور اس کے بعد کی خلافتوں کے دور میں مسجد کو عدالت کی حیثیت حاصل تھی - مقدمات کے فیصلے یہیں ہوتے تھے اور مجرموں کی سزائیں وغیرہ بھی یہیں تجویز ہوتی تھیں۔ البتہ حدود کا قیام مسجد سے باہر ہوتا تھا

قاضی کا تقرر بھی کیا جانا اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری تھا - ہر شہر میں اسی شہر میں سے قاضی مقرر کیا جاتا تھا - خلیفہ کے بعد قاضی کا منصب سب سے اہم ہے – اس کو سورہ المائدہ کی آیات کے تحت وہی حکم دینا ہو گا جو منزل من اللہ ہو - اپنی پسند کا حکم کرنا اور کتاب اللہ سے سرک جانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اگرچہ خود اس کو معلوم نہ ہو -

دور نبوی میں تمام فیصلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے تھے – قرآن میں اس کا صریح حکم ہے

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوٓا اَطِيْعُوا اللّـٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَاِنْ تَنَازَعْتُـمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّـٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُـمْ تُؤْمِنُـوْنَ بِاللّـٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْـرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (59)

اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے-

غیر متصل و ضعیف سند سے سنن ترمذی ۱۳۴۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں) قاضی مقرر کیا تھا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَال سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ عُثْمَانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اذْهَبْ فَاقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ أَوَ تُعَافِينِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ فَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ وَقَدْ كَانَ أَبُوكَ يَقْضِي قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضَى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ أَنْ يَنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَا أَرْجُو بَعْدَ ذَلِكَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ الَّذِي رَوَى عَنْهُ الْمُعْتَمِرُ هَذَا هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ

محمد بن عبدالاعلی، معتمر بن سلیمان، عبدالملک، عبداللہ بن موہب، عثمان، عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ عثمان نے ابن عمر سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرو۔ انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ مجھے اس کام سے صاف رکھیں - عثمان نے پوچھا تم اسے ناپسند کیوں کرتے ہو حالانکہ تمہارے والد بھی تو فیصلے کرتے تھے ابن عمر نے عرض کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جس نے قاضی بن کر لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کیا تو امید ہے کہ وہ برابر چھوٹ جائے اس کے بعد بھی کیا میں اس کی امید رکھوں

امام ترمذی نے کہا : اس حدیث میں ایک واقعہ ہے اس باب میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حدیث منقول ہے۔ ابن عمر کی حدیث غریب ہے میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔ عبدالملک جو معتمر سے نقل کرتے ہیں وہ عبدالملک بن جمیلہ ہیں۔

سنن ابو داود میں ہے

حدَّثنا عمرُو بنُ عونٍ، أخبرنا شريكٌ، عن سماك، عن حَنَشٍ عن عليٍّ قال : بَعَثَنِي رَسُوْلُ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم إِلَي الْيَمَنِ قَاضِيًا، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اﷲِ، تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ، وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فقَالَ : إِنَّ اﷲَ سَيَهْدِي قَلْبَکَ، وَيُثَبِّتُ لِسَانَکَ، فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْکَ الْخَصْمَانِ، فَلاَ تَقْضِيَنَّ حَتَّي تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ، کَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَحْرَي أَنْ يَتَبَيَنَ لَکَ الْقَضَاءُ. قَالَ : فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا أَوْ مَا شَکَکْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ. .

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔ میں عرض گزار ہوا : یا رسول اﷲ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نو عمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : بے شک اﷲ تعالی عنقریب

تمہارے دل کو ہدایت عطا کر دے گا اور تمہاری زبان اس پر قائم کر دے گا۔ جب بھی فریقین تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جیسے تم نے پہلے کی سنی تھی۔ یہ طریقہ کار تمہارے لیے فیصلہ کو واضح کر دے گا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی بھی فیصلہ کرنے میں شک میں نہیں پڑا۔

اس کی سند ضعیف ہے - سماک بن حرب مجروح ہے اور حنش بن المعتمر پر اقوال ہیں

قال ابن حبان: لا يحتج به نا قابل دلیل ہے

امام بخاری نے اس حدیث کو الضعفاء میں روایت کیا ہے اور راوی پر جرح کے حوالے سے نقل کیا ہے یعنی ان کے نزدیک یہ ثابت نہیں

روایت منکر ہے کیونکہ یمن میں معاذ بن جبل اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما کو ولی امر دے کر بھیجا گیا تھا اور وہ وہاں کے فیصلے کرتے تھے - علی رضی اللہ عنہ کو صرف خمس وصول کرنے بھیجا گیا تھا اور علی نوجوان نہیں تھے، شادی شدہ مرد تھے، بچے پیدا کرا چکے تھے لہذا یہ متن موضوع ہے ، یعنی گھڑا ہوا ہے

قاضی کے فیصلے قرون اولی میں قلم بند ہوتے تھے اور باقی شہروں میں رہنمائی کی عرض سے بھیجے جاتے تھے اور ان پر تبصرے بھی ہوتے تھے – صحیح بخاری کی صحیح لغیرہ درجہ کی ایک حدیث ٤٢١١ میں ہے کہ عمر نے کہا وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ ہمارے فیصلے علی کرتے ہیں

صحیح مسلم کے مقدمہ میں حدیث ہے کہ علی نے احکام میں غلطی کی

حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا، وَيُخْفِي عَنِّي، فَقَالَ: «وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا، وَأُخْفِي عَنْهُ»، قَالَ: فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ، فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ، وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ، فَيَقُولُ: «وَاللهِ مَا قَضَى بِهَذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلَّ»

ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ نے ابن عباس کی طرف لکھا اور ان سے گزارش کی کہ خفیہ طور پر علی کے دیے گئے حکم ان کو لکھ بھیجیں ... پس ابن عباس نے علی کے دیے گئے حکم منگوا لئے اور اس میں سے چیزیں لکھیں – ابن عباس ان احکام علی میں سے کسی چیز پر گزرتے تو کہتے و اللہ یہ علی کا حکم نہیں ہو سکتا الا یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے تھے

یہ احکام اس لئے خفیہ منگوائے گئے ہیں کیونکہ علی نے بعض احکام وہ دیے جو ابن عباس کی فقہ میں غلط تھے علی نے بعض حکم دیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں

دیے تھے مثلا کسی کو جلا کر قتل کرنا - علی نے جب ابن سبا کے ہمدردوں کو قتل کیا تو ابن عبّاس بصرہ میں تھے جب ان کو اس کے قتل کا طریقہ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا - صحیح بخاری میں ہے

حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا سفيان، عن ايوب، عن عكرمة، ان عليا رضي الله عنه، حرق قوما فبلغ ابن عباس، فقال: لو كنت انا لم احرقهم لان النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" لا تعذبوا بعذاب الله، ولقتلتهم"، كما قال النبي صلى الله عليه وسلم:" من بدل دينه فاقتلو

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا ان سے ایوب نے ان سے عکرمہ نے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔

شراب کی حد دور نبوی اور دور ابو بکر میں محض جوتوں سے پٹائی تھا – اس میں کوڑے نہیں مارے جاتے تھے – البتہ کہا جاتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے قیاس کیا کہ شرابی نشے میں جھوٹی تہمت لگاتا ہے لہذا اس پر حد قذف جاری کی جائے اور پھر کوڑے مارے جانے لگے – راقم کہتا ہے کہ قاضی شراب نوشی کی سزا کے وقت دونوں فیصلوں کو لے سکتا ہے کہ یا تو صرف جوتے لگوا دے یا اگر واقعی شرابی نے جھوٹی تہمت لگا دی ہے تو کوڑوں کی حد جاری کرے

اگر کسی پر حد قذف جاری ہو تو اس کی شہادت اسلام میں قبول نہیں کی جاتی - ابی بکرہ نے مغیرہ پر الزام لگایا تھا جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ پر حد قذف جاری کی تھی اور ان کی شہادت ساقط کر دی گئی تھی

وَأَبَى أَبُو بَكْرَةَ، فَلَمْ يَقْبَلْ شَهَادَتَهُ (سیر الاعلام النبلاء از الذهبی)

شعیب کہتے ہیں رجاله ثقات، وهو في " تفسير ابن كثير ": 18 / 76

جس پر حد قذف جاری ہو اور اس کی شہادت قبول نہ کی جاتی ہو اس کی بات اب عدالت میں قبول نہیں کی جائے گی

دور بنو امیہ و بنو عباس میں بعض لوگوں کی داڑھیاں بھی بطور سزا مونڈھ دی گئی تھیں مثلا امام ربیعیہ استاذ امام مالک وغیرہ - بعض راویوں پر بنو امیہ نے عجیب احادیث بیان کرنے پر کوڑوں

کی سزا بھی جاری ہوئی مثلا سالم بن ابی جعد و خبیب بن عبد اللہ بن زبیر وغیرہ
ایک سزا پر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا اپس میں اختلاف بھی ہوا – یہ عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا معاملہ تھا جس نے طیش میں آ کر ابو لولو فیروز کی بیٹی کا قتل کر دیا تھا – عثمان رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ اس کی دیت دے دی تھی لیکن علی رضی اللہ عنہ اس کے قتل کے درپے ہوئے یہاں تک کہ عمر کے بیٹے مفرور ہو کر شام چلے گئے

بنو عبّاس کے قاضی ابو یوسف اور قاضی امام محمد کا کردار ہمارے سامنے ہے انہوں نے منصب قاضی کو قبول کیا ہے اور حکومت کے ہر کام میں مداخلت نہیں کی مثلا فلاں مقام پر سڑک کیوں نہیں یا پانی کی ترسیل کیوں نہیں وغیرہ

باب ۱۲ عورتوں کا امور مملکت میں تقرر

راقم کی رائے میں عورت قاضی بن سکتی ہے ، نماز میں امام نہیں بن سکتی اور اس بنا پر حاکم نہیں بن سکتی- امام بخاری صحیح میں روایت پیش کرتے ہیں

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: لَقَدْ نَفَعَنِي اللَّهُ بِكَلِمَةٍ أَيَّامَ الجَمَلِ، لَمَّا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوا ابْنَةَ كِسْرَى قَالَ: «لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً»

حسن نے ابی بکرہ سے روایت کیا کہ اللہ نے مجھے جمل کے دنوں میں ان الفاظ سے مدد کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کہ فارس والوں نے ایک عورت کو حاکم کر دیا ہے تو کہا قوم فلاح نہیں پاتیں اگر ان پر حاکم عورت ہو

یہ روایت اس سند سے منقطع ہے- کتاب موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان کے محقق حسين سليم أسد الدّاراني ایک روایت جو حسن کی ابی بکرہ سے ہے اس پر کہتے ہیں

والحسن لا يروي إلا عن الأحنف، عن أبي بكرة". أي: فيكون ما رواه البخاري منقطعاً

أور حسن روایت نہیں کرتے مگر احنف سے وہ ابی بکرہ سے یعنی جو امام بخاری نے روایت کیا ہے وہ منقطع ہے

كتاب الفتن از أبو عبد الله نعيم بن حماد بن معاوية بن الحارث الخزاعي المروزي (المتوفى: 228هـ) کی روایت اس پر دال ہے

حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: بَايَعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: فَرَآنِي أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا مُتَقَلِّدٌ، سَيْفًا فَقَالَ: مَا هَذَا يَا ابْنَ أَخِي؟ قُلْتُ: بَايَعْتُ عَلِيًّا، قَالَ: لَا تَفْعَلْ يَا ابْنَ أَخِي، فَإِنَّ الْقَوْمَ يَقْتَتِلُونَ عَلَى الدُّنْيَا، وَإِنَّمَا أَخَذُوهَا بِغَيْرِ مَشُورَةٍ، قُلْتُ: فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: امْرَأَةٌ ضَعِيفَةٌ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ يَلِي أَمْرَهُمُ امْرَأَةٌ»

حسن نے احنف بن قیس سے روایت کیا کہ احنف نے کہا: میں نے علی کی بیعت کی پھر اس کے بعد ابی بکرہ کو دیکھا اور میں تلوار لٹکائے ہوئے تھا انہوں نے کہا یہ کیا ہے اے بھتیجے؟ میں نے کہا میں نے علی کی بیعت کی ہے انہوں نے کہا ایسا نہ کرو اے بھتیجے کیونکہ ایک قوم (علی اور ان کے شیعہ) دنیا کے لئے لڑ رہی ہے اور انہوں نے اس (امر خلافت) کو لیے لیا ہے بغیر شوری کے میں نے کہا

اور ام المومنین ؟ ابی بکرہ نے کہا وہ تو بوڑھی عورت ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ قوم فلاح نہ پائے گی جس کی حاکم عورت ہو
روایت اس سند سے صحیح ہے حسن نے اس کو براہ راست ابی بکرہ سے نہیں سنا- راقم کے خیال میں اس روایت کا تعلق اخروی فلاح سے ہے اور یہ قول نبی فارس پر خاص تھا- سن ۹ ہجری میں اہل فارس نے خسرو کی بیٹی آزارمیدختی کو حاکم کیا
Azarmidokhty, daughter of Khosrau II (Chosroes II)
اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی اور اپ نے اس کے باپ کو خط لکھا تھا کہ اسلام قبول کر لو اس کی بیٹی کے انے سے یہ امید کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے ختم ہوئی اور ان کی اخروی فلاح کی امید نہ رہی یہ قول نبوی اہل فارس پر خاص ہے- اس کی دلیل اہل سبا و یمن پر عورت کی حاکمیت ہے جو سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائیں اور ان کی قوم نے اسلام کی صورت اخروی فلاح پائی- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ان کے خط کے تناظر میں ہے
ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد صحیح نہیں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا بطور حاکم نہیں تھیں وہ جنگ میں ایک جنرل تھیں جس کی اسلام میں کوئی ممانعت نہیں ہے صرف عربوں میں یہ بات خلاف رواج تھی کہ ایک عورت جنرل بن گئی ہے لیکن یہ دور فتن تھا اور ال ابی بکر پر سے قتل عثمان کی تہمت ہٹانے کے لئے یہ کرنا ضروری تھا کیونکہ دوسری طرف علی کا لے پالک محمد بن ابی بکر قاتلین میں شامل تھا جس کی پشت پناہی علی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے – ابی بکرہ کے نزدیک علی کی خلافت برحق نہیں تھی وہ بغیر شوری کیے خلیفہ ہوئے لیکن محدثین نے پوری روایت نقل نہ کر کے علمی خیانت کی
ابو بکرہ سے بڑھ کر طلحہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما اس فارس والی روایت کا وہ مطلب نہیں لیتے جو ابی بکرہ نے لیا دونوں ام المومننین کو ایک جنرل اور اولو امر مانتے ہوئے ان کے احکامات پر عمل کرتے رہے
امام مالک کے نزدیک عورتوں کی جماعت بلا محرم حج پر جا سکتی ہے – راقم کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ محرم کی شرط ختم ہو جائے گی – ایک عورت حرہ عراق سے نکلے گی اور یمن تک چلی جائے گی اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا تو ظاہر ہے محرم کی شرط لگانا غیر ضروری ہے – دور عمر میں امہات المومنین نے بھی بلا محرم حج کیا تھا - اس سے معلوم ہوا کہ عورت تنہا سفر کر سکتی ہے اور سواری بھی چلا سکتی ہے

باب ۱۳ غلاموں کے احکام

دور نبوی میں لونڈی و غلام بازار میں فروخت ہوتے تھے – ان میں اکثر وہ لوگ ہوتے تھے جو جنگوں میں قیدی ہوتے تھے - اسلام میں اس کی اجازت تھی لیکن ساتھ ہی مکاتبت یعنی اگریمنٹ کا حکم بھی کیا کہ غلام کو کیا کیا کرنا ہو گا اس کو لکھا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ کس طرح آزاد ہو سکتا ہے -

جنگوں میں لونڈی و غلام صرف مشرک و اہل کتاب سے بنائے جاتے تھے – کوئی مسلمان مرد و عورت لونڈی غلام نہیں بن سکتا – قرآن میں ذکر ہے یہود جنگوں میں اپنے ہی ہم عقیدہ کو قیدی بناتے اور پھر ان کا فدیہ دے کر ان کو چھڑاتے

صحیح بخاری حدیث نمبر: 4318 - 4319 میں ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ. ح وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ، وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ"، وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ"، فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ"، فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے(دوسری سند) اور مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم

سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ہم سے ابن شہاب کے بھتیجے (محمد بن عبداللہ بن شہاب نے) بیان کیا کہ محمد بن شہاب نے کہا کہ ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت دینے کھڑے ہوئے، انہوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ان کا مال اور ان کے (قبیلے کے قیدی) انہیں واپس دے دئیے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ تم لوگ دیکھ رہے ہو، میرے ساتھ کتنے اور لوگ بھی ہیں اور دیکھو سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے تم لوگ ایک ہی چیز پسند کر لو یا تو اپنے قیدی لے لو یا مال لے لو۔ میں نے تم ہی لوگوں کے خیال سے (قیدیوں کی تقسیم میں)تاخیر کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہو کر تقریباً دس دن ان کا انتظار کیا تھا۔ آخر جب ان پر واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم اپنے (قبیلے کے) قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کیا، اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق ثنا کرنے کے بعد فرمایا: امابعد! تمہارے بھائی (قبیلہ ہوازن کے لوگ) توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں، مسلمان ہو کر اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دئیے جائیں۔ اس لیے جو شخص (بلا کسی دنیاوی صلہ کے) انہیں اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے یہ بہتر ہے اور جو لوگ اپنا حصہ نہ چھوڑنا چاہتے ہوں، ان کا حق قائم رہے گا۔ وہ یوں کر لیں کہ اس کے بعد جو سب سے پہلے غنیمت اللہ تعالیٰ ہمیں عنایت فرمائے گا اس میں سے ہم انہیں اس کے بدلہ دے دیں گے تو وہ ان کے قیدی واپس کر دیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم خوشی سے (بلا کسی بدلہ کے) واپس کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ہمیں اس کا علم نہیں ہو گا کہ کس نے اپنی خوشی سے واپس کیا ہے اور کس نے نہیں، اس لیے سب لوگ جائیں اور تمہارے چودھری لوگ تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔ چنانچہ سب واپس آ گئے اور ان کے چودھریوں نے ان سے گفتگو کی پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سب نے خوشی اور فراخ دلی کے ساتھ اجازت دے دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہی ہے وہ حدیث جو مجھے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

مدینہ میں دور عمر میں فتح فارس کی وجہ سے غلاموں کی کثرت ہو گئی تھی - خلیفہ وقت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ایک مجلس میں اس کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ اتنے غلام ایک شہر میں جمع کرنا

مناسب نہیں ہے - لیکن پھر بھی شاید اتنے غلاموں کو کہیں اور بسایا بھی نہیں جا سکتا اور بالکل تنہا بھی نہیں چھوڑا جا سکتا- افسوس کچھ دنوں بعد جب اندھیرے میں عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لئے امامت شروع کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کرتے ہیں ایک فارسی غلام آگے بڑھتا ہے اور خنجر کا وار کر کے معدہ کاٹ ڈالتا ہے اور بھاگتا ہے، اس کو پکڑنے کے لئے مسلمان پیچھا کرتے ہیں ، لیکن وہ اپنے آپ کو ہی قتل کر دیتا ہے اور اس طرح اسلام میں پہلا خود کش حملہ مکمل ہوتا ہے- عمر رضی اللہ عنہ، ابن عبّاس رضی اللہ سے پوچھتے ہیں خنجر کس نے مارا ؟ بتایا جا تا ہے کہ ایک عجمی غلام نے! اپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یہ کام کسی مسلمان نے نہیں کیا- عمر کہتے ہیں آپ اور آپ کے باپ ہی سب سے زیادہ غلام مدینہ میں چاہتے تھے- ابن عباس کہتے ہیں اب آپ بس حکم کر دیں (یعنی حکم کریں کہ غلاموں کو قتل کر دیں)- عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نہیں اب یہ ہماری زبان بولتے ہیں ، ہمارے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں- اس سے معلوم ہوا کہ غلام جمع کرنے کا مسلمانوں کو ہی نقصان ہوا –

یہ تو دور نبی کا ایک منفرد واقعہ ہے – نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمہ للعالمین تھے –

قرآن میں سورہ النور میں لونڈیوں سے متعلق خاص حکم دیا گیا کہ انکا خیال رکھا جائے –

سورة النور میں ہے

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

تم میں سے جو مرد عورت بےنکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے، تمہارے غلاموں میں جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کردیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو۔ اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو، تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی

ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو انہیں مجبور کر دے تو اللہ تعالیٰ ان پر جبر کے بعد بخشش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے

ظاہر ہے جو کتاب اللہ لونڈی خریدنے کے بعد اتنی پابندی لگا رہی ہے اسکی شریعت میں اس کو حاصل کرتے وقت تو اس سے زیادہ احتیاط ہو گی - لونڈی خریدتے وقت کیا کوئی پابندی لگے گی یا نہیں اور کیا اس کو ٹٹول کر دیکھا جائے گا اس پر روایات کہتی ہیں

۲۰۰ سال کے اندر لوگوں نے روایات بیان کی جن کو اب یہاں پیش کیا جائے گا - پڑھ کر آپ کو بھی پسینہ آ جائے گا کہ ان روایات کی عملی شکل کتنی خوفناک ہو گی -

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات

مصنف عبد الرزاق کی روایات کے مطابق

عبد اللہ ابن عمر سے متعلق لوگ بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کوئی لونڈی خریدنا ہوتی تو اس کی پیٹھ، پیٹ اور پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھتے تھے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے اور سینے پر پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر دیکھتے تھے۔

ایک میں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو – أَوْ أَبُو الزُّبَيْرِ -، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: " أَنَّهُ وَجَدَ تُجَّارًا مُجْتَمِعِينَ عَلَى أَمَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ بَعْضِ سَاقِهَا، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى بَطْنِهَا

وہ پنڈلیوں کو کھلواتے یعنی کپڑا ہٹواتے اور پیٹ پر ہاتھ رکھتے

اس میں ابن جریج مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے روایت ضعیف ہے

دوسری روایت

عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ جَارِيَةً، فَرَاضَاهُمْ عَلَى ثَمَنٍ، وَضَعَ يَدَهُ عَلَى عَجُزِهَا، وَيَنْظُرُ إِلَى سَاقَيْهَا وَقُبُلِهَا – يَعْنِي بَطْنَهَا –

سند مین أيوب بن أبي تميمة السختياني مدلس عن سے روایت کر رہا ہے لہذا روایت ضعیف ہے

آگے عبد الرزاق لکھتے ہیں عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ

اس میں معمر مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے

مصنف عبد الرزاق میں ایک اور سند ہے

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: «وَضَعَ ابْنُ عُمَرَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهَا، ثُمَّ هَزَّهَا»
مجاہد کا بیان ہے کہ ابن عمر نے پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اس کو جھنجھوڑا
اسکی سند میں ابن ابی نجیح کا سماع مجاہد سے ثابت نہیں ہے
اوپر والی تمام روایات میں سماع کا مسئلہ ہے

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ أَمْشِي فِي السُّوقِ فَإِذَا نَحْنُ بِنَاسٍ مِنَ النَّخَّاسِينَ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَى جَارِيَةٍ يُقَلِّبُونَهَا، فَلَمَّا رَأَوَا ابْنَ عُمَرَ تَنَحَّوْا وَقَالُوا: ابْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ، فَدَنَا مِنْهَا ابْنُ عُمَرَ فَلَمَسَ شَيْئًا مِنْ جَسَدِهَا، وَقَالَ: «أَيْنَ أَصْحَابُ هَذِهِ الْجَارِيَةِ، إِنَّمَا هِيَ سِلْعَةٌ»
مجاہد کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کے ساتھ بازار میں چل رہا تھا کہ ہم غلاموں بچنے والوں کے پاس پہنچے جو ایک لونڈی سے الٹ پلٹ کرنے کی کوشش رہے تھے اور بولے ابن عمر آ گئے – ابن عمر ان تک آئے اور انہوں نے لونڈی کو چھوا اور کہا اس کے مالک لوگ کون ہیں یہ تو عمدہ بچنے کی (چیز) ہے

مجاہد آخری عمر میں اختلاط کا شکر تھے منصور ابن المعتمر اس روایت کو مجاہد سے نقل کرتے ہیں
سنن الکبری البیہقی کی روایت ہے
أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ الْعَدْلُ , بِبَغْدَادَ , أنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ , ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ , ثنا ابْنُ نُمَيْرٍ , عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ , عَنْ نَافِعٍ , عَنِ ابْنِ عُمَرَ , " أَنَّهُ كَانَ إِذَا اشْتَرَى جَارِيَةً كَشَفَ عَنْ سَاقِهَا وَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهَا , وَعَلَى عَجُزِهَا " وَكَأَنَّهُ كَانَ يَضَعُهَا عَلَيْهَا مِنْ وَرَاءِ الثَّوْبِ
نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی الله عنہ جب بھی کنیز عورت خریدتے تو وہ جاریہ کی پنڈلیوں کو عریاں کرتے ، اپنے ہاتھ جاریہ کے پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھتے اور کولھوں پر ہاتھ رکھتے۔ گویا کہ وہ ہاتھ کپڑے کے پیچھے سے رکھتے
البانی ارواء الغلیل فی التخریج الاحادیث ح ۱۷۹۲ میں اسکو السند صحیح کہتے ہیں

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے
نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ الْجَارِيَةَ وَضَعَ يَدَهُ

عَلَى أَلْيَتَيْهَا، وَبَيْنَ فَخِذِهَا، وَرُبَّمَا كَشَفَ عَنْ سَاقَيْهَا»

ابن عمر جب لونڈی خریدتے تو اس کے کولہوں پر ہاتھ رکھتے اور اس کی رانوں پر اور بعض اوقات اس کی پنڈلیوں کو عریاں کرتے

قاضي الموصل عليُّ بْنُ مُسْهِرٍ إس روایت کو عبید الله بن عمر سے نقل کرتے ہیں

روایات متنا معلول ہیں کیونکہ اس میں ہے کہ ابن عمر رضی الله عنہ کپڑے ہٹا کر معاینہ کرتے جبکہ اس طرح سر عام بازار میں لونڈیوں کو دیکھنا بھیڑ بکری دیکھنے برابر ہے اور یہ منظر مکہ و مدینہ کا ہے یا الف لیلہ کا ہے - اس طرح بازار میں جہاں با پردہ اور حیا و عفت والی مسلم خواتین بھی ہوں وہاں کا یہ منظر سراسر غلط ہے اور صحابہ پر بعض محدثین کا اتہام ہے

روایات میں عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ کا تفرد ہے جو ثقہ ہیں لیکن ہم قبول نہیں کریں گے اس کو ان کا وہم اور شبہ کہیں گے

ابن مسعود رضی الله عنہ سے منسوب

ابن مسعود کے اصحاب کے حوالے سے روایت ہے

عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ الْمَكْتَبِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَمَةِ: تُبَاعُ مَا أُبَالِي إِيَّاهَا مَسَسْتُ، أَوِ الْحَائِطَ

اصحاب ابن مسعود : جہاں چاہتے چھوتے یا ہاتھ رکھتے

اس روایت میں ہے بعض سے روایت کرتے یہ کون تھے کچھ پتا نہیں لہذا ضعیف روایت ہے

علی رضی الله عنہ سے منسوب روایات

علی رضی الله عنہ سے لونڈی کی پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں۔ وہ (بازار میں) اسی لیے تو کھڑی ہے کہ ہم (دیکھ بھال کر) اس کا بھاو لگا سکیں۔اس قول کی سند ہے

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ أُصَدِّقُ عَمَّنْ، سَمِعَ عَلِيًّا، يَسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تُبَاعُ أَيَنْظُرُ إِلَى سَاقِهَا، وَعَجُزِهَا، وَإِلَى بَطْنِهَا؟. قَالَ: «لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، لَا حُرْمَةَ لَهَا، إِنَّمَا وَقَفَتْ لِنُسَاوِمَهَا»

اس میں مجھول راوی ہے

ابن عباس رضی الله عنہ سے منسوب روایت

بیہقی سنن الکبری میں ابن عباس رضی الله عنہ کی حدیث ہے

عَنْ عِيسَى بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ أَرَادَ شِرَاءَ جَارِيَةٍ أَوِ اشْتَرَاهَا فَلْيَنْظُرْ إِلَى جَسَدِهَا كُلِّهِ إِلَّا عَوْرَتَهَا، وَعَوْرَتُهَا مَا بَيْنَ مَعْقِدِ إِزَارِهَا إِلَى رُكْبَتِهَا " ...... قَالَ أَبُو أَحْمَدَ رَحِمَهُ اللهُ: هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ قَالَ الشَّيْخُ: فَهَذَا إِسْنَادٌ لَا تَقُومُ بِمِثْلِهِ حُجَّةٌ وَعِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ ضَعِيفٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، وَهُوَ أَيْضًا ضَعِيفٌ

عِيسَى بْنِ مَيْمُونٍ، مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ سے وہ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی لونڈی خریدنے یا بیچنے کا ارادہ رکھتا ہو،اسے چاہیئے کہ وہ لونڈی کا سارا جسم دیکھے،سوائے ستر کے۔ اور اس کا ستر اس کے ازار باندھنے کی جگہ سے لیکر گھٹنوں تک ہے۔

بیہقی کہتے ہیں عیسیٰ بن میمون ضعیف ہے اور محمد بن کعب بھی ضعیف ہے

ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کی روایت

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے

حدثنا وكيع عن حماد بن سلمة عن حكيم الأثرم عن أبي تميمة عن أبي موسى أنه خطبهم فقال لا أعلم رجلا اشترى جارية فنظر إلى ما دون الجارية وإلى ما فوق الركبة إلا عاقبته

أبي تميمة الهجيمي کہتے ہیں میں نے ابو موسی کو کہتے سنا اگر مجھے پتا چلا کہ لونڈی خریدتے وقت خریدار نے اس کی ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر والے حصے کو دیکھا ہے، تو میں اسے سزا دوں گا۔

اس کی سند میں حکیم الاثرم ہے جس کی ایک دوسری روایت کو بخاری نے تاریخ الکبیر میں لکھا ہے (جس میں کاہن کی تصدیق سے منع کیا گیا ہے اور بیوی کی دبر سے جماع سے) اور اس کے لئے کہا ہے اس روایت کی متابعت نہیں ہے اور کہا وَلا يُعرفُ لأَبِي تَمِيمة سماعٌ مِنْ أَبِي هُرَيرَةَ. ابی تمیمہ کا سماع ابو ہریرہ سے نہیں ہے

لوگوں نے بخاری کی اس بات کو حکیم الاثرم پر جرح سمجھا ہے جبکہ یہ جرح نہیں عدم سماع کی بات ہے- شعَيب الأرنؤوط نے سنن ابو داود پر تحقیق میں واضح کیا ہے کہ ابو تمیمہ طریف بن مجالد الهُجيمي ہے (كتاب جامع التحصيل از العلائي (المتوفى: 761هـ) یہی رائے دارقطنی کی ہے) اور ان کا سماع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے دوم شعَيب الأرنؤوط نے حکیم کی روایت کو سنن ابو داود کی تحقیق میں صحیح کہا ہے احمد شاکر ، البانی ، حسين سليم أسد الداراني بھی حکیم کی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں

البزاز کہتے ہیں حکیم منکر الحدیث ہے
النسائي کہتے ہیں حکیم الاثرم میں : لیس به بأس کوئی برائی نہیں ہے
ابن خلفؤن اور ابن حجر کہتے ہیں حکیم کے لئے علي ابن المديني نے کہا یہ ثقہ ہے
ابن حبان اس کو ثقہ کہتے ہیں اور اپنی صحیح میں اسکی روایت بھی لکھی ہے

ابو عبيد الآجري (جمہور محدثین کے نزدیک غیر مجهول) کے مطابق ابو داود اسکو ثقہ کہتے ہیں
ابن قطلوبغا کے مطابق حکیم ثقہ ہے اور الذهبی کے مطابق یہ صدوق ہے
ان دلائل کی موجودگی میں ابو موسی رضی الله عنہ کے قول کو مطلقا رد بھی نہیں کیا جا سکتا واضح رہے اس روایت سے ستر متعین نہیں ہوتا بلکہ اس میں اس مقام کو دیکھنے پر سخت سزا ہے – جب دیکھنا منع ہے تو ظاہر ہے چھونا تو پھر بھی منع ہو گا جو ابن عمر رضی الله عنہ کا عمل بتایا جاتا ہے اس سے ظاہر ہے یہ ابن عمر کا عمل نہیں ہو سکتا

سعید ابن مسیب سے منسوب روایت

اس طرح کا قول تابعی سعید ابن مسیب سے بھی منسوب کیا گیا ہے
عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ: «يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى كُلِّ شَيْءٍ فِيهَا، مَا عَدَا فَرْجَهَا»
اس میں مجهول راوی ہے

عطا بن ابی رباح سے منسوب قول

مصنف عبد الرزاق میں ہے
عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: الرَّجُلُ يَشْتَرِي الْأَمَةَ، أَيَنْظُرُ إِلَى سَاقَيْهَا، وَقَدْ حَاضَتْ، أَوْ إِلَى بَطْنِهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ عَطَاءٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ «يَضَعُ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهَا، وَيَنْظُرُ إِلَى بَطْنِهَا، وَيَنْظُرُ إِلَى سَاقَيْهَا، أَوْ يَأْمُرُ بِهِ»
اسکی سند میں ابْنِ جُرَيْجٍ مدلس عن سے روایت کر رہا ہے لہذا روایت ضعیف ہے

ان روایات کو ایک ہی دور کے لوگوں نے بیان کیا ہے مثلا عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، ابن جریج، ایوب اور ابن الزبیر، مجاہد نے بیان کیا ہے اور یہ سب اس کو چند اصحاب رسول مثلا ابن عمر رضی الله عنہ ، ابن مسعود رضی الله عنہ ، علی رضی الله عنہ سے منسوب کرتے ہیں

فقہاء کی متضاد آراء

ابن حزم کتاب المحلی بالآثار میں لکھتے ہیں
وَأَمَّا النَّظَرُ إلَى الْجَارِيَةِ يُرِيدُ ابْتِيَاعَهَا فَلَا نَصَّ فِي ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَلَا حُجَّةَ فِيمَا جَاءَ عَنْ سِوَاهُ.
وَقَدْ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ -: فَصَحَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ إبَاحَةُ النَّظَرِ إلَى سَاقِهَا وَبَطْنِهَا وَظَهْرِهَا، وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى عَجُزِهَا وَصَدْرِهَا – وَنَحْوِ ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ، وَلَمْ يَصِحَّ عَنْهُ.
اور لونڈی خریدتے وقت اس کو دیکھنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص مروی نہیں ، اور اس کے علاوہ جو منقول ہے وہ قابل حجت نہیں
اور اس میں لوگوں کا اختلاف ہوا اور انہوں نے ابن عمر (کی روایات کو) صحیح کر دیا کہ لونڈی کی پنڈلی ، پیٹ اور پشت کو دیکھنا مباح ہے یہاں تک کہ (کہا) اس کی پشت اور سینے پر ہاتھ رکھا کرتے تھے اور اسی طرح علی سے بیان کیا – اور یہ صحیح نہیں
فقہ مالکی کی کتاب مواهب الجليل في شرح مختصر خليل از شمس الدين الحطاب الرُّعيني المالكي (المتوفى: 954هـ) کے مطابق
وَأَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ مَا يَفْعَلُونَ فِي هَذَا الزَّمَانِ أَنَّهُ يَحْبِسُ صَدْرَهَا وَثَدْيَهَا وَهُوَ أَشَدُّ مِنْ النَّظَرِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي الصِّيَامِ وَلَا يَجُوزُ بِاتِّفَاقٍ فِيمَا أَعْلَمُ لَا سِيَّمَا مِنْ بَعْضِ مَنْ لَا يَتَّقِي اللَّهَ – تَعَالَى – انْتَهَى. فَظَاهِرُهُ أَنَّ النَّظَرَ إلَى الصَّدْرِ وَالثَّدْيِ لَا يَجُوزُ
اور بہت برا ہے جو آجکل کے زمانے میں کیا جاتا ہے کہ وہ لونڈی کا سینہ اور پستان چیک کرتے ہیں اور یہ ... باتفاق جائز نہیں ہے جیسا ہمیں علم ہے خاص طور پر بعض لوگ اسکو کرتے ہیں جو اللہ سے نہیں ڈرتے انتہی پس ظاہر ہے اس پر نظر ڈالنا سینہ اور پستان پر جائز نہیں
احکام القرآن میں ابو بکر جصاص سورہ النور کی آیت پر بحث میں لکھتے ہیں کہ
وهذا الذي ذكر من تحريم النظر في هذه الآية إلا ما خص منه إنما هو مقصور على الحرائر دون الإماء ؛ وذلك لأن الإماء لسائر الأجنبيين بمنزلة الحرائر لذوي محارمهن فيما يحل النظر إليه , فيجوز للأجنبي النظر إلى شعر الأمة وذراعها وساقها وصدرها وثديها كما يجوز لذوي المحرم النظر إلى ذات محرمه ; لأنه لا خلاف أن للأجنبي النظر إلى شعر الأمة.
وروي أن عمر كان يضرب الإماء ويقول : " اكشفن رءوسكن ولا تتشبهن بالحرائر " فدل على أنهن بمنزلة ذوات المحارم.

اس آیت میں نظر کی جو حرمت ہے تو یہ خاص آزاد عورتوں کے لئے ہے لونڈیوں کے لئے نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ لونڈیاں تمام اجنبیوں کے لئے .... ان پر نظر حلال ہے پس اجنبی کے لئے جائز ہے کہ وہ لونڈی کے بال دیکھے اور اس کے بازو اور پنڈلیاں اور سینہ اور پستان

البانی کتاب جلباب المرأة المسلمة میں اس پر ابو بکر جصاص پر برستے ہیں اور لونڈی کے کیسے بھی پردہ تھا پر کہتے ہیں

وقالوا: "فيجوز للأجنبي النظر إلى شعر الأمة وذراعها وساقها وصدرها وثديها"1.

وهذا -مع أنه لا دليل عليه من كتاب أو سنة- مخالف لعموم قوله تعالى: {وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ} [الأحزاب: 59] فإنه من حيث العموم كقوله تعالى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا} الآية [النساء: 43] ولهذا قال أبو حيان الأندلسي في تفسيره: "البحر المحيط" "7/ 250":

"والظاهر أن قوله: {وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ} يشمل الحرائر والإماء، والفتنة بالإماء أكثر؛

اور (مخالف) کہتے ہیں – "پس اجنبی کے لئے جائز ہے کہ لونڈی کے بال پر بازو پر پنڈلی پر سینہ پر اور پستان پر نظر ڈالے " اور یہ ہے انکی دلیل جس پر ان کے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اور عمومی طور پر الله تعالی کے قول کی مخالفت ہے کہ {وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ} [الأحزاب: 59] پس میں عمومی بات ہے قوله تعالى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا} الآية [النساء: 43] اور اسی وجہ سے أبو حيان الأندلسي اپنی تفسیر آلبحر المحيط 7/ 250 میں کہتے ہیں:

والظاهر أن قوله: {وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ} يشمل الحرائر والإماء، والفتنة بالإماء أكثر؛

اور ظاہر ہے کہ قول وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ میں آزاد عورتوں کے ساتھ لونڈیاں بھی شامل ہیں اور اکثر فتنہ انھی کی وجہ سے ہوتا ہے

البانی صاحب بھی ایک متناقض شخصیت تھے ابھی اوپر انکی پچھلی کتاب میں اس پرابن عمر سے روایت کو صحیح کہا جس میں لونڈی کو سر عام ٹٹولا جا رہا تھا انکو اس کو سند صحیح لگی اور اب اس کتاب میں جا کر کہا کہ لونڈیاں پردہ کرتی تھیں یہ کیسا پردہ تھا کہ ہر نا محرم ہاتھ ڈال کر سب کچھ چیک کر لیتا تھا؟

البانی الضیفہ ج ۲ ص ۳۷۳ ،تحت الحدیث ۹۵۶ میں جا کر لکھتے ہیں
بل هذا ما صرح به بعضهم ، فقالوا : فيجوز للأجنبي النظر إلى شعر الأمة وذراعها وساقها وصدرها وثديها " ذكره الجصاص في " أحكام القرآن " (3 / 390) ، ولا يخفى ما في ذلك من فتح باب الفساد ، مع مخالفة عمومات النصوص التي توجب على النساء إطلاقا التستر ، وعلى الرجال غض البصر
بعض حضرات نے بالصراحت اجنبی کیلئے لونڈی کے بالوں، بازوؤں، پنڈلیوں، سینہ اور پستان کو دیکھنے کے جواز قائم کر لیئے۔ جیسا کہ ابو بکر الجصاص حنفی نے احکام القرآن میں ذکر کیا ہے۔ اور اس سے فساد کا جو دروازہ کھل سکتا ہے،وہ کسی سے مخفی نہیں۔ پھر یہ عورتوں پر پردے کے وجوب اور مردوں پر نگاہ نیچی رکھنے والی نصوص کی بھی مخالفت ہے۔
البانی الضعیفۃ 410/6، تحت الحدیث 424 ہی میں لکھتے ہیں
و اعلم أنه لم يثبت في السنة التفريق بين عورة الحرة , و عورة الأمة, وقدذكرت ذلك مع شيء من التفصيل في كتابي " حجاب المرأة المسلمة " فليرجع إليه من شاء
اور جان لو کہ سنت میں آزاد عورت اور لونڈی کے ستر میں کوئی فرق ثابت نہین ہے۔ اس پر میں نے کچھ تفصیل اپنی کتاب "حجاب المرآۃ المسلمہ" میں ذکر کی ہے۔ جو کوئی چاہے،اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔
البانی کی اس رائے سے راقم متفق نہیں کہ لونڈیاں پردہ کرتی تھیں لیکن جو چیز واضح ہے کہ البانی نے اپنی ارواء الغلیل فی التخریج الاحادیث میں تصحیح کردہ ابن عمر رضی الله عنہ والی روایت سے رجوع کیا کیونکہ وہ الضعیفہ سے پہلے کی تالیف ہے
واضح رہے کہ خریدنے کے بعد چھونا جائز تھا لیکن یہ تمام بحث خریدنے سے پہلے پر ہے جیسا کہ دیکھا اس بات پر فقہاء مختلف رائے ہیں ایک اس کام کو الله کے خوف سے عاری لوگوں کا عمل کہتا ہے تو دوسرا اس کو عین آیات قرانی کے مطابق استنباط-
بعض فقہاء کا اس کے تناظر میں آیات حجاب سے استدلال کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ یہ لا تعلق چیزیں ہیں -خود روایات اتنی مظبوط نہیں کہ ان کو قبول کر لیا جائے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا تو حکم تھا لا تنظر المرأة إلي عورة المرأة ایک عورت دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے اس میں المرأة کا لفظ ہے جو آزاد اور لونڈی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے – لونڈی اور آزاد عورت کے ستر میں کوئی فرق نہیں اور اس کا پردے کی آیات سے بھی کوئی تعلق نہیں کیونکہ حجاب لباس پر لیا جاتا ہے اور لباس ستر کو ڈھانپتا ہے – دوم آیات حجاب کے نزول سے قبل بھی لونڈی کا ستر وہی تھا جو ایک آزاد عورت

کا ہوتا ہے کیونکہ شرم و حیا اصول ہے جس میں ناسخ و منسوخ نہیں ہوتا لہذا لونڈی کا ستر دیکھنے کی روایات غیر معتبر ہیں

ان روایات کو جاری کرنے کا یقینا کوئی مقصد تھا - افسوس ان روایات پر اسلامی ممالک جو مغاربہ میں تھے یعنی شمالی افریقہ میں ، ان میں عمل جاری تھا کہ لونڈیوں کو اس طرح چیک کیا جاتا تھا جس پر الجصاص نے جرح کی تھی

باب ١٤ بغاوت یا خروج کرنے والے

عیسیٰ علیہ السلام کا قول انجیل متی میں درج ہے کہ

Put your sword back in its place," Jesus said to him, "for all who draw the sword will die by the sword.

اپنی تلوار کو واپس اس کے مقام پر رکھ - وہ جو تلوار دراز کرے گا ، وہ اسی سے ہلاک ہو گا

ایسا خروج جس میں جان بچنا ممکن نہ ہو وہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے - أهل سنت و اہل تشیع کہتے ہیں مومن خلیفہ کے خلاف خروج کرنا حرام ہے- ہر خروج کا مطلب قتال بالسیف ہے- خروج و فساد کی حد قرآن سورہ المائدہ میں موجود ہے

اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوٓا اَوْ يُصَلَّبُوٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِـمْ وَاَرْجُلُـهُـمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَـهُـمْ خِزْىٌ فِى الـدُّنْيَا ۖ وَلَـهُـمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ان کی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں، یہ ذلت ان کے لیے دنیا میں ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے-

یہ فساد برپا کرنے کی سزا ہے - جو خروج کرے اس کے اوپر اسی حکم کو لگایا گیا ہے - بنو امیہ اور بنو عباس نے اسی حد کو جاری کیا ہے ہر خروج کرنے والے کا قتل ہوا ہے ان کو قتل یا سولی دی گئی ہے مثلا حسین رضی اللہ عنہ یا ابن زبیر یا زید بن علی بن حسین - معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی پر خارجی کی حد جاری کی ہے اس کو قتل کیا ہے - اسی آیت کے تحت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ایک شخص کو سولی دی اور ائمہ اہل تشیع کے مطابق خلیفہ اس کے تحت الگ الگ حکم کر سکتا ہے- الکافی از کلینی باب حد المحارب میں موجود ہے

امراء کے خلاف خروج کے جواز پر صحیح مسلم کی ایک حدیث ١٧٩ ہے جس کو حربی تنظیموں کے جہادی مینول میں ضرور لکھا جاتا ہے

صحیح مسلم: ح ١٧٩ كِتَابُ الْإِيمَانِ (بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ، وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، وَأَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِبَانِ) صحیح مسلم: کتاب: ایمان کا بیان (باب:

برائی سے روکنا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے ، نیز نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض ہے)

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمِسْوَرِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍقَالَ أَبُو رَافِعٍ: فَحَدَّثْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَيَّ، فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةَ فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَعُودُهُ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ صَالِحٌ: وَقَدْ تُحُدِّثَ بِنَحْوِ ذَلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ،

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے اس کی امت میں سے حواری نہ ہوں اور اصحاب نہ ہوں جو اس کے طریقے پر چلتے ہیں اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں جو زبان سے کہتے ہیں اور کرتے نہیں اور ان کاموں کو کرتے ہیں جن کا حکم نہیں۔ پھر جو کوئی ان نالائقوں سے لڑے ہاتھ سے وہ مؤمن ہے اور جو کوئی لڑے زبان سے وہ بھی مؤمن ہے اور جو کوئی لڑے ان سے دل سے (ان کو برا جانے) وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں

ابورافع نے کہا: میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے نہ مانا اور انکار کیا۔ اتفاق سے میرے پاس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور قناۃ (مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے) میں اترے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مجھے اپنے ساتھ لے گئے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عیادت کو میں ان کے ساتھ گیا۔ جب ہم بیٹھے تو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا جیسے میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا تھا۔ صالح بن کیسان نے کہا کہ حدیث ابورافع سے اسی طرح بیان کی گئی ہے

کتاب "جامع العلوم والحکم" (ص 282) کے مطابق احمد نے کہا یہ حدیث منکر ہے

قال الإمام أحمد: هذا حديث منكر، وهو خلاف الأحاديث التي أمر رسول اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم- فيها بالصبر على جور الأئمة

وقال مرة: جعفر هذا هو أبو عبد الحميد بن جعفر، والحارث بن فضيل ليس بمحفوظ الحديث، وهذا الكلام لا يشبه كلام ابن مسعود، ابن مسعود يقول: قال رسول اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم-: "اصبروا حتى تلقوني" (1).

امام احمد نے کہا یہ حدیث منکر ہے یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ائمہ کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم ہے

ایک بار کہا یہ جعفر ، عبد الحمید بن جعفر کا باپ ہے اور حارث بن فضیل کی حدیث محفوظ نہیں ہے اور یہ کلام ابن مسعود کے کلام جیسا بھی نہیں ہے - ابن مسعود کہتے تھے رسول اللہ -صلی اللَّه علیه وسلم نے فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو

امام احمد کے قول سے معلوم ہوا کہ یہ جعفر بن عبد اللہ بن الحکم جس سے سند سے الحارث بن فضیل کی حدیث غیر محفوظ ہے – اس کو یحیی القطان اور سفیان ثوری نے ضعیف بھی قرار دیا ہے

وقال أبو داود: سمعت أحمد ذكر عبد الحميد بن جعفر. فقال: ليس به بأس، قد احتمله الناس، سمعت أحمد. قال: قال يحيى: كان سفيان الثوري يضعف حديث عبد الحميد بن جعفر. «سؤالاته» (193) .

راقم کہتا ہے یہ روایت معلول ہے اس کا ذکر کتاب السنہ میں ابو بکر الخلال نے بھی امام احمد کے حوالے سے کیا ہے

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ذَكَرَ حَدِيثَ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ فُضَيْلٍ الْخَطْمِيِّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «يَكُونُ أُمَرَاءٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ» . قَالَ أَحْمَدُ: جَعْفَرٌ هَذَا هُوَ أَبُو عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَالْحَارِثُ بْنُ فُضَيْلٍ لَيْسَ بِمَحْمُودِ الْحَدِيثِ، وَهَذَا الْكَلَامُ لَا يُشْبِهُهُ كَلَامُ ابْنُ مَسْعُودٍ. ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي»

احمد نے کہا : جعفر یہ أَبُو عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ ہے اور الْحَارِثُ بْنُ فُضَيْلٍ حدیث میں پسندیدہ نہیں ہے اور یہ کلام ابن مسعود کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتا اور ابن مسعود کا تو کہنا تھا صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو

صحيح بخاري کی روایت ہے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُهْلِكُ النَّاسَ هَذَا الحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوهُمْ» قَالَ: مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا شعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ

مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا ، کہاہم سے ابومعمر اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا ، کہاہم سے ابواسامہ نے بیان کیا ، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ، ان سے ابوالتیاح نے ، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضي الله عنہ نے بیان کیا کہ نبي صلي الله علیہ وسلم نے فرمایا : اس قریش کا یہ محلہ لوگوں کو ہلاک وبرباد کردے گا- صحابہ نے عرض کیا : اس وقت کے لیے آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں ؟ نبی صلي الله علیہ وسلم نے فرمایا : کاش لوگ ان سے الگ رہتے - محمود بن غیلان نے بیان کیا کہ ہم سے ابوداود طیالسي نے بیان کیا ، کہا ہم کو شعبہ نے خبردي ، انہیں ابوالتیاح نے ، انہوں نے ابوزرعہ سے سنا

یہاں محلہ سے مراد بنو امیہ لئے جاتے ہیں اور اس طرح عثمان و معاویہ اور ما بعد کے خلفاء کے خلاف خروج شرعی کا جواز بیان کیا گیا ہے

مسند احمد میں امام احمد اس کو منکر کہتے ہیں

حدثنا محمَّد بن جعفر، حدثنا شُعبة، عن أبي التَّيَّاح، قال: سمعت أبا زُرعة، يحدث عن أبي هريرة، عن النبي – صلى الله عليه وسلم -، قال: "يُهلِكُ أمتي هذا الحيُّ من قريبٌ"، قالوا: في تأمُرُنا يا رسول الله؟، قال: "لو أن الناس اعتزلوهم". [قال عبد الله بن أحمد]: وقال أبي- في مرضه الذي مات فيه: اضرب على هذا الحديث، فإنه خلافُ الأحاديث عن النبي – صلى الله عليه وسلم -، يعني قوله: "اسمعوا وأطيعوا واصبروا".

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو یہ محلہ جلد ہی ہلاک کرے گا ہم نے پوچھا آپ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں اے رسول اللہ ! فرمایا کاش کہ لوگ ان سے الگ رہتے عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے اس حالت مرض میں (اس روایت کے بارے میں) پوچھا جس میں ان کی وفات ہوئی احمد نے کہا اس حدیث کو مارو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف ہے یعنی سمع و اطاعت کرو اور صبر کرو

امام احمد کا اضرب علی هذا الحديث کہنا روایت کی شدید تضعیف ہے اور یہ الفاظ جرح کے لئے

امام احمد اور امام أبو زرعة نے کئی راویوں کے لئے بھی استعمال کیے ہیں دیکھینے کتاب الجرح و التعدیل از ابن ابی حاتم

صحیح بخاری میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ائمہ کی تعریف قوم میں سردار اور اشراف لوگ سے کی

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ – رضي الله عنه – عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ , يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ , فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ , فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟ , قَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً (1) فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي , فَإِنَّ هَذَا لَا يَحِلُّ, هَذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ , فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ: مَنْ أَنْتَ؟ , قَالَ: امْرُؤٌ مِنْ الْمُهَاجِرِينَ , قَالَتْ: أَيُّ الْمُهَاجِرِينَ؟ , قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ , قَالَتْ: مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ؟ , قَالَ: إِنَّكِ لَسَئُولٌ (2) أَنَا أَبُو بَكْرٍ , فَقَالَتْ: مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هَذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ (3) الَّذِي جَاءَ اللهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ , قَالَ: بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ (4)
قَالَتْ: وَمَا الْأَئِمَّةُ؟ , قَالَ: أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُءُوسٌ وَأَشْرَافٌ يَأمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ؟ , قَالَتْ: بَلَى , قَالَ: فَهُمْ مِثْلُ أُولَئِكِ عَلَى النَّاسِ

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابوبشر نے اور ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت سے ملے ان کا نام زینب بنت مہاجر تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بات ہی نہیں کرتیں تھیں - دریافت فرمایا کیا بات ہے یہ بات کیوں نہیں کرتیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مکمل خاموشی کے ساتھ حج کرنے کی منت مانی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اجی بات کرو اس طرح حج کرنا تو جاہلیت کی رسم ہے، چنانچہ اس نے بات کی اور پوچھا آپ کون ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مہاجرین کا ایک آدمی ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ مہاجرین کے کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ قریش سے، انہوں نے پوچھا قریش کے کس خاندان سے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا تم بہت پوچھنے والی عورت ہو، میں ابوبکر ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں یہ دین حق عطا فرمایا ہے اس پر ہم (مسلمان) کب تک قائم رہ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا اس پر تمہارا قیام اس وقت تک رہے گا جب تک تمہارے امام (الْأَئِمَّةُ) حاکم سیدھے رہیں گے۔ اس خاتون نے پوچھا امام (الْأَئِمَّةُ) سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہاری قوم میں سردار اور اشراف لوگ نہیں ہیں جو اگر لوگوں کو کوئی حکم دیں تو وہ اس کی اطاعت کریں؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امام (الْأَئِمَّةُ) سے یہی مراد ہیں۔

حاکموں کے خلاف جہاد کرو

دور نبوی میں سب اصحاب رسول عقیدے میں ایک تھے لہذا اس دور میں ائمہ کا لفظ حاکم یا امیر پر بولا جاتا تھا- روایات میں ہے کہ حاکموں کے خلاف خروج کا حکم خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا – اس قسم کا مغالطہ خوارج کے لشکر میں اور قاتلین عثمان میں موجود تھا

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ السِّمْطِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " سَيَكُونُ أُمَرَاءُ بَعْدِي يَقُولُونَ، مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے وہ عمل کریں گے جن کا حکم نہیں ہو گا اور وہ نہیں کریں گے جن کا حکم دیا ہو گا تو ان سے جو ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن اور جو دل میں برا جانے وہ مومن اس کے بعد ایمان نہیں ہے

سند میں معاوية بن إسحاق بن طلحة بن عبيد الله ہے جس کو امام أبو زرعة: شيخ واه بڈھا واہی ہے کہتے تھے – یعنی نیشاپور میں اس روایت کو رد کیا جاتا تھا- الأعلام از الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396ھ) کے مطابق

وأعان (زيد بن علي) حين خرج على بني مروان، فقاتل بين يديه قتالا شديدا وقتل في الكوفة معه

معاوية بن إسحاق بن طلحة بن عبيد الله نے زید بن علی کے خروج میں مدد کی جب انہوں نے بنی مروان کے خلاف خروج کیا پس ان میں شدید قتال ہوا اور یہ کوفہ میں قتل ہوئے

یعنی اس روایت کے پیچھے راوی کا اپنا سیاسی مدعا چھپا ہے جو ابھی نیچے کے حوالوں میں ثابت ہو جائے گا – مزید یہ کہ اس روایت میں ابہام بھی ہے- یہ فرد پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ حکمرانوں کے خلاف خود ہی فیصلہ کرے اور خروج کرے - سندا اس میں عطا بن یسار ہے جس کا سماع ابن مسعود سے نہیں ہے

ابن ابی حاتم المراسيل میں کہتے ہیں

إن عطاء لم يسمع من عبد الله بن مسعود

اس کے باوجود شعیب الأرنؤوط اس روایت کو صحیح کہتے ہیں شعیب الأرنؤوط دلیل دیتے ہیں کہ ابن

حبان میں ہے
أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى بْنِ مُجَاشِعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ السِّمْطِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَّ اسْتَكْتَمَنِي أَنْ أُحَدِّثَ بِهِ مَا عَاشَ مُعَاوِيَةُ فَذَكَرَ عَامِرٌ قَالَ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَهُوَ قَاضِي الْمَدِينَةِ قال: سمعت بن مَسْعُودٍ وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيَكُونُ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يقولون فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ومن جاهده مذكر إِطْلَاقِ اسْمِ الْإِيمَانِ عَلَى مَنْ أَتَى جُزْءًا مِنْ بَعْضِ أَجْزَائِهِ

یعنی سند میں ہے عطا نے کہا سمعت بن مَسْعُودٍ
عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَهُوَ قَاضِي الْمَدِينَةِ قال: سمعت بن مَسْعُودٍ
ان کا سماع ابن مسعود سے ہے
راقم کہتا ہے یہ سند خود مشکوک ہے - صحیح ابن حبان کی سند میں ہے مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ طَلْحَةَ نے کہا
قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَّ اسْتَكْتَمَنِي أَنْ أُحَدِّثَ بِهِ مَا عَاشَ مُعَاوِيَةُ
میں جو اب روایت کرتا ہوں اس کو میں نے چھپایا جب تک معاویہ (رضی اللہ عنہ) زندہ ہے
معاوية بن إسحاق بْن طلحة کو اگرچہ بعض محدثین ثقه کہتے ہیں لیکن أَبُو زُرْعَة کہتے ہیں : شيخ واه. بڈھا واہی ہے - امام بخاری نے اس کی سند سے صحیح میں صرف ایک روایت متابعة ذکر کی ہے اور امام مسلم نے کوئی روایت نہیں لی- راقم کہتا ہے روایت اس سند سے ضعیف ہے اور اس کی بنیاد پر سماع ثابت نہیں ہوتا لہذا شعیب اور البانی کا اس روایت کو صحیح سمجھنا غلط ہے- راقم مزید کہتا ہے روایت صریح کذب ہے اس روایت کے متن میں ہے
صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان از البانی کے مطابق اس روایت کو سننے کے بعد
قال: فخرجَ ابن عمر وهو يُقلّب كفّه وهو يقول: ما كان ابن أُمّ عبد يكذب على رسول الله – صلى الله عليه وسلم
ابن عمر رضی اللہ عنہ ہتھیلی کو بھینچتے ہوئے اٹھے اور کہہ رہے تھے ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولتے تھے
یعنی ابن عمر کے نزدیک بھی یہ قول مشکوک ہے - ہم کو صحیح بخاری کی روایات سے پتا ہے کہ ابن عمر نے معاویہ اور یزید کی بیعت کی اور صحیح مسلم سے پتا ہے کہ ابن عمر نے حرہ کے بلوائیوں کو

بھی خروج سے منع کیا یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کی بیعت پر انتقال کیا

اَئِمَّةً مُضِلِّين کا ذکر

بعض روایات میں اَئِمَّةً مُضِلِّينَ کا لفظ آیا ہے - أَئِمَّةً مُضِلِّينَ یعنی گمراہ کرنے والے ائمہ یا حکمران مراد ہیں کیونکہ دور نبوی میں ائمہ کا لفظ امراء کے لئے استعمال ہوتا تھا نہ کہ علماء کے لئے-

ایک حدیث میں ہے

انظر صَحِيح الْجَامِع: 1553 , والصحيحة: 1127

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي فِي آخِرِ زَمَانِهَا: إِيمَانًا بِالنُّجُومِ , وَحَيْفَ السُّلْطَانِ , وَتَكْذِيبًا بِالْقَدَرِ

آخری زمانے میں مجھے خوف ہے ظالم سلطان سے

اور ایک حدیث میں ہے

وَعَنْ عمرو بن سفيان السلمي – رضي الله عنه – قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم -: " مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا ثَلَاثًا: شُحٌّ مُطَاعٌ (1) وَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَإِمَامٌ ضَالٌّ

خوف ہے لالچی کا ، بہکے ہوئے کا، اور امام گمراہ کا

امام یعنی حاکم غلطی کر سکتا ہے - گناہ کے مرتکب حاکم کو ہٹا نے کا کوئی طریقہ کار اسلام میں نہیں ہے - صبر کا حکم ہے - اس کی مثال بنو امیہ کی ہے کہ لوگ ان سے ناخوش تھے خروج کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا

حاکموں کے خلاف جہاد مت کرو، بس نمازیں پڑھو

اب مسند احمد کی روایات کا تضاد دیکھیں - اسی طرح مسند احمد کی ایک دوسری روایت کو بھی شعیب الأرنؤوط صحیح کہتے ہیں

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مُحْصِنٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " سَيَكُونُ (4) أُمَرَاءُ تَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ (5) ، فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ كَرِهَ، فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَغِبَ (6) وَتَابَعَ ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: " لَا ، مَا صَلَّوْا الصَّلَاةَ "

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے امراء ہوں گے جن کو پہچانو اور انکار کرو گے پس جس نے انکار کیا وہ بَرِئَ ہوا اور جس نے کراہت کی وہ بچ کیا لیکن وہ جس نے رغبت کی اور تابع ہوا (؟ کلام میں حذف ہے) – لوگوں نے کہا اے رسول اللہ ہم ان سے قتال

کریں؟ فرمایا نہیں بس نماز نہ پڑھو

دوسری میں الفاظ ہیں

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: " لَا، مَا صَلَّوْا لَكُمُ الْخَمْسَ "

پوچھا اے رسول اللہ ہم ان سے قتال کیوں نہ کریں ؟ فرمایا نہیں پس پانچ نماز نہ پڑھو

یعنی یہ اوپر والی سے متناقض ہے اور شعیب الأرنؤوط دونوں کو صحیح کہہ رہے ہیں

مسند احمد کی ایک اور روایت ہے اس کو بھی شعیب نے صحیح کہا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَحَجَّاجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي أُبَيٍّ ابْنِ امْرَأَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ امْرَأَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " سَيَكُونُ أُمَرَاءُ يَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ وَيُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا، فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، ثُمَّ اجْعَلُوا صَلَاتَكُمْ مَعَهُمْ تَطَوُّعًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے امراء ہوں گے جو چیزوں میں مشغول ہو کر نماز موخر کر دیں گے اس کے وقت سے پس تم نماز وقت پر پڑھو پھر ان امراء کے ساتھ نفل کے طور پر

محدثین نے یہ متضاد اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیے ہیں

طوائف الملوکی کی حالت میں جہاد کرو

طبرانی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ النَّضْرِ الْعَسْكَرِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ حَفْصٍ النُّفَيْلِيُّ، ثنا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَتَكَادَمُونَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ، وَإِنَّ أَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ»

ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امر (اسلام) میں سب سے پہلے نبوت و رحمت ہے پھر خلافت و رحمت ہے پھر بادشاہت و رحمت ہے پھر امارت و رحمت ہے پھر یہ لڑیں گے جسے گدھے لڑتے ہیں - پس تم پر جہاد ہے اور جہاد میں سب سے افضل رباط (سرحد پر پہرہ) ہے اور سب سے افضل عسقلان (فلسطین) کی سرحد ہے

راقم کہتا ہے اس کی سند میں سَعِيدُ بْنُ حَفْصٍ النُّفَيْلِيُّ مختلط ہو گیا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ أَحْمَدُ بْنُ النَّضْرِ الْعَسْكَرِيُّ نے کس عالم میں اس سے سنا - اس متن میں اس کا تفرد ہے-فطر بن خلیفه

پر بھی جرح ہے لیکن البانی نے صحیحہ ۳۲۷۰ میں اس روایت کو عسقلان کے لفظ کے ساتھ ہی صحیح قرار دیا ہے

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی ایک طرف تو دعوی کرتے ہیں کہ حاکم کے خلاف خروج کرنا حرام ہے اگر وہ دل میں اس کا اقرار کرے کہ وہ اللہ کا گناہگار ہے – دوسری طرف اس حدیث کو بھی پیش کر دیتے ہیں

173 حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر

❁ خانہ جنگی کے وقت اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا افضل جہاد ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أَوَّلُ هٰذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَ رَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَ رَحْمَةً ثُمَّ يَتَكَادَمُونَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَإِنَّ أَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ »

[السلسلة الصحيحة للألباني : ١٠٩٧٥]

''اس دین کا آغاز نبوت اور رحمت سے ہے، پھر خلافت اور رحمت ہوگی، پھر ملوکیت اور رحمت ہوگی، پھر امارت اور رحمت ہوگی، پھر وہ گدھوں کی طرح لڑیں گے (یعنی حکومت اور اقتدار کی خاطر باہم گدھوں کی طرح لڑیں گے)۔ پس (ان حالات میں) تم پر جہاد فرض ہے، پس بے شک (اس وقت) افضل جہاد اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہوگا۔''

فقہ الحدیث:

① جہادِ اسلامی کے لیے خلیفہ شرط نہیں ہے۔

② حکمرانوں کی باہمی لڑائی کے وقت اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

③ حکمرانوں کی باہمی لڑائی میں شرکت یا ان کے خلاف خروج و قتال جائز نہیں، اس حدیث میں فتنۂ تکفیر کا رد ہے۔

④ جب ذمہ دارانِ مملکت، خانہ جنگی میں ملوث ہوں، تو اہلِ ایمان پر اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے جہاد فرض ہے۔

ان لوگوں کے نزدیک جہاد کی کال کوئی بھی کر سکتا ہے – حاکم تو اندرونی خانہ جنگی میں مصروف ہو اور جہاد ہو سرحد پر – اس جہاد کا حکم کون کرے گا ؟ حاکم یا حربی تنظیمین؟

راقم کے نزدیک تو یہ روایت سرے سے ہی منکر ہے

حاکم کے خلاف خروج مت کرو کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی	حاکم کے خلاف خروج کرو
کرنے کی تلقین فرمائی، حکمران کے خلاف خروج سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَنْ رَآى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً » [بخاري، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ما لكم تكن معصية : ٧١٤٣] ''جو شخص اپنے امیر میں کوئی چیز دیکھے جو اسے بری لگے تو وہ صبر کرے، کیونکہ جو بھی شخص جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا پھر فوت ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: « دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ السِّمْطِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " سَيَكُونُ أُمَرَاءُ بَعْدِي يَقُولُونَ، مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے وہ عمل کریں گے جن کا حکم نہیں ہو گا اور وہ نہیں کریں گے جن

کا حکم دیا ہو گا تو ان سے جو ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن اور جو دل میں برا جانے وہ مومن اس کے بعد ایمان نہیں ہے مسند احمد- شعیب کہتے ہیں سند صحیح ہے راقم کہتا ہے سند منقطع ہے متن منکر ہے	

تکفیری حربی تنظیموں کا موقف

متقدمین محدثین نے گناہ کبیرہ والوں کی تکفیر کی ہے – اسی بنا پر سلفی اور حربی تنظیموں مثلا القاعدہ و داعش نے مسلمانوں کے قتل عام کو جائز کیا ہے – ان میں سے بعض حکمرانوں کے قتل کو جائز کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک مسلم عوام بھی انھی میں سے ہیں - یوسف ربانی کتاب حرمت مسلم میں محدثین کا فتوی نقل کرتے ہیں

www.KitaboSunnat.com

⑤ "مَنْ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" جو اللہ کی نازل کردہ کے خلاف فیصلہ (حلال، افضل یا مساوی سمجھ کر) کرے۔[حاشية الأصول الثلاثة : ١٤٨/١]

امام ابن بطہ رحمہ اللہ نے "حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کو کبائر میں شمار کیا ہے، جیسا کہ انھوں نے باب باندھا ہے: "باب ذكر الذنوب إلى قصد بصاحبها إلى كفر غير خارج عن الملة." [الإبانة : ١٦٢/٢] پھر اس کے تحت "من لم يحكم بما أنزل الله" کو لائے ملاحظہ ہو رقم: ۱۰۱۶۔۱۰۱۷۔۱۰۲۳۔

حربی تنظیموں کا یہی موقف ہے جو ابن بطہ کا ہے کہ کبائر یعنی گناہ کبیرہ کرنے والا وہ حکم کر رہا ہے جو غیر اللہ کا ہے - راقم کہتا ہے یہ قول باطل ہے – گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن شرم سار ہوتا ہے اسی لئے اسلام میں توبہ کا ذکر ہے -دوسری طرف **طَاووس** کا قول پیش کر کے معاملہ رفع دفع کیا جاتا ہے کہ یہ **كفر دون كفر** ہے – یعنی یہ کفر نہیں ہے یا کفر کی وہ قسم نہیں جس پر آدمی کافر ہو جائے- ابن بطہ کا قول ہے کہ یہ کفر ملت سے خارج نہیں کرتا ہے – لیکن محدثین کا ہی قول ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب جہنمی ہے

یہاں راقم کا مقصد فساد فی الارض میں مشغول تنظیموں کے لٹریچر کی جڑوں کو ظاہر کرنا ہے - جن تشریحات کی بنیاد پر ان تنظیموں کا جنم ہوا ہے ان کو چھپانا اور تکفیر کی کتب میں ذکر نہ کرنا عبث و بے کار مشقت ہے

امام ابو حنیفہ کا فتوی قتال کا ذکر

مخالفین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ امام صاحب اہل قبلہ سے قتال کا فتوی دیتے تھے – یہاں ان قصوں کو جمع کیا گیا ہے

امام مہدی کا مکمل نام محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے – آپ نے بنو عباس کے دور میں خروج کیا اور قتل ہوئے انہی سے متعلق روایات کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں کہ یہ امام مہدی ہیں وغیرہ اس پر تفصیلی کتاب کتب کے سیکشن میں موجود ہے -محمد المہدی کے بھائی ابراہیم تھے – محمد نے مدنیہ میں خروج کیا اور قتل ہوئے اور ان کے چند ایام بعد بصرہ میں ابراہیم بن عبد اللہ نے خروج کیا-بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ فتنہ خروج امام المہدی میں مبتلا ہوئے – ابراہیم و محمد بن عبد اللہ المہدی کے حق میں شور و جدل کرتے تھے – اس کا ذکر ضعیف اسناد سے ہم تک پہنچا ہے -راقم کی تحقیق میں یہ قصے مخالفین کی گھڑنٹ ہیں اس پروپیگنڈا سے بعض احناف بھی متاثر ہوئے ہیں

مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه از الذهبي (المتوفى: 748ھ) میں ہے

قالَ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ: حَدَّثَنِي أَبُو نُعَيْمٍ، سَمِعْتُ زُفَرَ بْنَ الْهُذَيْلِ، يَقُولُ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجْهَرُ فِي أَمْرِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ جَهْرًا شَدِيدًا، فَقُلْتُ: وَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِمُنْتَهٍ حَتَّى نُؤْتَى فَتُوضَعَ فِي أَعْنَاقِنَا الْحِبَالُ، قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: فَغَدَوْتُ أُرِيدُ أَبَا حَنِيفَةَ، فَلَقِيتُهُ رَاكِبًا يُرِيدُ وَدَاعَ عِيسَى بْنِ مُوسَى قَدْ كَادَ وَجْهُهُ يَسْوَدُّ، فَقَدِمَ بَغْدَادَ فَأُدْخِلَ عَلَى الْمَنْصُورِ

ابو نعیم نے کہا میں نے سنا زُفَرَ بْنَ الْهُذَيْلِ کہہ رہے تھے ابو حنیفہ ابراهيم بن عبد الله بن حسن کے امر پر شدید بلند آواز میں بات کر رہے تھے پس میں (زفر) نے کہا و اللہ آپ جو بھی خواہش کر لیں لیکن جب رسیاں گردنوں میں ڈالی جائیں گی تو ہماری گردنوں میں بھی ہوں گی- ابو نعیم نے کہا پس چند دن ہوئے میں نے ابو حنیفہ سے ملنا چاہا تو ان سے چلتے چلتے ملاقات ہو گی وہ عِيسَى بْنِ مُوسَى کو وداع کرنا چاہتے تھے ان کا چہرہ سیاہ ہو رہا تھا بغداد پہنچے اور منصور کے پاس گئے

راقم کہتا ہے یہ ابو نعیم کا کذب ہے جس کا ذکر محدثین نے کیا ہے کہ ابو نعیم احناف کی مخالفت میں قصے گھڑتا تھا – تاریخ اسلام از الذھبی میں ہے

وقال العباس بن مصعب: نعيم بن حماد الفارض وضع كُتُبًا في الرّدّ على أبي حنيفة،

العباس بن مصعب نے کہا نعیم بن حماد نے ابو حنیفہ کے رد میں کتاب بنائی

جزء فيه مسائل أبي جعفر محمد بن عثمان بن أبي شيبة عن شيوخه في مسائل في الجرح والتعديل از أبو جعفر محمد بن عثمان بن أبي شيبة العبسي مولاهم الكوفي (المتوفى: 297ھ) میں ہے کہ

وسمعت ابي يقول سالت ابا نعيم يا ابا نعيم من هؤلاء الذين تركتهم من اهل الكوفة كانو يرون السيف والخروج على السلطان فقال على رأسهم ابو حنيفة وكان مرجئا يرى السيف ثم قال ابو نعيم حدثني عمار بن رزيق قال كان ابو حنيفة يكتب الى ابراهيم بن عبد الله بالبصرة يساله القدوم الى الكوفة ويوعده نصره

محمد بن عثمان بن أبي شيبة نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے ابو نعیم سے سوال کیا کہ اے ابو نعیم وہ کون ہیں جن کو اہل کوفہ نے اس پر ترک کر دیا کہ وہ لوگ تلوار نکالنے اور حاکم کے خروج کے قائل تھے ؟ پس ابو نعیم نے کہا ان کا سردار ابو حنیفہ تھا اور یہ مرجئ تھا تلوار نکالنے والا پھر ابو نعیم نے کہا مجھ سے عمار بن رزیق نے روایت کیا کہ ابو حنیفہ نے ابراهیم بن عبد الله کو بصرہ کی طرف خط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا

محمد بن عثمان بن أبي شيبة پر عبد الله بن احمد بن حنبل کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے – ابن خراش کا کہنا ہے کہ یہ كان يضع الحديث حدیث گھڑتا ہے- عمار بن رزيق پر أبو الفضل أحمد بن علي بن عمرو البيكندي البخاري کا کہنا ہے کہ یہ رافضی تھا اس کا ذکر الذھبی نے میزان میں کیا ہے- عمار کا قول بھی عجیب و غریب ہے -مرجئہ کے نزدیک ایمان ختم نہیں ہوتا اور یہ خوارج سے الگ تھے جن کے نزدیک ایمان ختم ہو جاتا ہے اسی وجہ سے خوارج اور بعض محدثین کے نزدیک گناہ کبیرہ والا حاکم قتل کیا جا سکتا ہے – عمار بن زریق کو بینادی معلومات نہیں ہیں کہ مرجئہ کا خروج کے حق میں موقف نہیں تھا

المعرفة والتاريخ 2/ 277. میں ہے

قال يعقوب بن سُفيان: سمعت محمد بن عبد الله بن نمير يذكر عن عمار بن رزيق، وكان من علماء أهل الكوفة. قال: إذا سئلت عن شيء فلم يبن عندك فانظر ما قال أبو حنيفة فخالفه فإنك تصيب

ابن نمیر نے عمار بن رزیق کا یعقوب بن سفیان سے ذکر کیا کہ اگر یہ تم سے کوئی سوال کرے جو سمجھ میں نہ آئے تو دیکھو ابو حنیفہ (اس مسئلہ میں) کیا کہتے ہیں، پس اس (عمار) کی مخالفت کرو ، تم (مسئلہ کی) سمجھ پا لو گے

معلوم ہوا کہ اگر محمد بن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے جھوٹ نہیں بولا تو عمار بن زریق تعصب عصری میں اول فول بولتے رہتے تھے- تاریخ اسلام از الذھبی میں ہے

قَالَ خَلِيفَةُ بْنُ خَيَّاطٍ: صَلَّى إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعِيدَ بِالنَّاسِ أَرْبَعًا، وَخَرَجَ مَعَهُ أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَهُشَيْمٌ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ فِي طَائِفَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَلَمْ يَخْرُجْ مَعَهُ شُعْبَةُ، وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يُجَاهِرُ فِي أَمْرِهِ وَيَأْمُرُ بِالْخُرُوجِ.

خَلِيفَةُ بْنُ خَيَّاطٍ نے کہا ابراهيم بن عبد الله نے عيد کی بدھ کے دن لوگوں کے ساتھ عيد کی اور اس کے ساتھ (محدثین میں سے) اَبُو خَالِدٍ الأَحْمَر ، عِيسَى بْنُ يُونس عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ ، هُشَيْمٌ اور يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ تھے اور امام شُعْبَةُ نہ نکلے اور ابو حنیفہ کھلم کھلا اس کے امر میں بولتے اور اس کےساتھ خروج کا حکم کرتے تھے

اسی کتاب میں ہے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَّارٍ: خَرَجَ مَعَ إِبْرَاهِيمَ خَلْقٌ، وَجَمِيعُ أَهْلِ وَاسِطٍ، وَابْنَا هُشَيْمٍ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّحَّانُ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَغَيْرُهُمْ.

واسط کے محدثین نے بھی ابراہیم کے ساتھ خروج کیا اور اس فتنہ میں مبتلا ہوئے

الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة رضي الله عنهم از أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ) میں ہے

قَالَ أَبُو يَعْقُوبَ وَنا الْعَبَّاسُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَزَّازُ قَالَ نَا مُحَمَّد بن عُثْمَان بن أَبُو شيبَة قَالَ نَا بشر بن عبد الرحمن الْوَشَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نُعَيْمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ زُفَرَ بْنَ الْهُذَيْلِ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجْهَرُ بِالْكَلامِ أَيَّامَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ جِهَارًا شَدِيدًا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ وَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِمُنْتَهٍ أَوْ تُوضَعُ الْحِبَالُ فِي أَعْنَاقِنَا فَلَمْ نَلْبَثْ أَنْ جَاءَ كِتَابُ ابى حَفْص إِلَى عِيسَى بْنِ مُوسَى أَنِ احْمِلْ أَبَا حَنِيفَةَ إِلَى بَغْدَادَ قَالَ فَغَدَوْتُ إِلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ رَاكِبًا عَلَى بَغْلَةٍ وَقَدْ صَارَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ مسيح قَالَ فحمل إِلَى بِبَغْدَاد فَعَاشَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا قَالَ فَيَقُولُونَ إِنَّهُ سَقَاهُ وَذَلِكَ فِي سَنَةِ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ وَمَاتَ أَبُو حنيفَة وَهُوَ ابْن سبعين سنة

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کذاب نے روایت کیا کہ زفر کہتے کہ ابو حنیفہ نے ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن کے دور میں شور کیا پس میں نے کہا جو خواہش کر لیں اللہ کی قسم رسی ہماری گردن میں ہو گی پس زیادہ نہ گذرا کہ ابو حفص کا خط گورنر عیسیٰ کے پاس آیا کہ ابو حنیفہ کو بغداد لاو پس ان کو تلاش کیا تو وہ اپنے خچر پر سوار چل رہے تھے اور ان کا چہرہ مسیح جیسا تھا پس ان کو بغداد لے جایا گیا وہاں پندرہ دن زندہ رہے- کہا کہتے ہیں ان کو (زہر) پلایا گیا اور یہ سن ۱۵۰ ہجری تھا اور ابو حنیفہ کی وفات ہوئی وہ ستر سال کے تھے

راقم کہتا ہے سند میں بشر بن عبد الرحمن الْوَشَّاءُ مجہول ہے اور یہاں ابو حنیفہ کا چہرہ سیاہ سے مسیح جیسا کر دیا گیا ہے

الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة رضي الله عنهم از أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ) میں ہے

قَالَ ونا أَبُو الْقَاسِم عبيد الله بْنُ أَحْمَدَ الْبَزَّازُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي عِمْرَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ يَقُولُ إِنَّمَا كَانَ غَيْظُ الْمَنْصُورِ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ مَعَ مَعْرِفَتِهِ بِفَضْلِهِ أَنَّهُ لَمَّا خَرَجَ إِبْرَاهِيمُ بن عبد الله بْنِ حَسَنٍ بِالْبَصْرَةِ ذُكِرَ لَهُ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ وَالأَعْمَشَ يُخَاطِبَانِهِ مِنَ الْكُوفَةِ فَكَتَبَ الْمَنْصُورُ كِتَابَيْنِ عَلَى لِسَانِهِ أَحَدُهُمَا إِلَى الأَعْمَشِ وَالآخَرُ إِلَى أَبِى حنيفَة من ابراهيم بن عبد الله بن حَسَنٍ وَبَعَثَ بِهِمَا مَعَ مَنْ يَثِقُ بِهِ فَلَمَّا قَرَأَ الاعمش الْكتاب أَخَذَهُ مِنَ الرَّجُلِ وَقَرَأَهُ ثُمَّ قَامَ فَأَطْعَمَهُ الشَّاةَ وَالرَّجُلُ يَنْظُرُ فَقَالَ لَهُ مَا أَرَدْتَ بِهَذَا قَالَ قُلْ لَهُ أَنْتَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَأَنْتُمْ كُلُّكُمْ لَهُ أَحْبَابٌ وَالسَّلامُ وَأما أَبُو حنيفَة فَقبل الْكتاب وَأجَاب عَنهُ فَلم يزل فِي نَفْسِ أَبِي جَعْفَرٍ حَتَّى فَعَلَ بِهِ مَا فعل

بشر بن ولید نے کہا اس نے امام ابو یوسف کو کہتے سنا کہ خلیفہ منصور کو ابو حنیفہ پر غصہ آیا کہ وہ ابراهیم بن عبد اللہ بن حسن کے ساتھ خروج میں کیوں نکلے اور ذکر کیا کہ ابو حنیفہ اور اعمش یہ کوفہ میں تقریر کرتے پس خلیفہ منصور نے ان کی زبان میں ان دونوں ابو حنیفہ اور اعمش کو لکھا

اس قول کی سند میں بشر بن الوليد بن خالد بن الوليد الكندى الفقيه المتوفى ٢٣٨ ھ پر کافی جرح بھی کتب میں موجود ہے

وكان شيخًا منحرفًا عن محمد بن الحسن

یہ امام محمد سے منحرف ہو گئے تھے

اور یہ مختلط بھی ہو گئے تھے

قال السليماني: منكر الحديث. وقال الآجرى: سألت أبا داود: بشر بن الوليد ثقة؟ قال: لا

موسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة «من القرن الأول إلى المعاصرين مع دراسة لعقائدهم وشيء من طرائفهم» جمع وإعداد: وليد بن أحمد الحسين الزبيري، إياد بن عبد اللطيف القيسي، مصطفى بن قحطان الحبيب، بشير بن جواد القيسي، عماد بن محمد البغدادي میں محقق لکھتے ہیں

وإن العنوان الذي عنون به الخطيب لهذه الأخبار وهو: "ذكر ما حكي عن أبي حنيفة من رأيه في الخروج

على السلطان"، فيه تهويل ومبالغة، وتعميم وإبهام فليس في الأخبار التي ساقها تحت هذا العنوان، ما يفيد أن أبا حنيفة كان يدعو للثورة على الخلفاء، أو أنه أعلن هذا، وجُلُّ ما في هذه الأخبار، أن أبا إسحاق الفزاري، ادعى أن أبا حنيفة أفتى أخاه في الخروج لمؤازرة إبراهيم بن عبد الله الطالبي عندما استفتاه في ذلك

خطیب بغدادی نے جو عنوان قائم کیا ہے کہ ذکر اس حکایت کا کہ ابو حنیفہ کی سلطان کے خلاف خروج کی رائے تھی تو اس میں مبالغہ آمیزی اور عامیانہ پن اور ابہام ہے اور اس عنوان کے تحت جو ذکر کیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اس میں ہو کہ ابو حنیفہ نے خلفاء پر بدلہ لینے کی پکار کی ہو یا اس کا اعلان کیا ہو اور فی جملہ ان خبروں میں ہے کہ ابو اسحاق نے دعوی کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے اس کے بھائی کو ابراہیم بن عبد اللہ کی مدد کے لئے خروج کا فتوی دیا جب ان سے اس پر فتوی طلب کیا گیا

خطیب بغدادی کا حوالہ ہے

أخبرني علي بن أحمد الرزاز، أخبرنا علي بن محمد بن سعيد الموصلي، قال: حدثنا الحسن بن الوضاح المؤدب، حدثنا مسلم بن أبي مسلم الحرقي، حدثنا أبو إسحاق الفزاري قال: سمعت سفيان الثوري والأوزاعي يقولان: ما وُلِدَ في الإِسلام مولود أشأم على هذه الأمة من أبي حنيفة، وكان أبو حنيفة مرجئًا يرى السيف. قال لي يومًا: يا أبا إسحاق أين تسكن؟ قلت: المصيصة، قال: لو ذهبت حيث ذهب أخوك كان خيرًا. قال: وكان أخو أبي إسحاق خرج مع المبيضة على المسودة، فقتل

سند میں مسلم بن ابی مسلم الحرقي مجہول ہے

كتاب جزء فيه مسائل أبي جعفر محمد بن عثمان بن أبي شيبة عن شيوخه في مسائل في الجرح والتعدي از محمّد بن عثمان بن ابی شبہ کے مطابق عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں امام ابو حنیفہ اہل قبلہ پر تلوار دراز کرنے کا کہتے تھے پھر کہا کہ

ابو نعيم حدثني عمار بن رزيق قال كان ابو حنيفة يكتب الى ابراهيم بن عبد الله بالبصرة يساله القدوم الى الكوفة ويوعده نصره

ابو نعیم کہتے ہیں نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ابراہیم بن عبدللہ کو بصرہ سے کوفہ انے کے لئے لکھا اور اس سے مدد کا وعدہ کیا

لیکن راقم کے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ محمّد اور ابراہیم کا یہ خروج عباسی خلیفہ المہدی کے دور میں ہوا جبکہ امام ابو حنیفہ اس فتنہ سے دور رہے اگر وہ اس طرح کا کوئی اقدام کرتے تو بچ نہیں

پاتے بلکہ بہت ممکن ہے کہ ابو حنیفہ خود محمّد بن عبد اللہ اور ابراہیم کے اس خروج کے خلاف ہوں اور ان کے خلاف فتوی دیا ہو

عبد اللہ کتاب السنہ میں لکھتے ہیں

حَدَّثَنِي أَبُو الْفَضْلِ الْخُرَاسَانِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ، يَقُولُ: «كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَرَى السَّيْفَ» قُلْتُ: فَأَنْتَ؟ قَالَ: «مَعَاذَ الله

الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ نے ابو یوسف کو سنا کہ ابو حنیفہ تلوار دراز کرنے کا کہتے تھے میں نے پوچھا اور آپ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ

الذہبی کتاب سیر الاعلام میں لکھتے کہ الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ کو حمص کا قاضی مقرر کیا گیا پھر طبرستان اور موصل کا ہیں

وَلِيَ قَضَاءَ حِمْصَ، وَقَضَاءَ طَبَرِسْتَانَ، ثُمَّ وَلِيَ قَضَاءَ المَوْصِلِ، وَكَانَ مِنْ أَوْعِيَةِ العِلْمِ، لاَ يُقَلِّدُ أَحَداً.

قَالَ مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ عَمَّارٍ الحَافِظُ: كَانَ بِالمَوْصِلِ بَيْعَةٌ قَدْ خَرِبَتْ، فَاجْتَمَعَ النَّصَارَى إِلَى الحَسَنِ الأَشْيَبِ، وَجَمَعُوا مائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، عَلَى أَنْ يَحْكُمَ لَهُم بِهَا حَتَّى تُبْنَى، فَقَالَ: ادْفَعُوا المَالَ إِلَى بَعْضِ الشُّهُودِ.

فَلَمَّا حَضَرُوا بِالجَامِعِ، قَالَ: اشْهَدُوا عَلَيَّ بِأَنِّي قَدْ حَكَمْتُ بِأَنْ لاَ تُبْنَى

فَنَفَرَ النَّصَارَى، وَرَدَّ عَلَيْهِمُ المَالَ

حسن الْأَشْيَبُ پر موصل کے نصاری جمع ہوئے اور ان کو نصاری نے ایک لاکھ درہم دے لیکن انہوں نے وہ مال واپس کر دیا

یہ جرح یا مدح واضح نہیں

حسن الاشیب امام ابو حنیفہ کی رائے نقل کر رہے ہیں بعض اوقات امت میں فتنہ پرداز لوگ فساد مچاتے تھے لہذا ان کے خلاف خلفاء تلوار دراز کرتے ہی رہے ہیں

حسن الاشیب جو عباسی خلفاء کے قاضی تھے اس کے بقول امام صاحب اہل قبلہ پر تلوار نکالنے کا حکم کرتے گویا خروج کا فتوی دیتے تھے

راقم کہتا ہے یہ اقوال بذات خود ثابت نہیں ہیں

امام مالک اورحاکم کا جبری بیعت لینا

بعض نے بیان کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ حاکم کی جبری بیعت کو نہیں مانتے تھے – یہاں ان کی قصہ گوئی کا ذکر ہے

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی امام مالک کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں

امام مالک رحمہ اللہ کا طرزِ عمل:

طلاق مکرہ (زبردستی اور جبری طلاق) کے مسئلہ پر امام مالک رحمہ اللہ کو مجبور کیا گیا، حتیٰ کہ کوڑے مارے گئے، یہاں تک کہ ان کا بازو توڑ دیا گیا، امام مالک رحمہ اللہ نے اس سارے ظلم و جبر کو برداشت تو کیا لیکن خروج و بغاوت کا فتویٰ نہیں دیا۔ [سیر أعلام النبلاء: ۸/۸۰]

کہا جاتا ہے کہ سن ۱۴۵ میں جب محمد بن عبد اللہ نے بغاوت کی تو امام مالک نے اس کی طرفداری کی لوگوں نے کہا تم نے تو عباسی خلیفہ ابو جعفر کی بیعت کی ہے تو امام مالک نے کہا اس نے جبری بیعت لی تھی – کہا جاتا ہے امام مالک کہتے تھے جبری طلاق نہیں ہوتی تو عباسیوں نے اس فتوی سے منع کیا کہ اس طرح تو جبری بیعت بھی نہیں قبول ہو گی- یعنی امام مالک جبری بیعت اور جبری طلاق دونوں کو رد کرتے تھے عباسی منواتے تھے- امام مالک نہ مانے تو ان کو ۷۰ کوڑے لگے

راقم کو یہ تمام کوئی کہانی لگتی ہے – کسی نے کہیں کی انیٹ کہیں کا روڑا لے کر بان متی کا کنبہ بنا دیا ہے

یہ تمام قصہ واقدی کا بیان کردہ ہے

قال الواقدي: «لما دعي مالك، وشوور، وسمع منه وقُبل قوله حُسد وبغوه بكل شيء، فلما ولي جعفر بن سليمان المدينة سعوا به إليه وكثروا عليه عنده، وقالوا: لا يرى أيمان بيعتكم هذه بشيء، وهو يأخذ بحديث رواه عن ثابت بن الأحنف في طلاق المكره: أنه لا يجوز عنده.

قال: فغضب جعفر، فدعا بمالك، فاحتج عليه بما رُفع إليه عنه، فأمر بتجريده، وضربه بالسياط، وجبذت يده حتى انخلعت من كتفه، وارتكب منه أمر عظيم، فوالله ما زال مالك بعد في رفعة وعلو».

جس کو بعد میں طبری نے بیان کیا

موطا امام مالک میں ہے کہ جبری طلاق نہیں ہو گی

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْأَحْنَفِ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فَدَعَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ فَجِئْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا سِيَاطٌ مَوْضُوعَةٌ، وَإِذَا قَيْدَانِ مِنْ حَدِيدٍ، وَعَبْدَانِ لَهُ قَدْ أَجْلَسَهُمَا، فَقَالَ: طَلِّقْهَا وَإِلَّا وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ فَعَلْتُ بِكَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ: هِيَ الطَّلَاقُ أَلْفًا، قَالَ: فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ، فَأَدْرَكْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، فَتَغَيَّظَ عَبْدُ اللَّهِ، وَقَالَ: " لَيْسَ ذَلِكَ بِطَلَاقٍ، وَإِنَّهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ، فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ، قَالَ: فَلَمْ تُقْرِرْنِي نَفْسِي، حَتَّى أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ أَمِيرٌ عَلَيْهَا، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، وَبِالَّذِي قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ، وَكَتَبَ إِلَى جَابِرِ بْنِ الْأَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُعَاقِبَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَأَنْ يُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَهْلِي، قَالَ: فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَجَهَّزَتْ صَفِيَّةُ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ امْرَأَتِي حَتَّى أَدْخَلَتْهَا عَلَيَّ بِعِلْمِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ثُمَّ دَعَوْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمَ عُرْسِي لِوَلِيمَتِي فَجَاءَنِي "

مالک نے ثابت بن الاحنف سے روایت کیا کہ میں نے عبدالرحمن بن زید بن الخطاب کی ام ولد لونڈی سے نکاح کیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے ۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ عبد الرحمن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا : اپنی بیوی کو طلاق دے دے ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کردوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار طلاق ۔ میں اس کے پاس سے نکلا تو مکہ کے راستے میں عبداللہ بن عمر ملاقات ہوئی ۔میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا تو وہ غصے ہوگئے اورفرمایا یہ کوئی طلاق نہیں ۔ وہ عورت تجھ پرحرام نہیں ہوئی۔ تواپنی بیوی کی طرف لوٹ جا۔ مجھے اطمینان نہ ہوایہاں تک کہ میں عبداللہ بن زبیر کے پاس آگیا اور ان سے اپنا واقعہ کی بات کا ذکر کیا ۔ انہوں نے بھی کہا کہ تیری بیوی تجھ پرحرام نہیں ہوئی۔ تو اپنی بیوی کی طرف لوٹ جا۔

عبد الرحمن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں وفات النبی کے وقت عمر ٦ سال تھی سنن نسائی کے راوی ہیں

ابو نعیم نے صحابہ میں سے قرار دیا ہے

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ رِجَالٍ مِنَ الصَّحَابَةِ

ثَابِتِ بْنِ عِيَاضٍ الْأَحْنَفِ الْأَعْرَجِ الْعَدَوِيِّ تَابِعِيٌّ مولی عبد الرحمن بن زید ہے اس نے صحابی عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اور لُبَابَةُ بِنْتُ لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ کی ام الولد سے شادی کی - یعنی ثابت اصل میں عبد

الرحمن بن زید کا آزاد کردہ غلام تھا اس نے ایک لونڈی کی بیٹی سے شادی کی عبد الرحمن بن زید نے جبری طلاق کرا دی

جماعت اسلامی وغیرہ کے لٹریچر میں طاغوتی نظام[اب اسی چیز کو دجالی نظام لکھا جا رہا ہے جبکہ دجل تو صرف یہود و نصرانی و دھریے ہی نہیں کر رہے بلکہ دجل وہ بھی ہے جو مسلمان فرقے کر رہے ہیں] کے الفاظ اکثر دیکھنے کو مل جاتے ہیں - ان لوگوں کی تحاریر میں ان کا موقف کچھ اس طرح ہے کہ طاغوت لا اینڈ آڈر و قوانین کا معاملہ تھا کہ انگریز کا نظام طاغوتی ہے اور مسلمان کا نظام غیر طاغوتی ہے - اس فہم کی وجہ سے طاغوت کوئی فرد نہیں رہتا بلکہ کوئی آئینی دستاویز پر بحث بن جاتی ہے - یہ فہم بھی ادھورا فہم ہے - قرآن میں اہل کتاب کو کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا حکم نافذ نہیں کر رہے لیکن ان سے جزیہ لے کر ان کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ اپنا کفر و شرک جاری رکھیں – دوسری طرف طاغوت کا انکار کرنا ایمان کا لازمہ ہے اور یہ دور نبوی میں اہل کتاب کے افراد تھے ، مشرکین کے سردار تھے- جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین کا موقف تھا کہ بیلٹ يعني ووٹ سے تبدیلی آئے گی - جمہوریت کی برکت سے اسلام کو نافذ کیا جائے گا لیکن ایسا کئی سال کی مشقت کے بعد بھی نہیں ہوا - مصری اخوان المسلین اس پر بٹ گئے اور ان کا ایک گروہ حربی صورت اختیار کر گیا ان کو اسلحہ غیر مسلم ممالک سے ملا اور پھر جو ہوا سب کو علم ہے[2] -

یوسف علیہ السلام نے ایک مشرک باشاہ کی نوکری کی ہے – قرآن میں موجود ہے کہ مشرک بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم نہ تھی وہ مجبور ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو منصب وزارت دے - ظاہر ہے وہ یوسف علیہ السلام کے دیے گئے ذراعت و اجناس سے متعلق فیصلوں کو رد نہیں کرتا تھا - اسی طرح بادشاہ چونکہ حاکم تھا وہ اپنے تعزیری احکام مصر میں جاری کرتا تھا - اسی دوران جب یوسف علیہ السلام کا بھائی بن یامین پیمائش کے پیالے کے کیس میں پکڑا گیا تو یوسف نے شاہ مصر کا حکم جاری نہیں کروایا –

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

یوسف کے لئے نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے دین کے تحت اپنے بھائی کو لے لے سوائے اس کے کہ اللہ چاہے

اس طرح یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے طاغوت کا حکم نافذ کرنے سے بچائے

رکھا -

طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں آیا اور اس دوران ھجرت حبشہ ہوئی مسلمانوں نے ایک نصرانی حاکم نجاشی سے مدد طلب کی - نجاشی اللہ کا خوف رکھنے والا حاکم تھا ، اللہ نے اس کو اسلام کی قبولیت کی توفیق دی -

یعنی مشرک اور اہل کتاب حاکموں سے مسلمان مدد لے سکتے ہیں اگر وہ مسلمانوں کی مدد کریں ، مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت نہ کریں تو طاغوت نہیں ہیں - طاغوت وہ ہیں جو حق کے مخالف ہیں

باب ۱۵ مرتد کے بارے میں

مرتد وہ ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین و دھرم اختیار کرے مثلا ہندوازم ، بدھ مت ، نصرانیت ، مجوسیت ، یہودیت وغیرہ یا کھلا دہریہ بن جائے کہ اللہ کے وجود کا انکار کرے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی و رسول قرار دے-

شعائر اسلام کا مذاق اڑانا کفر ہے - قرآن میں ہے کہ لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور پھر دین کا مذاق اڑاتے ہیں ، جب یہ حالت ہو تو جان لو مرتد ہو گئے ہیں

وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ. (التوبة:۷۴)

بے شک انہوں نے کلمۂ کفر کہا اور اسلام لانے کے بعد کافر ہوئے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ (25) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ (26) فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ (27) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ

بے شک جو لوگ ہدایت واضح ہونے کے بعد مرتد ہوگئے ،شیطان نے ان کے لئے گھڑا اور بیان کیا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کراہت کی جو اللہ نے نازل کیا اور کہا ہم تمہاری پیروی بعض چیزوں میں کریں گے

اور اللہ ان کے اسرار جانتا ہے،تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ملائکہ ان کی روح قبض کرتے ہوئے اور ان کے چہرے اور پشت پرماریں گے ،یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ نے ناپسند کیا اور اللہ کی مرضی کو مکروہ سمجھا پس ان کے اعمال ضائع کردئیے ۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ.(التوبة: ۷۴)

اپنے قول پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں اور البتہ تحقیق انھوں نے کفریہ بات کہی ہے اور کافر ہوئے ہیں (مسلمان ہونے کے بعد)

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ.(النمل)

جب ان تک ہماری آیات روشن کردینے والی وضاحت کرنے والی آگئیں توکہنے لگے یہ توکھلاجادو ہے۔اور انھوں نے ان کا انکار کیا ظلم اورتکبر میں جبکہ ان کے نفس ان پر مطمئن تھے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ o لا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً(توبہ)

(اے محمد صل اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے ،معذرت نہ کرو تحقیق تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے ہو،اور جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے – کہو ،کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو؟ ہم اگر ایک گروہ کو معاف کریں گے تو دوسرے کو عذاب بھی دیں گے۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ.(التوبة:۷۴)

اپنے قول پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں اور البتہ تحقیق انھوں نے کفریہ بات کہی ہے۔

سورہ البقرہ آیت ٥٤ میں موسی علیہ السلام کا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے خروج کے بعد ان بنی اسرائیل کا قتل کیا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"

یہ آیت دلیل ہوئی کہ ایمان کے بعد بت پرستی کرنے پر قتل کیا جائے گا – اللہ چاہتا تو معتقدین سامری کو اس کی گمراہی میں چھوڑ دیا جاتا اور موسی اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے چلے جاتے لیکن اللہ نے کہا ان کو قتل کرو اور قتل کیا گیا - یہ حکم توریت سے لیا گیا

راقم کی تحقیق کے مطابق توریت کے تین ایسے حکم ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر نافذ کیے ہیں - مدینہ میں سب سے پہلے رجم کی سزا ایک شادی شدہ یہودی کو دی گئی اور یہ حکم توریت میں بھی مذکور تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو الوحی غیر متلو آئی لیکن یہ حکم توریت میں پہلے سے تھا جس کو یہودی عالم چھپا رہا تھا- دوسرا حکم عہد شکنی کا ہے جو بنو قریظہ پر نافذ کیا گیا اس کا حکم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کروایا گیا لیکن سعد نے جو حکم دیا وہ وہی تھا جو توریت میں پہلے سے مذکور ہے- تیسرا حکم مرتد کا ہے کہ

جو شرک میں مبتلا ہو اس کو قتل کیا جائے - ظاہر ہے اسلام کو چھوڑنا مشرک یا ملحد ہونا ہے اور اس صورت میں قتل کا حکم کیا جاتا تھا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین(اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کردو

مرتد کی سزا موت ہے اور یہی حکم توریت میں موجود ہے – مرتد کے حوالے سے جدید مفکر غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ سزا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے مرتدین کے لئے تھی جو مشرک تھے ،اس کے بعد کسی شخص کو ارتداد کی یہ سزا نہیں دی جاسکتی ۔[برھان ،ص:۱۴۳،۱۴۲]۔ لیکن یہ دعوی بلا دلیل ہے –

غامدی صاحب لکھتے ہیں

ارتداد کی سزا کا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث بخاری میں اِس طرح نقل ہوئی ہے – جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اُسے قتل کردو۔ ہمارے فقہا اِسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق اُن کے نزدیک اُن سب لوگوں پرہوتا ہے جوزمانۂ رسالت سے لے کر قیامت تک اِس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے۔ اُن کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کرے گا، اُسے اِس حدیث کی رو سے لازماً قتل کردیا جائے گا۔ اِس معاملے میں اُن کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو بس یہ کہ قتل سے پہلے اِسے توبہ کی مہلت دی جائے گی یا نہیں اور اگر دی جائے گی تو اُس کی مدت کیا ہونی چاہیے۔ فقہاے احناف، البتہ عورت کو اِس حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اُن کے علاوہ باقی تمام فقہا اِس بات پر متفق ہیں کہ ہر مرتد کی سزا،خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اسلامی شریعت میں قتل ہی ہے۔ لیکن فقہا کی یہ رائے محل نظر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تو، بے شک ثابت ہے، مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا، بلکہ صرف اُنھی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہ راست اتمام حجت کیا اور جن کے لیے قرآن مجید میں ’مشرکین‘ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

غامدی صاحب کی رائے میں اس سزا کو صرف دور نبوی کے ان مشرکین پر لگایا گیا جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی کیونکہ ان پر اتمام حجت ہو گیا تھا – لیکن کیا عرب سے باہر

رہائش پذیر اہل کتاب پر اتمام حجت ہونے سے رہ گیا ؟ جس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی اس پر اتمام حجت ہو گیا اور سورہ البینہ میں اس کا مکمل بیان ہے کہ اتمام حجت ہو گیا ہے – قرآن کے نزول کا مقصد ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اتمام حجت کے لئے نازل ہوا ہے -

ارتاد کی سزا کا تعلق اہل کتاب سے بھی ہے – اہل کتاب کی اسٹریٹجی تھی کہ صبح کو ایمان لاو اور شام کو کافر ہو جاؤ - خود غامدی صاحب سورہ ال عمران کی آیات ۸۲ تا ۸٤ کا جو ترجمہ کرتے ہیں وہ یہ ہے

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے ، اُس پر صبح ایمان لاؤ اورشام کو اُس کا انکار کردیا کر و تاکہ وہ بھی برگشتہ ہوں۔ اور اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ مانا کرو - اِن سے کہہ دو، (اے پیغمبر) کہ ہدایت تو اصل میں اللہ کی ہدایت ہے - (اِس لیے کسی کی بات نہ مانا کرو کہ) مبادا اِس طرح کی چیز کسی اور کو بھی مل جائے جو تمھیں ملی ہے یا تم سے وہ تمھارے پروردگار کے حضور میں حجت کرسکیں۔ اِن سے کہہ دو کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ، جسے چاہتا ہے عطاکردیتا ہے اوراللہ بڑی وسعت اوربڑے علم والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس رجحان کو روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ مرتد کو قتل کیا جائے – یہود کے مطابق اسی حکم کی بنیاد پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل کا فتوی دیا گیا تھا کہ اس نے (نعوذ باللہ) ابن اللہ ہونے کا دعوی کیا ہے (جو اصلا یہود کا اتہام ہے) – توریت کی استثنا کے باب ۱۳ کی آیات ٦ تا ۱۰ ہے

6 ہو سکتا ہے کہ تیرا سگا بھائی، تیرا بیٹا یا بیٹی، تیری بیوی یا تیرا قریبی دوست تجھے چپکے سے ورغلانے کی کوشش کرے کہ آ، ہم جا کر دیگر معبودوں کی پوجا کریں، ایسے دیوتاؤں کی جن سے نہ تُو اور نہ تیرے باپ دادا واقف تھے۔ 7 خواہ اِرد گرد کی یا دُور دراز کی قوموں کے دیوتا ہوں، خواہ دنیا کے ایک سرے کے یا دوسرے سرے کے معبود ہوں، 8 کسی صورت میں اپنی رضا مندی کا اظہار نہ کر، نہ اُس کی سن۔ اُس پر رحم نہ کر۔ نہ اُسے بچائے رکھ، نہ اُسے پناہ دے 9 بلکہ اُسے سزائے موت دے۔ اور اُسے سنگسار کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اُس پر پتھر پھینکے، پھر ہی باقی تمام لوگ حصہ لیں۔ 10 اُسے ضرور پتھروں سے سزائے موت دینا، کیونکہ اُس نے تجھے رب تیرے خدا سے دُور کرنے کی کوشش کی، اُسی سے جو تجھے مصر کی غلامی سے نکال لایا۔

ارتاد پر مشرکین اور اہل کتاب کا قتل ہوا مثلا یمن میں جب معا ذ بن جبل رضی اللہ عنہ پہنچے تو دیکھا ایسا ایک مقدمہ مرتد یہودی پر چل رہا ہے انہوں نے کہا میں گھوڑے سے نہ اتروں گا جب تک اس کا قتل نہ ہو- اس یہودی کی ملاقات بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوئی ہو گی کیونکہ نبی علیہ السلام نے کبھی بھی یمن کا سفر نہیں کیا - یہودی تعداد میں کم تھے لہذا ان میں قتل کی سزا عملا ختم ہو چکی تھی وہ توریت کی ان آیات پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے اور قرآن نے سورہ المائدہ میں اہل کتاب کو کہا کہ جو اللہ کا حکم نافذ نہ کرے وہ کافر ہے، وہ ظالم ہے، وہ فاسق ہے - ظاہر یہ اللہ تعالی کا کہنا صرف عرب میں بسنے والے اہل کتاب سے متعلق نہیں ہے بلکہ تمام عالم کے اہل کتاب پر یہ آیات ثبت ہوتی ہیں - رجم ہو یا عہد شکنی ہو یا ارتاد ہو ان سب کا حکم توریت سے لیا گیا اور اسی کو اسلام میں جاری رکھا گیا – کیا یہ منبی بر انصاف تھا کہ ان سخت حدوں کو اہل کتاب پر تو لگایا جائے لیکن اہل اسلام کو بچا لیا جائے؟ ظاہر ہے عدل کے تحت یہ ممکن نہیں ہے

بعض لوگوں نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کا قتل نہیں کیا بلکہ زکوات کے انکاری کا کیا – راقم کہتا ہے یہ کیسا عجیب قول ہے – جھوٹا نبی دجال ہے اور دجال اور ال دجال کو ارتاد کی وجہ سے قتل گیا ہے – پھر جس نے بھی تاریخ اسلام کو دیکھا ہو وہ جان سکتا ہے کہ جھوٹے نبی کے قبائل اور زکوات نہ دینے والے قبائل الگ الگ بھی تھے – مسیلمہ کذاب بنو حنفیہ کا تھا جو عرب کے

بیچ کا قبیلہ ہے اور اسود عنسی یمن کا تھا – زکوات نہ دینے والے بیشتر وہ قبل تھے جو مدینہ کے مشرق و شمال کے تھے-

مرتد کے قتل کے مخالف کہتے ہیں کہ قتل مرتد کی روایات گھڑی گئی ہیں لیکن یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ کس نے گھڑیں اور کب گھڑیں ؟ مرتد کے قتل پر فقہاء کا اجماع آج تک ہے معدودے چند جدید مفکرین کے جن کو دانشور بننے کا شوق ہے – جو بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فتوی کہ ارتاد پر قتل کیا جائے گا، اس کو منع زکوات پر قتل سے جوڑ رہا ہے وہ غور کرے کہ اس پر تمام فرقوں کا اتفاق امت ہے کہ

ابو بکر نے کلمہ بولنے والے قبائل کا قتل کیا جنہوں نے زکوات نہ دی

ابو بکر نے دجالوں کا قتل کیا

اس میں سے کون زیادہ شناعت والا جرم ہے ؟ ظاہر ہے اپنے آپ کو نبی و رسول کہنا ، زکوات نہ دینے سے بڑھ کر جرم ہے ! دجال اور ال دجال مرتد ہوئے قرآن کی لا تعداد آیات کی وجہ سے – زکوات نہ دینے والے قتل ہونے سورہ توبہ کی وجہ سے

جماعت سے نکلنے والا مرتد ہے ؟

بعض مذہبی تنظیموں کے امیروں کی جانب سے فتوے آتے رہتے ہیں کہ جو مسلم ہم کو امیر نہیں مانتا وہ واجب القتل ہے – یہ نری جہالت ہے – اور اصحاب رسول کی مثال ہمارے سامنے ہے –

صحيح بخاري كتاب المغازي كتاب: غزوات کے بیان میں

60- بَابُ سَرِيَّةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ:

باب: عبداللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ بن مجزز المدلجی رضی اللہ عنہما کے دستہ کا بیان۔

حدیث نمبر: 4340

حدثنا مسدد، حدثنا عبد الواحد، حدثنا الاعمش، قال: حدثني سعد بن عبيدة، عن ابي عبد الرحمن، عن علي رضي الله عنه، قال: بعث النبي صلى الله عليه وسلم سرية، فاستعمل رجلا من الانصار وامرهم ان يطيعوه، فغضب، فقال: اليس امركم النبي صلى الله عليه وسلم ان تطيعوني؟ قالوا: بلى، قال: فاجمعوا لي حطبا، فجمعوا، فقال: اوقدوا نارا، فاوقدوها، فقال: ادخلوها، فهموا، وجعل بعضهم يمسك بعضا، ويقولون: فررنا إلى النبي صلى الله عليه وسلم من النار، فما زالوا حتى خمدت النار، فسكن غضبه، فبلغ النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: "لو دخلوها ما خرجوا منها إلى يوم القيامة، الطاعة في المعروف".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا مجھ سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمٰن اسلمی نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ فوجی کود جانا ہی چاہتے تھے کہ انہیں میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ہیں! ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت

تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں کے لیے ہے

سنن نسائی میں ہے

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ال رسول } قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَبْدِاللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ بَعَثَهُ رسول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرسول}

یہ آیت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں اتری، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا تھا

ابن عباس رضی ا للہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من فارق الجماعة شبرا فمات، إلا مات ميتة جاهلية

جو جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا ، پھر اسی حال میں مرا تو وہ جاھلیت کی موت مرا۔

(بخاری : 7054)

جماعت سے مراد اصحاب رسول ہیں ان ہی کو یہ کہا جا رہا ہے کہ تم سے جو الگ ہو گا وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی مرتد ہوا- اس کا تعلق کسی اور جماعت یا مستقبل کی کسی جماعت سے نہیں ہے- دوم الگ ہونے کا مفہوم ہے کہ وہ شخص کوئی دوسرا مذھب اختیار کرے گا - امت میں خلفاء کے خلاف خروج ہوئے لیکن خروج کرنے والے کافر نہیں کہلائے - بعض صحابہ نے بھی خلفاء کی بیعت کے بعد خروج کیا مثلا واقعہ حرہ میں

قرآن میں ہے

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

یہ آیت رسول اللہ سے متعلق ہے مستقبل کی کسی تنظیم کے امیر یا خلیفہ سے متعلق نہیں ہے

اس آیت میں الگ راہ سے مراد نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا مشرک بننا ہے
مومنوں کی راہ کیا ہے ؟ کیا مومن کا اختلاف رائے کرنا الگ راہ ہے ؟ اگر ایسا ہے تو اصحاب رسول نے خوارج کو کافر کیوں نہیں کہا؟
اس آیت کا غلط استعمال ہوتا ہے اس کو فرقے بھی استعمال کرتے ہیں اور وہ اپنے مولویوں کے اجماع کو اس سے ثابت کرتے ہیں- ایک ہوتا ہے کافر اور ایک ہوتا ہے مضل یعنی گمراہ- ہر کافر گمراہ ہے لیکن ہر گمراہ کافر نہیں مثلا خوارج گمراہ تھے کافر نہیں تھے

باوجود متاع کے زکواۃ نہ دینے والا

اجماع صحابہ جو دور ابو بکر رضی اللہ عنہ میں منعقد ہوا اس کے تحت وہ قبائل و بستیاں جو وقت مقررہ پر حکومت کو زکواۃ نہیں دیتی یا عاملین کو انکار کرتی ہیں وہ مرتد میں شمار ہوں گی – ان کو تنبیہہ کی جائے گی ، ان کے لیڈروں کو اغوا کر کے باز پرس کی جائے گی - اگر یہ حملہ آور ہوں تو ان سے قتال کیا جائے گا – اگر یہ اس بات سے انکار کریں کہ انہوں نے زکواۃ کا انکار نہیں کیا تو ان کا ایمان قبول کیا جائے گا اور جرم غیر ثابت سمجھا جائے گا
مسلمانوں کے مشرک فرقے جو ارکان اسلام کا اقرار کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول مانیں وہ مرتد نہیں مضل ہیں - تہتر فرقوں والی حدیث میں امت کے ان ۷۲ گمراہ فرقوں کو امتی میں شمار کیا گیا ہے

باب ۱۶ غیر ملتوں سے تعلقات کی حدود

شعائر اسلام کی دین میں اہمیت ہے یعنی وہ چیزیں یا باتیں جس سے غیر مسلموں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ مسلم ہیں -ایک ملت اسلامیہ ہے ، ایک ملت یہود ہے ، ایک ملت نصاری ہے ایک ملت کفر ہے - قرآن میں ہے کہ یہودی و نصرانی راضی نہ ہوں گے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملت پر نہیں چلتے -ایک مسلمان دوسرے مذہب سے اس طرح الگ ہو جاتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان سب کا معاشرتی لباس و انداز رہن سہن ایک ہو – مثلا ایک عرب یہودی کی بھی داڑھی ہے اور ایک مسلمان کی بھی ہے - ان دونوں کا لباس ایک جیسا ہے - یعنی کلچر ایک ہے اگرچہ ملت الگ ہے - اس سادہ بات کو لوگوں نے گنجلک بنا کر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے - پھر اس طرح یہ غیر عرب ، مغربی و چینی کلچر کی ہر چیز کو حرام قرار دے دیتے ہیں – کوٹ ، پتلون شرٹ غیر اسلامی قرار دے دیے جاتے ہیں اور جبہ اور واسکٹ اسلامی سمجھے جانے لگ جاتے ہیں - داڑھی کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح ملت و سنت سمجھا ہے جبکہ اس کا تعلق اس سے نہیں تھا

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی

یہاں تک بات پہنچی کہ حدیث حسن سے حلال و حرام کے فیصلے ہونے لگے مثلا ایک حدیث بہت پیش کی جاتی ہے[3]

سند احمد میں ابن عمر سے مروی ہے

بُعثتُ بينَ يدَي الساعةِ بالسيفِ حتى يُعبدَ اللهُ وحدَه لا شريكَ له وجُعِل رزقي تحتَ ظلِّ رمحي وجُعِل الذُّلُّ والصغارُ على مَن خالف أمري ومن تشبَّهَ بقومٍ فهو منهم

مجھ کو قیامت سے قبل تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ لوگ اللہ واحد بلا شریک غیرہ کی عبادت کریں . ... جس نے جس قوم کی شباہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے

اس کی سند صحیح نہیں ہے شعیب الأرنؤوط نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے، البانی نے بھی اس کو صحیح نہیں حسن کہا ہے جبکہ اس روایت کو بنیاد پر چیزوں کو حرام کہا جاتا ہے حسن روایت پر

عقائد اور حلال و حرام کا فیصلہ نہیں ہوتا - روایت وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ؛ فَهُوَ مِنْهُمْ جس نے کسی قوم کی مشابہت لی وہ انہی میں سے ہے، یہ روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہیں اور اس کی ایک بھی سند صحیح نہیں ہے

امام احمد کے استاد امام دحیم کہتے ہیں هَذَا الحديثُ ليسَ بشيءٍ یہ حدیث کوئی چیز نہیں

اس میں محدثین عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ پر جرح کرتے ہیں

اس کی ایک منفرد سند مسند البزار میں ہے جس میں علی بن غراب ہے جو ضعیف ہے اس کے علاوہ ہشام بن حسان بصری ہے جو ضعیف ہے اور ابن سیرین سے روایت کرتا ہے - لہذا اس روایت کی ایک بھی سند مناسب نہیں

البتہ لوگوں نے اس منکر روایت سے بدعات کا رد ، دار کفر کی بحث وغیرہ وغیرہ ، پتا نہیں کیا کچھ نکال لیا ہے جس کو ان کا بندہ ایجاد فلسفہ تشبّہ بالکفار کہنا ہے جا نہ ہو گا

دار الکفر کا غیر شرعی تصور

اللہ تعالی نے تمام زمین کو اللہ کی ملکیت قرار دیا ہے لہذا حقیقت میں میں دار الکفر اور دار اسلام کا کوئی تصور شریعت میں نہیں ہے - کتب حدیث میں دار الکفر کی اصطلاح موجود نہیں ہے- چوتھی صدی میں دار الکفر کی اصطلاح کتب میں بحثوں میں نظر آنا شروع ہوئی وہ بھی حربی ممالک (جن سے اعلانیہ جنگ کی جا رہی ہو) ان کے لئے استعمال ہوتی تھی – ان حربی کفار سے معاہدوں کے بعد اس اصطلاح کو انہی ممالک پر لاگو نہیں کیا گیا- صحیح مسلم اور صحیح ابن حبان کے ابواب میں دار الکفر کے الفاظ موجود ہیں لیکن یہ اصطلاح بہت بعد کی ہے ، صحیح مسلم کے ابواب امام النووی نے قائم کیے ہیں - دین میں دار الکفر میں جانا وہاں اقام پذیر ہونے میں کوئی قباحت نہیں تھی - مسلمان مہاجرین ، حبشہ میں رکے جبکہ وہ دار الکفر تھا ، جس سے ظاہر ہے کہ دار الکفر سے مراد وہ مقامات لئے جاتے تھے جن سے جنگ کی جا رہی ہو - اس تناظر میں صلیبی نصرانی علاقے یقینا دار الکفر تھے ، وہاں رہنا مسلمان کی جان کو خطرہ میں ڈال سکتا تھا -

دار الکفر میں دیت آدھی ؟

مسلمان کوچ کر کے کہیں اور نہ جائیں کے قائل راویوں نے بیان کیا کہ مسلمان کی دیت آدھی ہو جاتی ہے - سنن أبي داود میں ہے

حدَّثنا هنادُ بن السَّري، حدَّثنا أبو مُعاويةَ، عن إسماعيلَ، عن قيس عن جرير بن عبد الله، قال: بعثَ رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم- سريةً إلى خَثْعَمٍ، فاعتصم ناسٌ منهم بالسجود، فأَسرع فيهم القتل، قال: فبلغَ ذلك النبي -صلَّى الله عليه وسلم- فأمر لهم بنصفِ العقلِ. وقال: "أنا بريء من كل مُسلم يقيم بين أظْهُرِ المشركين" قالوا: يا رسول الله، لم؟ قال: " لا تَرَاءَى نارَاهما قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَاهُ هُشَيْمٌ، وَمَعْمَرٌ، وَخَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ، وَجَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا جَرِيرًا»

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی جانب ایک سریہ بھیجا تو ان کے کچھ لوگوں نے سجدہ کر کے بچنا چاہا پھر بھی لوگوں نے انہیں قتل کرنے میں جلد بازی کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نصف دیت کا حکم دیا اور فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دونوں کی (یعنی اسلام اور کفر کی) آگ ایک ساتھ نہیں رہ سکتی"

. ابوداؤد کہتے ہیں: اسے ہشیم، معمر، خالد واسطی اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور ان لوگوں نے جریر کا ذکر نہیں کیا ہے .

ترمذی کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ جَرِيرٍ وَهَذَا أَصَحُّ. وَفِي البَاب عَنْ سَمُرَةَ.: وَأَكْثَرُ أَصْحَابِ إِسْمَاعِيلَ قَالُوا: عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ جَرِيرٍ. وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ الحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: الصَّحِيحُ حَدِيثُ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَل , (ت) 1605

المعجم الكبير از الطبراني کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنْبَاعِ رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، ثنا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مِقْلَاصٍ، ثنا يُوسُفُ بْنُ عَدِيٍّ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى نَاسٍ مِنْ خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمُوا بالسُّجُودِ، فَقَتَلَهُمْ فَوَدَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ الدِّيَةِ، ثُمَّ قَالَ: «أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ أَقَامَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ، لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا

سنن نسائی کی سند ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنْ إِسْمَعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً إِلَى قَوْمٍ مِنْ خَثْعَمَ، فَاسْتَعْصَمُوا بِالسُّجُودِ، فَقُتِلُوا فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: «إِنِّي بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مَعَ مُشْرِكٍ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا»

اس کو قیس بن ابی حازم جو مختلط ہو گیا تھا اس نے کبھی مرسل روایت کیا ہے کبھی اس کو جریر بن عبد اللہ کی حدیث اور کبھی خالد بن الولید کی حدیث کہتا ہے اس روایت کو ابن علیہ نے قیس بن ابی حازم سے سنا ہے اور یہی شخص ام المومنین پر حواب کے کتے والی روایت لگاتا ہے اور کہتا ہے ، مروان نے زبیر رضی اللہ عنہ کا قتل کیا - اس کی دماغی حالت صحیح نہیں تھی-

روایت کے الفاظ مبہم ہیں کہ وہ لوگ سجدہ کر کے بچ رہے تھے لیکن پھر بھی خالد نے قتل کر دیا دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیت نصف کر دی- یہ منکر روایت ہے- یہ روایت ثابت نہیں ہے ، اس کی مخالف روایت صحیح بخاری کی روایت ہے

حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح وحَدَّثَنِي نُعَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا: أَسْلَمْنَا، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: صَبَأْنَا صَبَأْنَا، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ، وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ [ص:161]، فَقُلْتُ: وَاللَّهِ لاَ أَقْتُلُ أَسِيرِي، وَلاَ يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ، حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ»

یہاں خالد نے پھر جلد بازی میں قتل کرر دیا رسول اللہ نے الٹا خالد کے عمل سے برات کا اظہار کیا

کومن گراؤنڈ : معروف

معاشرہ میں رائج بعض روایات جن کو قبولیت عامہ مل چکی ہو اور وہ کسی نص شرعی سے متصادم نہ ہوں ان کو معروف کہا جاتا ہے - قرآن میں اس کا ذکر ہے نکاح وغیرہ کے معاملات میں جو معروف چلا آ رہا ہے اسی پر عمل کرو - اب جو معاشرہ میں چلا آ رہا تھا وہ صرف جاہلی کلچر نہیں تھا ، ابراہیم و اسماعیل کی سنت بھی تھی مثلا حج ، حج میں خرید و فروخت - قرآن میں ہے

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَـهُـمْ

تاکہ اپنے فائدوں کے لیے آ موجود ہوں

حج میں لوگ جمع ہوں گے ، مویشی قربانی و غذا کے لئے درکار ہوں گے - مختلف علاقوں کی مصنوعات بکیں گی - بازار میں دعوت و تبلیغ ہو گی وغیرہ یعنی معاشرتی و دینی فوائد حاصل ہوں گے - اسی طرح ختنہ کا رواج بھی مشرکوں میں موجود تھا -

عروف سے متعلق آیات ہیں

فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ﴿٢٤٠ البقرة﴾

قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى ﴿٢٦٣ البقرة﴾

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ ﴿١١٤ النساء﴾

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ﴿٢١ محمد﴾

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ﴿١٢ الممتحنة﴾

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩ البقرة﴾

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ﴿١٤٦ البقرة﴾

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ﴿١٤٦ البقرة﴾

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ﴿١٧٨ البقرة﴾

الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴿١٨٠ البقرة﴾

مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ ﴿١٩٨ البقرة﴾

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴿٢٢٨ البقرة﴾

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴿٢٢٩ البقرة﴾

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴿٢٣١ البقرة﴾

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴿٢٣١ البقرة﴾

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴿٢٣٢ البقرة﴾

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴿٢٣٣ البقرة﴾

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴿٢٣٣ البقرة﴾

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴿٢٣٤ البقرة﴾

وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿۲۳۵ البقرة﴾

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ﴿۲۳۶ البقرة﴾

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۲۴۱ البقرة﴾

تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ﴿۲۷۳ البقرة﴾

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ﴿۱۰۴ آل عمران﴾

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴿۱۱۰ آل عمران﴾

ان آیات کا سیاق و سباق دیکھا جا سکتا ہے سمجھا جا سکتا ہے کہ معروف کیا ہے - مشرک کے کلچر کی ہر بات و رسم غیر اسلامی نہیں ہے یہ آیات اس پر دال ہیں

باب ١٧ اہل کتاب سے متعلق

سوره النساء ٨٦ ہے

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (86)

اور جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا الٹ کر ویسی ہی کہو بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے

بعض مفسرین مثلا قتادہ و ابن عباس کا قول ہے کہ اس میں مجوس اور اہل کتاب بھی شامل ہیں

حدثنا بشر بن معاذ قال، حدثنا يزيد قال، حدثنا سعيد، عن قتادة في قوله: " وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها "، للمسلمين" أو ردوها "، على أهل الكتاب.

حدثني إسحاق بن إبراهيم بن حبيب بن الشهيد قال، حدثنا حميد بن عبد الرحمن، عن الحسن بن صالح، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: من سلَّم عليك من خلق الله، فارْدُدْ عليه وإن كان مجوسيًّا، فإن الله يقول: " وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردوها

لیکن جو بات عام ہے کہ اس سے مراد مسلمان ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ یہودی کو صرف و علیکم کہو یہ مدینہ کے یہود پر خاص تھا کیونکہ وہ السام علیکم کہتے تھے یعنی تم پر موت ہو یعنی زبان کو اس طرح پلٹتے کہ سننے والے کو کچھ لگے

إن اليهود يقولون: السام عليكم فإذا سلموا عليكم فقولوا: وعليكم

حکم ہوا : یہود کہتے ہیں السام علیکم- پس جب یہ سلام کریں تو کہو و علیکم

یہ حکم عام نہیں ہے یہود مدینہ کے لئے خاص ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط نصرانیوں کو لکھے ان میں سلامتی لکھی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ. السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے

تفسیر یحیی بن سلام میں ہے

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ كَتَبَ: «السَّلامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى

صحیح بخاری میں ہے

بسم الله الرحمن الرحيم ، من محمد عبد الله ورسوله ، إلى هرقل عظيم الروم ، السلام على من اتبع الهدى

موسی و ہارون علیھما السلام نے فرعون کو کہا سورہ طہ

إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى

سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے

لہذا جس کو دعوت دی جا رہی ہے اس کو سلام کہہ سکتے ہیں

سورہ النساء میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

اے مومنوں جب زمین پر نکلو اللہ کی راہ میں تو واضح کرو اور جو سلام کہے اس کو نہ کہو کہ تو تو مومن ہی نہیں

یہ ادب میں سے ہے جو آپ کو سلام کہے اس کو سلام کہیں خاص کر جو اجنبی ہوں ورنہ اپ کی دعوت کوئی نہیں سنے گا لوگوں میں مشہور ہو گا کہ اپ تو سلام تک نہیں کرتے

البتہ جو کفر و شرک میں عناد رکھتے ہیں ان کو سلام نہ کریں کیونکہ ان پر اپ کی توحید کی دعوت واضح ہو چکی

اسلام کی دعوت کا مقصد کیا ہے ؟ اس کا اصل سلامتی ہے لہذا مشرک ہو یا اہل کتاب یا گمراہ اہل قبلہ ان سب کو سلام کہا جا سکتا ہے الا یہ کہ یہ اس کا جواب جہالت سے دیں

اہل کتاب سے متعلق بعض احکام

اہل کتاب سے مراد وہ ہیں جن سے جزیہ لینے کا حکم ہے – اس میں یہود ، نصرانی ، مجوسی اور صائبی ہیں

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ 29ۧ

لڑو ان سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جن کو اللہ نے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرام کیا ہے اور نہ دین حق کو قبول

کرتے ہیں – حتی کہ یہ جزیہ دیں اور دب کر رہیں

مجوس اہل کتاب ہیں - صحیح بخاری میں ہے

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ

رسول اللہ نے مجوس سے جزیہ لیا ہے

یعنی یہ اہل کتاب ہیں

جزیہ کا حکم صرف اہل کتاب کے لیے ہے

صائبی بھی اہل کتاب میں سے ہیں یہ زبور کو مانتے ہیں

اور امام شافعی کہتے ہیں ان کا ذبیحہ حلال ہے عورتوں سے نکاح جائز ہے معرفہ سنن و الاثار از بیہقی

نصرانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے تین جز ہیں - نعوذ باللہ

اللہ تعالی - عیسیٰ - روح القدس

یہ سب ان کے نزدیک اللہ ہیں لیکن یہ ایک ہی رب ہے

یہ عجیب و غریب فلسفہ ان کی کتب میں لکھا ہے-نصرانی یہ عقیدہ آج بھی رکھتے ہیں

دور نبوی کے یہود کا قول تھا کہ ایک حبر عزیر میں روح القدس اتری اور وہ بنو الوھم میں سے ہو گیا یا ابن اللہ بن گیا- اس کے بعد اس نے معدوم توریت کو لکھا جو بابل کے حملے میں ضائع ہو چکی تھی- آجکل کے یہود اس عقیدے کو چھوڑ چکے ہیں – لیکن دور نبوی میں ان کا کوئی فرقہ اس کو قبول کرتا تھا- قرآن میں ہے

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

المائدہ

اللہ نے ان یہود کو کافر کہا ہے

شرک کا مطلب اللہ کی ذات و اختیارات میں دوسروں کو شریک کرنا ہے جو اہل کتاب کرتے ہیں-

عیسیٰ کو اللہ کا جز کہتے ہیں اور یہود اپنے علماء کو اللہ کے مقابل لاتے ہیں

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

سورہ النساء ٤٦

اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ظاہر ہے یہ لعنت ان کو جہنم میں داخل کرے گی کیونکہ یہ لعنت تحریف کلام کی وجہ سے ہے

اہل کتاب کو ذمی کا درجہ حاصل ہے کہ اس کی جان و مال کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے- احناف کی فقہ کی کتاب مختصر القدوري في الفقه الحنفي از أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان أبو الحسين القدوري (المتوفى: 428هـ) کے مطابق

ومن امتنع من أداء الجزية أو قتل مسلما أو سب النبي عليه الصلاة والسلام أو زنى بمسلمة لم ينقض عهده ولا ينتقض العهد إلا بأن يلحق بدار الحرب أو يغلبوا على موضع فيحاربونا

اور جو جزیہ نہ دے اور مسلمان کا قتل کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا مسلمان سے زنا کرے تو اس سے عہد ختم نہیں ہوتا اور یہ عہد نہیں ٹوٹتا سوائے اس کے کہ وہ دار الحرب سے مل جائے اور کسی مقام پر غلبہ پا کر مسلمانوں سے جنگ کرے

اسی طرح کا قول حنفی فقہ کی کتاب العناية شرح الهداية میں ہے

جب تک اہل کتاب جو اسلامی حکومت کے تحت جی رہا ہو وہ مطلق کفار کے ساتھ مل نہ جائے یا مسلمانوں سے جنگ کرے تو اس کا قتل ناجائز ہے- ذمی کے قتل کا قصاص قتل سے نہیں لیا جائے گا بلکہ اس کے ورثاء کو دیت یا مال دیا جائے گا- حدیث میں ہے کہ ایک ذمی کے بدلے مومن کو قتل نہیں کیا جائے گا

اہل کتاب کا میقات میں داخلہ

اہل کتاب شرک کر رہے ہیں لیکن احکام کے حوالے سے اللہ تعالی نے مشرکین مکہ کو اہل کتاب سے الگ کیا ہے - ان کے احکام جدا جدا ہیں - مشرک عورت سے نکاح نہیں کر سکتے، اہل کتاب کی عورت سے کر سکتے ہیں- مشرک کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے اہل کتاب کا کھا سکتے ہیں- قرآن میں لفظ مشرک ایک اصطلاح کے طور پر عرب کے بت پرستوں کے لئے بولا گیا ہے اور اہل کتاب کو ان سے الگ رکھا گیا ہے

مسجد النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے نصرانیوں کو عبادت کی اجازت دی تھی جب وہ ان سے ملنے وفد لے کر آئے تھے اور آیات مباہلہ کا نزول ہوا تھا – آیات مباہلہ کا نزول سن ۹

ہجری میں ہے اور السمهودي (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى) کے مطابق یہ سن ١٠ ہجری کا واقعہ ہے - معلوم ہوا کہ اہل کتاب میقات کی حدود میں بھی داخل ہو سکتے ہیں مسجد النبی میں بھی داخل ہو سکتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے نجران کا وفد میقات سے گزر کر ہی آیا تھا - کسی حدیث میں نہیں ہے کہ اہل کتاب میقات یا حدود حرم میں داخل نہ ہوں - حدود حرم یا میقات میں مشرک بت پرستوں کا داخلہ بند ہے

صحیح بخاری کا باب ہے بَابُ إِخْرَاجِ اليَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ اور اس کے تحت حدیث درج ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: يَوْمُ الخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ، ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الحَصَى، قُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ: مَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَقَالَ: «ذَرُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ»، فَأَمَرَهُمْ بِثَلاَثٍ، قَالَ: «أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ، إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ

سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ کہتے ہیں انہوں نے سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ سے سنا انہوں نے ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے سنا ... ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں کیں

أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ

مشرکین کو جزیرہ العرب سے نکال دینا

وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ

وفود کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جیسا میں کرتا ہوں

تیسری وصیت راوی بھول گیا

یہ روایت منکر ہے – اس کی بہت سی وجوہات ہیں –

اول خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی تھی

مسند احمد کی روایت ہے

عَنِ الْأَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ - رضي الله عنهما - مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الشَّامِ ... فَمَاتَ

رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - وَلَمْ يُوصِ

الْأَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيلَ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے شام تک کا سفر کیا .... (اس دوران سوالات کیے).. ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا – رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور انہوں نے کوئی وصیت نہ کی

صحیح بخاری کی روایت ہے[4]

طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى - رضي الله عنهما -: هَلْ أَوْصَى رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم -؟ , فَقَالَ: لَا , قُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ؟ , أَوْ فَلِمَ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ؟ , قَالَ: " أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ - عزَّ وجل

طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ کہتے ہیں میں نے صحابی رسول عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے کہا کیسے جبکہ مسلمانوں پر وصیت فرض ہے یا ان کو وصیت کا حکم ہے ؟ عبد اللہ نے کہا انہوں نے کتاب اللہ کی وصیت کی

صحیح مسلم کی روایت ہے

حدَّثنا مُسدَّدٌ ومحمدُ بن العلاءِ، قالا: حدَّثنا أبو معاويةَ، عن الأعمشِ، عن أبي وائلٍ، عن مسروقٍ عن عائشة، قالتْ: ما تركَ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - ديناراً، ولا درهماً، ولا بعيراً، ولا شاةً، ولا أوصىَ بشيءٍ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بعیر نہ بکری اور نہ کسی چیز کی وصیت کی

شعيب الأرنؤوط اور احمد شاکر اس کو إسناده صحيح کہتے ہیں- یہ روایت مسند ابویعلی میں بھی ہے جہاں حسين سليم أسد اس کو صحیح کہتے ہیں

یعنی عبد بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سب بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی

دوم یمن جزیزہ العرب میں ہے اور اس میں یہودی آج تک رہ رہے ہیں

کسی بھی خلیفہ نے یہود کوعرب سے مکمل بے دخل نہیں کیا ہے- راقم اس روایت کی بنیاد پر سمجھتا رہا تھا کہ آج کوئی یہودی جزیرہ العرب میں نہ ہو گا حتی کہ یمن پر کتب جو ان کی وزارت

ثقافت نے چھاپی تھی اتفاقا دیکھی تو اس میں خبر دی گئی تھی کہ یہود کے قبائل دور بلقیس سے آج تک یمن میں موجود ہیں – پھر اس کی تصدیق یمنی شہریوں سے بھی ہوئی

سوم راوی نے پکڑ کرنے پر ایک دوسرے پر تیسری وصیت چھپانے کا الزام عائد کیا ہے

امام بخاری کے مطابق یہ سفیان بن عینیہ ہیں جو کہتے ہیں سلیمان الأَحْوَل بھول گیا تھا جیسا انہوں نے لکھا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ - راقم کہتا ہے اگر سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل بھول گیا تو سعید بن جبیر کا کوئی اور شاگرد ہی بتا دیتا

اس کے برعکس مصنف عبد الرزاق اور مسند الحمیدی کے مطابق سلیمان الأحول خود کہتے فَإِمَّا أَنْ يَكُونَ سَعِيدٌ سَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ عَمْدًا، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا

پتا نہیں سعید بن جبیر اس تیسری وصیت پر عمدا خاموش رہے یا انہوں نے کہا بھول گئے

سنن ابو داود میں ہے

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ سَعِيدٌ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا

حمیدی نے کہا سفیان بن عینیہ کہا سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل نے کہا مجھے نہیں پتا کہ سعید نے تیسری کا ذکر کیا بھی تھا یا سعید تیسری بتانا بھول گئے یا اس پر چپ رہے

مسند احمد ح ۱۹۳۵ میں الفاظ ہیں

وَسَكَتَ سَعِيدٌ عَنِ الثَّالِثَةِ، فَلا أَدْرِي أَسَكَتَ عَنْهَا عَمْدًا - وَقَالَ مَرَّةً: أَوْ نَسِيَهَا - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ تَرَكَهَا

سعید بن جبیر اس تیسری پر چپ رہے – مجھ سلیمان کو علم نہیں کہ وہ عمدا خاموش رہے اور ایک بار کہا بھول گئے اور سفیان بن عینیہ نے کہا یا اس کو بتانا چھوڑ دیا

یعنی تیسری وصیت کو میں (سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل) نے نہیں سعید بن جبیر بھولے یا چھپایا

لہذا صحیح قول ہے کہ یہ روایت خلفاء اثنا عشر اور ابن عباس کو معلوم نہیں تھی اور انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی کہ یہود کو ان کے علاقوں سے بے دخل کریں عرب ان سے خالی کریں

چہارم : بات ہو رہی ہے المشرکین کو نکالنے کی لیکن باب میں الیھود لکھا ہے-

یہ تضاد ہے کیونکہ باب قائم کرنے والا یہ جانتا نہیں تھا کہ یہود کو تو عرب سے نکالا ہی نہیں گیا لہذا اس نے مشرکوں سے متعلق حکم کو یہود پر لگا دیا ہے- باب بنانے والے کو اس کی بھی تمیز نہیں کہ مشرک اور اہل کتاب کا فرق معلوم ہو – مشرک تو عرب میں معدوم تھے لیکن اہل کتاب جزیہ دے کر رہ رہے تھے - ظاہر ہے یہ باب امام بخاری کا قائم کردہ نہیں ہے

پنجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک عرب میں مشرکین کوئی بڑی تعداد میں نہ تھے

مشرکین کا مذہب معدوم ہو چکا تھا جس کی خبر سورہ النصر میں موجود ہے

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

أور تم دیکھ رہے ہو کہ لوگ اللہ کے دین میں فوجوں کی طرح داخل ہو رہے ہیں

یعنی مشرک اسلام میں داخل ہوئے اور عرب میں مشرک باقی نہیں رہے تھے ان کے مندر وں پر موجود پجاریوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی قتل کرا دیا تھا

الغرض یہ روایت کسی رخ سے صحیح نہیں ہے [5]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود اپنی زرہ یہود کو گروی رکھ کر جو لیا تھا جو وفات النبی کے بعد بھی استعمال ہوا

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح

اہل کتاب یہودی نصرانی یا مجوسی عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے مردوں سے نہیں

عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ اہل کتاب میں سے تھیں

اور جب قرآن میں حکم موجود ہے تو اس کا انکار کرنا سرکشی ہے

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح قرآن کے حکم میں ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَطَعامُ الَّذينَ أوتُوا الكِتٰبَ حِلٌّ لَكُم وَطَعامُكُم حِلٌّ لَهُم ۖ وَالمُحصَنٰتُ مِنَ المُؤمِنٰتِ وَالمُحصَنٰتُ مِنَ الَّذينَ أوتُوا الكِتٰبَ مِن قَبلِكُم إِذا ءاتَيتُموهُنَّ أُجورَهُنَّ مُحصِنينَ غَيرَ مُسٰفِحينَ وَلا مُتَّخِذى أَخدانٍ ۗ وَمَن يَكفُر بِالإيمٰنِ فَقَد حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِى الءاخِرَةِ مِنَ الخٰسِرينَ ﴿٥﴾ ...المائدة

اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے ۔نیز مؤمن عفیفہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں اور ان لوگوں کی عفیفہ عورتیں بھی جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔

بشرطیکہ اس سے تمھاری غرض مہر ادا کر کے نکاح میں لانا ہو محض شہوت رانی اور پوشیدہ آشنائی

نہ ہو۔ اور جس نے بھی ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا اس کا وہ عمل بر باد ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا "(المائدہ:5)

امام شافعی کا کتاب الام میں قول ہے اس آیت پر

قَالَ الشَّافِعِيُّ) : - رَحِمَهُ اللَّهُ - فَبِهَذَا كُلِّهِ نَقُولُ لَا تَحِلُّ مُشْرِكَةٌ مِنْ غَيْرِ أَهْلِ الْكِتَابِ بِنِكَاحٍ وَلَا يَحِلُّ أَنْ يَنْكِحَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إلَّا حُرَّةً

ہم یہی کہتے ہیں مشرکہ سے نکاح حلال نہیں ہے سوائے اس کے کہ اہل کتاب میں سے ہو اس سے نکاح ہے اور ان میں بھی ان کی آزاد عورتوں سے نکاح حلال ہے

تمام فقہاء کا یہی قول ہے

علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَزَوَّجَ طَلْحَةُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ یَہُودِیَّةً ۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا۔

(السنن الکبرٰی للبیہقي : 172/7، وسندهٗ حسنٌ)

عبداللہ بن عبد الرحمان انصاری اشہلی تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں

إِنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ نَكَحَ يَهُودِيَّةً ۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا۔

(السنن الکبرٰی للبیہقي : 172/7، وسندهٗ حسنٌ)

مصنف ابن اب شیبہ ١٦١٦٣ میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الصَّلْتِ بْنِ بَهْرَامَ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ حُذَيْفَةُ يَهُودِيَّةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ أَنْ خَلِّ سَبِيلَهَا، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: إِنْ كَانَتْ حَرَامًا خَلَّيْتُ سَبِيلَهَا فَكَتَبَ إِلَيْهِ: «إِنِّي لَا أَزْعُمُ أَنَّهَا حَرَامٌ، وَلَكِنِّي أَخَافُ أَنْ تَعَاطَوُا الْمُومِسَاتِ مِنْهُنَّ»

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف خط لکھا کہ آپ اس سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کیا آپ اسے حرام خیال کرتے ہیں، اس لیے علیحدگی اختیار کر لوں؟ عمررضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اسے حرام تو خیال نہیں کرتا، البتہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم بدکار یہودی عورتوں سے نکاح نہ کر لو

یہ قول بہت بیان کیا جاتا ہے لیکن یہ باطل ہے ایسا حکم جو قرآن میں ہو کوئی بھی اس سے منع نہیں کر سکتا - اس فرضی خط و کتابت کے بعد کیا واقعی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ؟ کسی

روایت میں نہیں اور یہ کب کا واقعہ ہے دور عمر کا یا دور ابو بکر کا یہ بھی واضح نہیں ہے

مصنف ابن ابی شیبہ ١٦١٦٥ میں ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ نِكَاحَ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَلَا يَرَى بِطَعَامِهِنَّ بَأْسًا

نافع نے ابن عمر سے روایت کیا کہ وہ کراہت کرتے تھے اہل کتاب کی عورت سے نکاح پر اور وہ ان کے کھانے میں کوئی برائی نہیں جانتے تھے

اس میں یحیی بن سعید مدنی مدلس کا عنعنہ ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّهُ كَرِهَ نِكَاحَ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ»، وَقَرَأَ {وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ} [البقرة: 221]

ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح پر کراہت کرتے اور آیت قرات کرتے اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں بقرہ

اس کی سند میں جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ مضبوط نہیں ہے- یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مشرک بت پرستوں کو اہل کتاب سے سورہ المائدہ میں الگ کر دیا ہے-

قرآن سورہ بقرہ میں ہے

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا ، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ۔ ایک مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے ، اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو ۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمھیں آگ کر طرف بلاتے ہیں237 اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور وہ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ سبق لیں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔ ٢٧ع

سورہ بقرہ آیت نمبر 221 کے مطابق مشرک سے نکاح جائز نہیں ۔ اس میں مشرک سے مراد بت پرست ہیں – اہل کتاب کے مشرک مراد نہیں ہیں - آیات میں عام و خاص حکم ہوتا ہے – سورہ المائدہ آخری احکام کی سورت ہے اس میں اہل کتاب سے نکاح اور ان کا کھانا جائز کیا گیا ہے اور اسی میں ہے کہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے تثلیث کا عقیدہ اختیار کیا یا عیسیٰ کے بت کی پوجا کی – کیا یہودی و نصرانی شرک نہیں کر رہے ؟ کر رہے ہیں وہ بھی تو الوہیت میں شریک کرتے ہیں لیکن ان پر مشرکین مکہ کا حکم اللہ نے نہیں لگایا ہے- مشرک کے احکام اہل کتاب کے احکام سے الگ کیوں

ہیں ؟ اس پر غور کرنا ضروری ہے

سورہ مائدہ نے سورہ بقرہ کے حکم کو ختم کیا یا منسوخ کیا اور نصرانی و یہودن سے شادی کی اجازت دی

الناسخ والمنسوخ في القرآن العزيز وما فيه من الفرائض والسنن از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي البغدادي (المتوفى: 224هـ) کے مطابق

فَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي ذَلِكَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: {الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً، وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٍ، وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ} [النور: 3]، فَكَانَتِ الْآيَةُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ مَنْسُوخَةً لَا يُعْمَلُ بِهَا وعِنْدَ آخَرِينَ مُحْكَمَةً مَعْمُولًا بِهَا

سورہ بقرہ کی آیت بعض کے نزدیک منسوخ ہے

اور وجہ ابو عبید نے بیان کی

وَإِنَّمَا الْمَعْرُوفُ عَنْ حُذَيْفَةَ نِكَاحُهُ الْيَهُودِيَّةَ

معروف ہے کہ حذیفہ نے یہودن سے شادی کی ہے

راقم کہتا ہے سورہ مائدہ میں حکم آ گیا ہے تو ظاہر ہے اصحاب رسول اس پر عمل کرتے تھے

اہل کتاب کا کھانا

سورہ مائدہ میں ہی لکھا ہے کہ نصرانی کافر ہیں اور یہ بھی لکھا ہے

لْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (5 المائدة)

آج کے دن تم پر طیب چیز حلال کی گئی ہے اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے

ایک ہی سورت ہے دو حکم ہیں – اہل کتاب کی سبزی پیاز کی بات نہیں ہو رہی ان کے ذبح کی بات ہو رہی ہے کیونکہ سبزی تو پہلے سے ہی طیب ہے اس کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی

تفسیر طبری میں ہے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ , قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ , عَنْ مُغِيرَةَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ , فِي قَوْلِهِ: {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ} [المائدة: 5] قَالَ: «ذَبَائِحُهُمْ

إِبْرَاهِيمَ النخعی نے کہا اس سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے

اس قول کی کئی سندیں ہیں

حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ , قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ , قَالَ: ثنا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيرَةِ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ , بِمِثْلِهِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيعٍ , قَالَ: ثنا أَبِي , عَنْ سُفْيَانَ , عَنْ مُغِيرَةَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ , مِثْلَهُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى , قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ , قَالَ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ , عَنْ مُغِيرَةَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ , مِثْلَهُ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى قَالَ: ثنا أَبُو نُعَيْمٍ وَقَبِيصَةُ , قَالَا: ثنا سُفْيَانُ , عَنْ مُغِيرَةَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ مِثْلَهُ

حَدَّثَنَا بِشْرٌ , قَالَ: ثنا يَزِيدُ , قَالَ: ثنا سَعِيدٌ , عَنْ قَتَادَةَ , قَوْلُهُ: {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ} [المائدة: 5] أَيْ ذَبَائِحُهُمْ

قتادہ نے کہا اس سے مراد ذبیحہ ہے

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے

قُرِئَ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ , أَنْبَأَ مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ , أَخْبَرَنِي النُّعْمَانُ بْنُ الْمُنْذِرِ , عَنْ مَكْحُولٍ , قَالَ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ: {وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ} [الأنعام: 121] ثُمَّ نَسَخَهَا الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَرَحِمَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: {الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ [ص:1379] الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ} [المائدة: 5] فَنَسَخَهَا بِذَلِكَ وَأَحَلَّ طَعَامَ أَهْلِ الْكِتَابِ

مَكْحُولٍ نے کہا اللہ تعالی نے نازل کی آیت وہ مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے پھر رب تعالی نے اس حکم کو منسوخ کیا اور مسلمانوں پر رحم کیا اور کہا آج کے دن تم کا طیب چیز حلال ہے اور اہل کتاب کا کھانا حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے

یعنی شام میں اس قول کو بھی لیا جاتا تھا کہ اگر اہل کتاب اللہ کا لفظ نہ بولیں تو بھی حلال ہے

تمام فقہاء کا یہی قول ہے

اگر اس کو بدل دیں تو ہم (و من لم تحکم بما انزل اللہ) کے اندر آ جائیں گے

اہل کتاب اگر غیر اللہ کی نذر کریں تو حرام ہے – اگر مسلمان جو اہل قبلہ میں سے ہو وہ غیر اللہ کی نذر نہیں کر رہا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے

یعنی مسلمان ملکوں میں بازار سے گوشت خرید کر کھا سکتے ہیں ضروری نہیں کہ اس کو غیر مسلم و مشرک سمجھ کر گوشت خریدنا بند کر دیا جائے

اِس تمام بحث سے معلوم ہوا اللہ تعالی نے کفّار بت پرستوں کو اہل کتاب سے الگ کیا ہے سب کو ایک ہی کیٹگری نہیں بنا دیا ہے

الولاۃ والبراء کی حدود

مرجان مصطفى سالم الجوهري المتوفى ١٤٣٦ ھ / ٢٠١٥ جس کا قلمي نام أبو عمرو عبد الحكيم حسان تھا اس نے کتاب بنام التبيان في أهم مسائل الكفر والإيمان لکھی جس میں اس شخص نے ولاہ اور تولی کے قرانی الفاظ سے اپنے گمراہ نظریات کا استخراج کیا[6] یہ تحاریر الولاۃ والبراء کی وضاحت کے تحت لکھی گئیں تھیں یعنی یہود و نصاری سے رسول اللہ کی مخالفت میں دوستی کی ممانعت ہے لیکن اس کا ذکر کرتے کرتے یہ لوگ اس میں تشدد کی راہ پر چلے گئے[7]

سورہ ال عمران میں ہے

لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِىْ شَىْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْـهُـمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٝ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (28)

مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو کوئی یہ کام کرے اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس صورت میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سورہ الممتحنہ میں ہے

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْـهِـمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ ۙ اَنْ تُؤْمِنُـوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُـمْ جِهَادًا فِىْ سَبِيْلِىْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِىْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَيْـهِـمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُـمْ وَمَآ اَعْلَنْتُـمْ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْـهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (1)

اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں، رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو، اگر تم جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لیے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو، اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستہ سے بہک گیا۔

دور نبوی میں یہودی سازش کرتے تھے ، مشرک قتال کرتے تھے لہذا ان آیات کا مقصد مسلمانوں کو متنبہ کرنا تھا کہ ان کو دوست سمجھ کر کہیں وہ راز کی بات نہ بتا دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کام کر بیٹھیں - جب اسلام نے ان مشرکوں کا اور سازشی یہود کا قلع قمع کر دیا تو عرب میں وہ یہودی رہ گئے جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت مدینہ میں رہنا پسند کرتے تھے اور نصرانی بھی مطیع ہو گئے - مصری بادشاہ مقوقس نے ماریہ قبطیہ لونڈی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی - آخری سورت جو احکام میں نازل ہوئی وہ سورہ المائدہ ہے اور اس میں حکم نازل ہوا کہ اہل کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے ان کا ذبیحہ کھانا بھی حلال ہے - اس حکم کے بعد جائز ہوا کہ اہل کتاب سے دوستی سے بڑھ کر رشتہ داری کی جائے ان کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوا جائے

لیکن ظاہر ہے وہ اہل کتاب جو اسلام کے دشمن ہوں اور مسلمانوں کا ان سے امن کا کوئی معائدہ بھی نہ ہو وہ دار الحرب ہیں ان کے اوپر واپس وہی الولاء و البراء کا حکم لگایا جائے گا – لیکن لوگوں نے حد سے تجازو کیا اور اہل کتاب کا ذبحہ مطلق حرام قرار دے دیا ، ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرنے کے فتوے دیے - یہ سب صلیبی نصرانی دور میں شروع ہوا اور ابھی تک جاری ہے کیونکہ پھر انگریز اور صیہونی بھی مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے - معاملہ الجھا دیا گیا جبکہ قرآن میں بالکل واضح حکم ہے کہ اہل کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے

اہل کتاب سے شادی ہو سکتی ہے دوستی نہیں! مطلب آپ بات سمجھ نہ پائے-بقول حافظ

چوبشنوی سخن اهل دل مگو که خطاست

سخن شناس نئی ، دلبرا، خطا اینجاست

راقم کہتا ہے یہ لوگ بھول گئے کہ ابن الدغنہ کون تھا ؟ کیا کبھی صحیح بخاری کو دیکھا ہے جس میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ مشرک دوست تھا ان کی مدد کرتا تھا –

صحیح بخاری حدیث ۲۲۹۷ میں ہے

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیروکار پایا۔ اور ابوصالح سلیمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے، اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیروکار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف

نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک غماد پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک بن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے)نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلئے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا۔ اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے۔ اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں، لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں اور نہ اس کا اظہار کریں، کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ باتیں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لیے ایک جگہ بنا لی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے ہی رونے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش گھبرائے اور سب نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنہ ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابوبکر کو اس لیے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے، لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی

ایک جگہ بنا لی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لیے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑ دیں۔ لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا تو آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے۔ جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرما دیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، جلدی نہ کرو، امید ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اجازت مل جائے گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ضرور! چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے، انہیں چار مہینے تک وہ ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

یہ بھول گئے کہ صحیح بخاری میں ہے (أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ جو کٹر دشمن رسول تھا) اس کی جنگ بدر میں حفاظت صحابی رسول عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ نے کی – یہاں تک کہ اس کی جان کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا لیکن مسلمانوں نے جنگ کے بعد اس پر ان کو کچھ نہ کہا نہ قرآن میں ان کے خلاف کچھ نازل ہوا - اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کا آپس میں معائدہ

تھا - جب مسلمان کا دوسروں سے معاہدہ ہو تو اس کو پورا کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے
صحیح بخاری میں ہے
باب: اگر کوئی مسلمان دار الحرب یا دار الاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنائے تو جائز ہے
حدیث نمبر: 2301

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یوسف بن ماجشون نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے صالح کے دادا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوایا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے، حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے حفاظت کروں۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمان کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمن کو کیا جانوں۔ تم اپنا وہی نام لکھواؤ جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوایا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پہاڑ کی طرف گیا تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کر سکوں، لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً ہی انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر دشمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر بچ نکلا تو میری ناکامی ہو گی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے ہو لی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آ لیں گے تو میں نے اس کے لڑکے کو آگے کر دیا تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے، لیکن لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آ لیا ا تو میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں، لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر تلوار کی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔

یہ لوگ یہ بھی بھول گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے قبل اپنا کچھ جنگی سازو سامان ایک یہودی کے پاس گروی رکھ دیا تھا اور اس کے بدلے جو لیا
صحیح بخاری میں ہے
حدیث نمبر: 2068

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، "أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ".

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (سامان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھا خریدا اور اپنی لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

یہ لوگ بھول گئے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ بنت الفرافصة جن کی انگلیوں کا قصاص کا مطالبہ لے کر ام المومنین بصرہ تک گئیں وہ اہل کتاب میں سے تھیں

بعض آیات کا محل و سیاق ہے ان میں تفرق کرنا اور سمجھنا ضروری ہے – بعض احکام کا تعلق عرب سے تھا اس کا تعلق تمام دنیا سے نہیں – مثلا مشرکین کے بت عرب میں توڑ دے گئے لیکن ان کو عرب سے باہر نہیں توڑا گیا – گرجا میں عیسیٰ و مریم علیہما السلام کے بتوں کو چھوڑ دیا گیا

ایک اور کتاب دوستی و دشمنی کا اسلامی معیار یا الولاہ و البراء از صالح بن الفوزان میں بھی اسی خارجی طرز کا انداز ہے موصوف غیر مسلموں کو کسی صورت برداشت نہیں کرتے حتی کہ ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اہل کتاب کو کاتب کی نوکری تک نہ دی جائے (صفحہ ۱۸ اور ۱۹)- جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ بنو امیہ کے خلفاء نے اہل کتاب کو اپنی بیرو کریسی میں شامل کیا انہوں نے مسند احمد کا حوالہ دیا لیکن یہ روایت بیہقی شعب ایمان کی ہے

أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَلَوِيُّ بِالْكُوفَةِ , أنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ دُحَيْمٌ , نا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمٍ , نا عَمْرُو بْنُ حَمَّادٍ , عَنْ أَسْبَاطٍ , عَنْ سِمَاكٍ , عَنْ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ , عَنْ أَبِي مُوسَى , فِي كَاتِبٍ لَهُ نَصْرَانِيٍّ عَجِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ كِتَابِهِ , فَقَالَ: إِنَّهُ نَصْرَانِيٌّ قَالَ أَبُو مُوسَى: فَانْتَهَرَنِي وَضَرَبَ فَخِذِي وَقَالَ: " أَخْرِجْهُ " وَقَرَأَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ} [الممتحنة: 1] , وَقَالَ: {لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [المائدة: 51] , قَالَ أَبُو مُوسَى: وَاللهِ مَا تَوَلَّيْتُهُ إِنَّمَا كَانَ يَكْتُبُ , قَالَ: " أَمَا وَجَدْتَ فِي أَهْلِ الْإِسْلَامِ مَنْ يَكْتُبُ لَكَ لَا تُدْنِهِمْ إِذْ أَقْصَاهُمُ اللهُ , وَلَا تَأْمَنْهُمْ إِذَا خَانَهُمُ اللهُ , وَلَا تُعِزَّهُمْ بَعْدَ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللهُ

ابوموسی رضي الله تعالى سے روایت بیان کی ہے کہ ابوموسی رضي الله تعالى عنہ کہتے ہیں میں نے عمر

رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ : میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے ، وہ برا کہنے لگے اور میری ران پر ضرب لگائی تو نے اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان نہیں سنا اے ایمان والو ! تم یہود ونصاری کو دوست نہ بناؤ یہ توآپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ دوستی کرے گا وہ بلاشبہ انہیں میں سے ہے ، ظالموں کو اللہ تعالی ہرگز راہت راست نہیں دکھاتا ۔ المائدہ (51) ۔ (تو نے ملت حنیف پر چلنے والے کوحاصل کیوں نہ کیا یعنی مسلمان کاتب کیوں نہ رکھا) ابوموسی رضي اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میں نے کہا میں نے اس سے دوستی نہیں کی ہے اس کو کاتب رکھا ہے - عمررضي اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے :اگر اہل اسلام میں سے کوئی لکھ سکتا ہے تو اس کو رکھو ، جب اللہ تعالی نے ان کی توہین کی اورانہیں ذلیل کیا ہے تومیں ان کی عزت واحترام نہیں کرونگا ، اورجب اللہ تعالی نے انہیں دور کیا ہے تومیں انہیں قریب نہیں کرونگا ۔

اس کو اسباط بن نصر روایت کرتا ہے سماک سے وہ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ سے وہ ابو موسی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نصرانی کاتب پر تعجب کیا اور دلیل میں سورہ ممتحنہ اور المائدہ کی آیات سنائی-اسکی سند میں سماک بن حرب کا تفرد ہے کتاب المختلطين از العلائي کے مطابق

وقال النسائي: إذا انفرد بأصل لم يكن حجة

نسائی کہتے ہں جس میں یہ منفرد ہو وہ حجت نہیں ہے دوم اسباط بن نصر خود ایک ضعیف راوی ہے کہا جاتا ہے عيون الأخبار از أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ) میں اس کی ایک اور سند ہے

حدّثنا إسحاق بن راهويه قال: أخبرنا جرير عن يزيد بن أبي زياد عن عياض بن أبي موسى أنّ عمر بن الخطّاب قال لأبي موسى: ادع لي كاتبك ليقرأ لنا صحفا جاءت من الشام. فقال أبو موسى: إنه لا يدخل المسجد: قال عمر: أبه جنابة؟ قال: لا، ولكنّه نصراني. قال: فرفع يده، فضرب فخذه حتى كاد يكسرها ثم قال: ما لك! قاتلك الله! أما سمعت قول الله عز وجل:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصارى أَوْلِياءَ

ألا اتخذت رجلا حنيفيا؟ فقال أبو موسى: له دينه ولي كتابته. فقال عمر: «لا أكرمهم إذ أهانهم الله ولا أعزّهم إذ أذلّهم ولا أدنيهم إذ أقصاهم الله

اس طرق میں عياض بن أبي موسى مجہول ہے اور یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے

کتاب قبول الأخبار ومعرفة الرجال از أبو القاسم عبد الله بن أحمد بن محمود الكعبي البلخي (المتوفى: 319 هـ) میں ابن معین کا قول ہے کہ عیاض بن أبی موسی کوئی چیز نہیں

ابن أبي خيثمة قال: سئل يحيى بن معين، عن حديث أبى الوليد الطيالسى، عن سعيد، عن سماك بن حرب قال: سمعت عياض الأشعرى يحدث عن أبى موسى: أن النبى - صلى الله عليه وسلم - قال: "فسوف يأتى الله بقوم فكتب يحيى بخطه على عياض بن أبى موسى: ليس بشئ

تفسير ابن أبي حاتم (3/ 147) ح 4087 میں اس کی سند ہے

- حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنِي أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ، ثنا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي الزِّنْبَاعِ، عَنْ أَبِي دُهْقَانَةَ، قَالَ: قِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: "أَنَّ هَاهُنَا غُلاماً مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ حَافِظاً كَاتِباً فَلَوَ اتَّخَذْتَهُ كَاتِباً قَالَ: قَدِ اتَّخَذْتُ إِذاً بِطَانَةً مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ".

مصنف ابن أبي شيبة (6/ 155) ح (86) میں اس کی سند ہے

علي بن مسهر عن أبي حيان التيمي عن أبي الزنباع عن أبي الدهقانة قال : قيل لعمر بن الخطاب : إن ههنا غلاما من أهل الحيرة ، لم يرقط أحفظ منه ولا أكتب منه ، فان رأيت أن تتخذه كاتبا بين يديك ، إذا كانت لك الحاجة شهدك ، قال : فقال عمر : قد اتخذت إذن بطانة من دون المؤمنين.

دونوں میں أبو دهقانة ہے جو مجهول ہے اس کا ذکر "الكنى" للدولابي "ص170"، الجرح والتعديل "9/ 368" میں ہے

یہاں ایک عام کاتب پر بحث ہو رہی ہے دوسری طرف امام احمد کا کہنا تھا کہ مسلمانوں میں قرآن تک نصرانی سے لکھوایا جاتا تھا - اس سے ظاہر ہے کہ خود محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں تھی - مسلمانوں میں کتابت میں یہ عالم تھا کہ امام احمد کہتے ہیں کہ قرآن تک نصرانی سے لکھوایا جاتا تھا کیونکہ کاتب کم تھے-جزء في مسائل عن أبي عبد الله أحمد بن حنبل المؤلف: أبو القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز بن المَرْزُبان بن سابور بن شاهنشاه البغوي (المتوفى: 317هـ) تحقيق: أبي عبد الله محمود بن محمد الحداد الناشر: دار العاصمة، الرياض الطبعة: الأولى، 1407 هـ میں ہے

وَقَالَ: وَسَأَلَ رَجُلٌ أَحْمَدَ وَأَنَا أَسْمَعُ: بَلَغَنِي أَنَّ نَصَارَى يَكْتُبُونَ الْمَصَاحِفَ فَهَلْ يَكُونُ ذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ نَصَارَى الْحَيْرَةِ كَانُوا يَكْتُبُونَ الْمَصَاحِفَ، وَإِنَّمَا كَانُوا يَكْتُبُونَهَا لِقِلَّةِ مَنْ كَانَ يَكْتُبُهَا. فَقَالَ رَجُلٌ: يُعْجِبُكَ ذَلِكَ؟ ! قَالَ: لَا مَا يُعْجِبُنِي.

ایک رجل نے احمد سے پوچھا کہ: میں نے سنا ہے کہ نصاری بھی قرآن کو لکھا کرتے تھے، یہ بات صحیح ہے ؟احمد نے جواب دیا کہ: ہاں، حیرہ کے رہنے والے نصاری قرآن کو لکھا کرتے تھے، اس لیے کہ کاتب کم تھے-

ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ: کیا تم کو اس جواب سے تعجب ہوا ؟ اس نے کہا: نہیں

یہ حوالہ بہت سی کتب میں موجود ہے

صالح بن فوزان نے لکھا کہ مسلمانوں کے امور پر کفار کو نافذ کرنا حرام ہے (صفحہ ۱۹) ضعیف روایت سے استخراج کردہ یہ نتیجہ ہی غلط ہے کیا یہودی جس سے لیں دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اس کو زرہ دی اور جو لیا صحیح تھا وہ بھی حرام ہوا – ایک کاتب کی کتابت سے خوف زدہ علماء کا افراط میں اس قسم کے فتوے دینے سے یہ دین پھیلنے سے تو رہا بلکہ موصوف نے مزدور، کاریگر اور ڈرائیور تک غیر مسلم نہ رکھنے کا فتوی دیا ہے (صفحہ ۱۹) یہ تو معاشی مقاطعہ ہے جو کفار کا شیوا تھا – صالح الفوزان صفحہ ۳۱ تک جا کر پٹھری بدلتے ہیں کہ کفار سے تجارت جائز ہے – پتا نہیں یہ کتاب ایک نشست میں لکھی گئی ہے یا نہیں

اہل کتاب کی تاریخ یا عیسوی کلینڈرسے بھی موصوف نے منع کیا ہے جبکہ اس کا تعلق کسی بھی دین سے نہیں- عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اک تحریر آئی جس سے معلوم نہ ہو سکا کب کی ہے آپ نے تاریخ کا دن پہلی ہجری مقرر کی – اور یہ اسلامی کلینڈر وجود میں آیا لیکن اگر کوئی اہل کتاب کی تاریخ لکھ دے تو یہ حرام کس دلیل سے ہوا ؟ دوسری طرف اسلام میں حج سیزن میں تاریخوں کو بدلنا اور ان علماء کی جانب سے اس پر دم کا فتوی دینا سراسر حلال ہے جس میں غلط تاریخ پر حج کیا جاتا ہے اور بعد میں خاموشی سے دم ادا کر دیا جاتا ہے (مثلا ۲۰۰۷ یا ۲۰۰۸) جس سے عالم بے خبر ہے

اسلامی نام رکھنے پر بھی موصوف نے زور دیا ہے (صفحہ ۲۲) لیکن کیا مشرکین مکہ یا کفار کے نام تبدیل کیے گئے اکا دکا کے ہی خالص مشرکانہ نام تبدیل کیے گئے ہر کسی کا تبدیل تو نہ ہوا یہ بھی افراط ہے

ان علماء کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ آج مسلمانوں کا جان بچا کر کہیں اور جانا حرام ہے دوسری طرف ہجرت حبشہ کو جائز کہتے ہیں جس میں خود ایک نصرانی حاکم سے مسلمانوں کی حفاظت کی درخوست کی گئی

اصل میں اس قبیل کے علماء کا غلطی یہ ہے کہ آیات کو جو مشرکین مکہ کے لئے تھیں ان کو آج کل کے اہل کتاب پر لگا دیتے ہیں اور جو احکام اہل کتاب کے لئے تھے ان کو مسلمانوں پر لاگو کرتے ہیں اور جو ان کی نہ سنے اس کو منافق قرار دے دیتے ہیں اور مسند رسالت پر براجمان ہونے کی کوشش میں ہیں اگرچہ زبان سے اس کے انکاری ہیں لیکن وہ عمل جو خالص وحی الہی سے ہی ممکن ہیں ان

کی تلقین کرتے پھرتے ہیں مثلا کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے اختلاف ہوا تو اس پر مرتد کا فتوی جڑنا ، ان کی بیویوں کو علیحدگی کا حکم دینا ، ان کے حمل گروانا ، پھر معاشی بائیکاٹ اور کوئی انکی پارٹی کا جوان مرد عامی ذہین اٹھ کر ایسے صحیح العقیدہ مخالفین کو قتل کر دے تو اس گناہ کا بوجھ کون اٹھائے گا

اس خوف و دہشت میں رہنے والے علماء جس تفسیاتی اضطراب کا شکار ہوتے ہیں اسی میں اپنے معتقدین کو بھی مبتلا کر دیتے ہیں جبکہ دین تو نصیحت کا نام ہے کچھ اور نہیں

مشرکین مکہ کا دھرم ختم ہوا تو وہ ایک فطری عمل تھا- اس پر نوشتہ دیوار آ چکا تھا لوگ جوق در جوق اسلام میں آ رہے تھے پرانے مندروں کے بچے کچھے لوگوں کو منتشر کرنے کے لئے ان کے بت توڑے اور مندر ڈھا دیے گئے لیکن یہ صرف عرب میں ہوا- مسلمانوں نے مصر فتح کیا لیکن فرعونوں کی مورتیاں آج تک باقی رہیں – کسی من چلے کو خیال نہ آیا کہ ان تو توڑا جائے- یہ آج ان سلفی علماء کو ہی خیال کیوں آیا؟ بدھا کے بتوں تو نہیں توڑا گیا اور عباسی خلافت تک آتش کدہ نوبہار البوزی میں اگ جلتی رہی – ہونا تو یہ چاہیے تھا اس کو اسی وقت بجھا دیا جاتا

مدینہ کی سیاست ایک وقتی نوعیت کی چیز تھی- جس میں منافق اور یہود کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گٹھ جوڑ تھا جس میں ان کا مقصد تھا کہ رسول اللہ کو کسی طرح مشرکین مکہ کے ہاتھوں قتل کرا دیا جائے اور ہم واپس مدینہ کے حاکم بنیں اور مسلمانوں کو یہاں سے بھگا دیں لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا اس کا منصوبہ الگ تھا اس تناظر میں آیات نازل ہوئیں کہ جس نے رسول اللہ کی مخالفت کی وہ منافق ہے اور کافر سے درپردہ دوستی سے منع کیا گیا وہ دور گزر گیا

امت مسلمہ اتنی وسیع ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کو کوئی ختم نہ کر سکے گا لہذا علماء کو چاہیے اس نفسیاتی خوف سے باہر نکلیں اور تہذیب کے دائرے میں بین المذآھب ڈائلاگ کرنا سیکھیں

اچھے اہل کتاب بھی ہیں ؟

دور نبوی میں اہل کتاب علماء کا ذکر اچھے برے انداز میں کیا گیا ہے مثلا

سورہ مائدۃ مین ہے مسلمانوں سے

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

مودت میں سب سے قریب تم ان کو پاؤ گے جو نصرانی ہیں کیونکہ ان میں خدا ترس اور رہبان ہیں اور یہ

متکبر نہیں ہیں

إس سے قبل سورہ توبہ میں کہا گیا تھا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

آے ایمان والوں بہت سے احبار و رہبان لوگوں کا مال باطل ہڑپ کر جاتے ہیں اور ان کو راہ اللہ سے روکتے ہیں

معلوم ہوا اس میں تمام احبار و رہبان کو برا کہنا مقصد نہیں تھا بلکہ ۸۰ % برے تھے تو ۲۰ % اچھے بھی تھے

اس سے قبل سورہ ال عمران میں یہ کہا گیا

لَيْسُوْا سَوَآءً ۗ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُـمْ يَسْجُدُوْنَ (113)

وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْـرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (114)

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

سورہ توبہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34)

إس أية سے دلیل ملتی ہے کہ گمراہ علماء اہل کتاب تھے

اب دو طرح کے لوگ ہوئے ایک وہ جو اچھے نصرانی و یہودی تھے اور ایک وہ جو متبع طاغوت تھے اپنے احبار و رہبان کو رب بنا بیٹھے تھے

نجاشی کی مثال ہمارے سامنے ہے جو ایک اچھا نصرانی تھا ، کمزور کی مدد کرنے والا – اللہ تعالی نے اس کو اسلام کی توفیق دی - واضح رہے کہ نجاشی ایک نصرانی حاکم تھا طاغوت نہ تھا کیونکہ اس نے حق کا ساتھ دیا - دور نبوی میں حاکم حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور ان کی مملکت برقرار رہی - نجاشی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اب تم مدینہ منتقل ہو جاؤ - اس طرح جس نظم نصرانیت میں نجاشی تھے اسی میں رہے اور

وفات پائی – مدنیہ میں ان کی نماز جنازہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی

نصرانیوں سے مل کر جہاد کرنا

کتاب طاغوت کے تعاون سے جہاد،شرعی میں غیر مقلد محمد ابراہیم سلفی کا کہنا ہے کہ جہاد میں نصرانی سے مدد لی جا سکتی ہے

''مسلمانو! وہ وقت آنے والا ہے جب تم رومی صلیبی عیسائیوں سے امن والی صلح کا معاہدہ کرو گے پھر تم اور رومی مل کر اپنے ایک دشمن سے لڑو گے چنانچہ اللہ کی طرف سے اس دشمن کے خلاف تمہاری مدد ہوگی اور تم صحیح سلامت غنیمت کا مال لے کر واپس پلٹو گے اور ایک سرسبز شاداب ٹیلوں والی جگہ پر تمہارا پڑاؤ ہوگا کہ وہاں ایک صلیبی اپنی صلیب کو اونچا کر کے اعلان کرے گا کہ صلیب کو غلبہ ہوا ہے۔ اس پر اہل اسلام کا ایک آدمی (مجاہد) غضبناک ہو کر اس صلیب کو توڑ ڈالے گا۔ تب وہ رومی معاہدہ توڑ کر مسلمانوں سے لڑنے کو اکٹھے ہو جائیں گے اور مسلمان بھی اپنا اسلحہ تھام کر خوب ان عیسائیوں صلیبیوں سے لڑیں گے تو اللہ مسلمانوں کی اس جماعت کو شہادت کی عظیم نعمت سے نوازے گا۔'' [1]

میرے موقف کی تائید میں اس سے بڑی اور واضح دلیل کیا ہوگی؟ اللہ دل کی آنکھیں نصیب فرمائے۔ (آمین!)

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابن دغنہ کافر سے تعاون لیا اور اس کی پناہ میں رہے۔ سو جب ایک اچھے کام میں کلمے کے منکر کافر سے تعاون کرنے اور کروانے کا حکم ہے تو کلمے کے اقراری سے کونسا حکم مانع ہے؟

اس معاملہ میں اب دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیصلہ کن پیشگوئی:

حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الولاہ و البراء میں وہابی فتوی دے رہے ہیں کہ نصرانی شہری کو جو ذمی ہو اس کو کاتب تک نہ رکھو اور یہاں کہا جا رہا ہے کہ ان سے جہاد میں مدد لو -یہ روایت سنن ابو داود میں مسند احمد میں اور سنن ابن ماجہ میں ہے- البانی اور : شعَیب الأرنؤوط نے اس کو صحیح قرار دے دیا ہے جو غلطی ہے

حدیث نمبر: 4292

حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ، وابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمْ فَحَدَّثَنَا، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْهُدْنَةِ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا فَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ فَتُنْصَرُونَ وَتَغْنَمُونَ وَتَسْلَمُونَ ثُمَّ تَرْجِعُونَ، حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ: غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ".

حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ مکحول اور ابن ابی زکریا: خالد بن معدان کی طرف چلے، میں بھی ان کے ساتھ چلا تو انہوں نے ہم سے جبیر بن نفیر کے واسطہ سے صلح کے متعلق بیان کیا، جبیر نے کہا: ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ذی مخبر نامی ایک شخص کے پاس چلو چنانچہ ہم ان کے پاس آئے، جبیر نے ان سے صلح کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "عنقریب تم رومیوں سے ایک پر امن صلح کرو گے، پھر تم اور وہ مل کر ایک ایسے دشمن سے لڑو گے جو تمہارے پیچھے ہے، اس پر فتح پاؤ گے، اور غنیمت کا مال لے کر صحیح سالم واپس ہو گے یہاں تک کہ ایک میدان میں اترو گے جو ٹیلوں والا ہو گا، پھر نصرانیوں میں سے ایک شخص صلیب اٹھائے گا اور کہے گا: صلیب غالب آئی، یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک شخص غصہ میں آئے گا اور اس کو مارے گا، اس وقت اہل روم عہد شکنی کریں گے اور لڑائی کے لیے اپنے لوگوں کو جمع کریں گے"۔

تخريج دارالدعوه: انظر حديث رقم : (٢٧٦٧)، (تحفة الأشراف: ٣٥٤٧) (صحيح)

راقم کہتا ہے یہ روایت منکر المتن ہے[8]

مختصرُ استدرَاك الحافِظ الذّهبي على مُستدرَك أبي عبد اللهِ الحَاكم از ابن ملقن کے مطابق الذھبی نے اس روایت کو منقطع قرار دیا تھا البتہ آجکل مستدرک کی تلخیص میں صحیح لکھا ہے – یہ تحریف ہوئی یا نسخوں میں غلطی ہوئی واضح نہیں ہے

اس روایت میں صحابی نے نام کا گھپلا ہے کوئی (ابو داود، صحیح ابن حبان) ذِي مِخْبَرٍ کہتا ہے تو کوئی (ابن ماجہ، مسند احمد) ذِي مِخْمَرٍ سند میں کہتا ہے لہذا سنن ابو داود ٤٢٩٢ ہی میں ہے کہ

ابو داود کو خود شک تھا کہ نام کیا ہے

ذي مِخْمَرٍ، الشك من أبي داود- رجُلٍ من أصحابِ النبي

صحیح ابن حبان کے مطابق یہ صحابی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بھتیجے تھے – اور سنن ابو داود کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے-سنن ابو داود کی حدیث ٤٤٥ کے مطابق عَنْ ذِي مِخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ رسول اللہ کے خدمت گزار تھے اور صحیح ابن حبان ٦٧٠٩ کے مطابق یہ ذَا مِخْبَرِ ابْنَ أَخِي النَّجَاشِيِّ ہیں گویا شاہی خاندان سے تھے

راقم کہتا ہے یہ تضاد ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے محترم افراد کو خادم یا ملازم کر دیا ہو

اگر یہ حبشی تھے تو ان کا نام عربی میں کیسے ہے؟ ذی مخبر کا مطلب ہے خبر والا – یہ نام ہے یا کنیت یا لقب کچھ واضح نہیں ہے

اس کے علاوہ اس میں خالد بن معدان کا تفرد ہے جو اصحاب رسول سے مرسل روایت کرتے ہیں البتہ یہاں جبیر بن نفیر بن مالك بن عامر الحضرمی سے اور وہ ذی مخبر سے روایت کر رہے ہیں-امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ان صحابی کی ایک اور روایت بیان کی ہے

قَالَ أَبو اليَمان: حدَّثنا حَرِيز بْنُ عُثمان، عن راشد، عن أبي حَيٍّ المُؤَذن، عَنْ ذِي مِخبَر الحَبَشيّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم: كَانَ هَذا الأَمرُ فِي حِميَرَ، فنَزَعَهُ اللَّهُ مِنهُم، وجَعَلَهُ فِي قُرَيش، وسَيَعُودُ إِلَيهِم".

رسول اللہ نے فرمایا یہ خلافت حمیر میں تھی، پس اللہ نے ان سے جھگڑا کیا اور اس کو قریش کے لئے کر دیا اور پھر یہ ان میں واپس پلٹ جائے گی

حمیر یمن کی ریاست تھی جو یہودی تھی اور حبشہ کے نصرانیوں کی ان سے جنگ تھی- اس تناظر میں یہ قول نبوی دیکھا جائے تو یہ بات کہ یہ خلافت قریش سے نکل کر حمیر میں واپس جائے گی ایک منکر قول ہے لہذا اس کو بیان نہیں کیا جاتا جبکہ یہ بھی ان صحابی کی روایت تھی – اس روایت کی سند میں ہر راوی ایسا ہے جس کو کسی محدث نے ثقہ یا لاباس بہ کوئی برائی نہیں قرار دیا ہے- لہذا روایت پسندوں کے اصول پر یہ صحیح السند ہے- لیکن وہ اس کو چھپا کر رکھتے ہیں کہ امر خلافت قریش سے حمیری یمنیوں کے پاس جائے گا ایسا ایک قول نبوی روایت کیا جاتا تھا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس چیز کو توڑ دیتے جس پر صلیب کی تصویر بنی ہوتی لیکن جن سے معاہدہ ہو جائے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا گیا لہذا کسی جذباتی مسلمان کا صلیب توڑنا صحیح نہیں ہے – جب اہل کتاب سے صلح ہو گئی ہو تو ایسا کرنا عہد شکنی ہے اور کیا اعلان کر کے صلیب توڑنا

ابن مریم علیہ السلام سے پہلے کسی کے لئے جائز ہے؟
صحیح بخاری کی روایت ہے
هم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ابن مریم کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو جائے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔
ایک عام مسلمان کا امیر کی اجازت کے بغیر کوئی عمل کرنا غیر شرعی ہے یہ اوالامر کی نافرمانی ہے لہذا ان شواہد کی روشنی میں یہ قول نبوی نہیں ہو سکتا

ذمی اہل کتاب کا نبی پر سب و شتم کرنا

ذمی اہل کتاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنا ایک قبیح جرم ہے- اس کو قید کیا جائے گا اور بے گار مشقت میں مصروف کیا جائے گا البتہ اس کا قتل جائز نہیں کیونکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جرم پر کسی کو قتل نہیں کیا - اس حوالے سے امام ابو حنیفہ کو موقف سب سے واضح ہے
کتاب رد المحتار على الدر المختار از ابن عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252ھ) کے مطابق قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يُنْقَضُ
عَهْدُهُ ابو حنیفہ کہتے ہیں اس سے عہد نہیں ٹوٹتا
یعنی اسلامی حکومت میں رہنے کا اس جو عھد ہے وہ تو رہے گا - اس کو اس وجہ سے جلا وطن نہیں کیا جائے گا
احناف کی فقہ کی کتاب البحر الرائق شرح كنز الدقائق از ابن نجيم المصري (المتوفى: 970ھ) کے مطابق
وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِ عِنْدَنَا الْإِمَامُ السُّبْكِيُّ فِي السَّيْفِ الْمَسْلُولِ وَقَالَ إنَّهُ لَمْ يَجِدْ لِلْحَنَفِيَّةِ إلَّا قَبُولَ التَّوْبَةِ تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ فِي إسْقَاطِهِ الْقَتْلَ قَالُوا هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَمَالِكٍ وَنُقِلَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اور ہم میں سے جنھوں نے اس کی صرآحت کی ہے کہ (شاتم رسول کی) توبہ قبول ہوتی ہے ان میں امام سبکی ہیں کتاب السَّيْفِ الْمَسْلُولِ میں اور کہا ہے کہ ان کو احناف میں کوئی نہ ملا سوائے توبہ کی قبولیت کے کہ قبول توبہ سے شاتم النبی کے قتل کا حکم ختم ہو جاتا ہے جو اہل کوفہ اور امام مالک کا مذھب ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے

احناف کی فقہ کی کتاب مختصر القدوري في الفقه الحنفي از أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان أبو الحسين القدوري (المتوفى: 428هـ) کے مطابق

ومن امتنع من أداء الجزية أو قتل مسلما أو سب النبي عليه الصلاة والسلام أو زنى بمسلمة لم ينقض عهده ولا ينتقض العهد إلا بأن يلحق بدار الحرب أو يغلبوا على موضع فيحاربونا

اور جو جزیہ نہ دے اور مسلمان کا قتل کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا مسلمان سے زنا کرے تو اس سے عہد ختم نہیں ہوتا اور یہ عہد نہیں ٹوٹتا سوائے اس کے کہ وہ دار الحرب سے مل جائے اور کسی مقام پر غلبہ پا کر مسلمانوں سے جنگ کرے

اسی طرح کا قول حنفی فقہ کی کتاب العناية شرح الهداية میں ہے

غیر ذمی اہل کتاب یعنی جو اسلامی مملکت کو جزیہ نہ دے رہا ہو وہ اگر جرم شتم علی رسول کا ارتکاب کرے تو اس کو جلا وطن کر دیا جائے گا یا حاکم کو مزید فتنہ پر معلومات ملیں تو قتل کا حکم کر سکتا ہے

ذمی کی دیت

سورہ المائدہ میں ہے کہ یہود دنیا میں فساد مچاتے تھے اس وجہ سے اللہ نے ان پر حکم نازل کیا کہ

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں کہ اکثر لوگ زمین میں ظلم و زیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی رہے۔

[سوره المائده، آیت:۳۲]

اس آیت کے ذریعہ یہود کو تنبیہ کی گئی کہ وہ کسی معصوم غیر یہودی کا قتل اس وجہ سے نہیں کر سکتے کہ وہ توریت کو ماننے والا نہیں ہے بلکہ ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے

افسوس جاہلوں نے اس آیت کو بدلا اور نتیجہ اخذ کیا کہ ایک غیر حربی یہودی کا قتل مسلمان کے لئے جائز ہے اور مسلمان کفار و مشرک کو جہاں دیکھیں قتل کر سکتے ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے - دوسری طرف شریعت میں ذمی اہل کتاب کی دیت بھی مقرر کی گئی ہے داعش کا لیڈر أبو محمد العدناني (طه صبحي فلاحة) کتاب "إن ربك لبالمرصاد" صفہ: ١٥-١٦ کہتا ہے

ومَنْ سُمي كافراً فماله حلال على المسلم، ودمه مهدور مستباح، دمه دم كلب لا إثم فيه ولا دية عليه

جس کو کافر کہا جائے تو اس کا مال مسلمان کے لیے حلال ہے اور اس کا خون ایسا جائز ہے کہ اس پر کوئی قصاص نہیں ہے کیوں کہ اس کا خون ایک کتے کا خون ہے، جس میں کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی دیت ہے

ذمی کی دیت کے متعلق احناف کا موقف ہے کہ چونکہ النفس بالنفس کے تحت مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ دیت میں بھی مساوی ہوں - مسلمان کی دیت اور ذمی کی دیت اس طرح برابر ہوگی۔ جب کہ حنابلہ کے دو موقف ہیں - حنابلہ میں قتل بصورت خطا کے میں نصف دیت ہو گی اور بصورت عمد دیت برابر ہو گی - اس طرح حنابلہ اور احناف کے موقف میں بہت فرق نہیں ہے - شوافع کے نزدیک ثلث دیت ہوگی یعنی مسلم کی دیت کی تہائی ہو گی

مصنف عبد الرزاق ح 18475 میں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ , عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ عَقْلَ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُودِ , وَالنَّصَارَى نِصْفَ عَقْلِ الْمُسْلِمِ

یعنی اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے

اس کی سند منقطع ہے - عمرو صحابی نہیں اور اس سے لے کر رسول اللہ تک راوی غائب ہیں

سنن ابو داود میں ہے

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، مِثْلَهُ

یہاں سند میں ابن اسحاق ہے جو دجال ہے امام مالک کے نزدیک اور اس کے مطابق ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کی ادھی ہے

لیکن یہ سند مرجوح ہے

خطابی نے اس قول کو لے کر کہا

قَالَ الْخَطَّابِيُّ لَيْسَ فِي دِيَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ شَيْءٌ أَبْيَنَ مِنْ هَذَا وَإِلَيْهِ ذَهَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أنس وبن شُبْرُمَةَ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ

(عون المعبود ج4 ص320)

ذمی کی دیت میں اس حدیث (مذکور) سے زیادہ واضح اور کوئی دلیل نہیں اور یہی عمر بن عبدالعزیز، عروہ بن زبیر، مالک بن انس، ابن شبرمہ اورامام احمد کا مذہب ہے

عمرو بن شعیب کی سند بہت سے محدثین کے نزدیک قابل بحث ہے . اس کو حسن کے درجہ میں لیا جاتا ہے نہ کہ احکام کے فیصلے اس پر ہوں لہذا صحیح موقف یہی ہے جو احناف و حنابلہ کا ہے کہ قتل عمد میں دیت برابر ہے

چرچوں و سناگاگ کو مسجدوں میں بدلنے کی بدعت

قرآن میں سورہ المائدہ میں اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے- یہ ایک مذہبی ٹیکس ہے جو اس مد میں لیا جاتا ہے کہ اسلام میں ان کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ملے گی اور مسلمان اہل کتاب یہود کے سناگاگ اور نصرانیوں کے چرچ کی حفاظت کریں گے – ان کو مسمار نہ کریں گے – عبادت گاہ میں جانے کا رستہ نہیں روکیں گے اور اہل کتاب اندر عبادت گاہ میں اپنا کفر و شرک جاری رکھ سکتے ہیں ، وہ اپنے دین کو حق پر بتا سکتے ہیں – اس پر کوئی پابندی نہیں ہو گی – مسلمانوں کو ان کی عبادت گاہوں میں داخلے کی اجازت نہیں ہوتی تھی الا یہ کہ ان کو مدعو کیا جائے – اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی مدینہ کے کسی یہودی سناگاگ میں داخل نہ ہوئے بلکہ سڑک پر جا کر تبلیغ کی – اسی طرح فتح یروشلم پر عمر رضی اللہ عنہ کسی نصرانی کلیسا میں داخل نہ ہوئے حتی کہ وہاں کے نصرانی علماء نے ہی ان کو مدعو کیا – مسلمان اس طرح ان عبادت

گاہوں کے محافظ تھے

جزیہ کا حکم اس طرح اہل کتاب کو اپنے دین پر عمل کی اجازت دیتا تھا اور مسلمان دندناتے ہوئے ان کی عبادت گاہوں میں داخل نہیں ہوتے تھے

افسوس کہ یہ سمجھ بوجھ وقت کے ساتھ جا چکی ہے – آجکل مسلمان فرقے قبر پرستی کی اسی لعنت میں پڑے ہوئے ہیں جس میں اہل کتاب مبتلا تھے اور مرض وفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم تھا کہ نصرانی و یہودی کی طرح انبیاء سے منسوب مقابر سے دور رہنا ان کو مسجد نہ بنانا- دور نبوی اور اس کے بعد ایک طویل عرصے تک نصرانی چرچ ہمیشہ کسی قبر یا مدفون باقیات Relics
پر بنایا جاتا تھا – اس طرح مشرق وسطی کے تمام چرچوں میں کیا جاتا تھا اور یہی حال روم میں تھا

یہ سمجھنا کہ آیا صوفیہ کے نیچے کوئی قبر نہیں احمقانہ بات ہو گی کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ نصرانی کسی مقام کو چرچ بولیں ہے وہاں کچھ زمین میں دفن نہ ہو – مزید تفصیل راقم کی کتاب مجمع البحرین میں ہے

بنو امیہ کے دور میں الولید بن عبد الملک پہلا خلیفہ ہے جس نے ان مقابر یا چرچوں کو مسجدوں میں تبدیل کیا اور نصرانی راہبوں کو ان کے معبدوں سے بے دخل کیا گیا (مثلا مسجد دمشق جس میں یحیی علیہ السلام کا سر دفن تھا) – اس وقت اصحاب رسول میں سے کوئی حیات نہ تھا جو اس عمل شنیع سے منع کرتا - وقت کے ساتھ شام میں موجود انبیاء کی تمام معلوم قبروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا اور ارض مقدس آنے والے یورپی نصرانیوں کو مار بھگایا – اسی وجہ سے صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا اور نقطۂ عروج یہاں تک پہنچا کہ نصرانیوں کا مسجد القبلی (جس کو آجکل مسجد الاقصی کہا جاتا ہے) پر قبضہ ہو گیا

یورپ کے نصرانی اب اس قدر مذہبی نہیں کہ وہ مسلمانوں سے مذہبی مقامات کی وجہ سے جنگ کریں لیکن اپنے مذہبی مقامات یا چرچوں کو حاصل کرنا ان کے بعض مذہبی حلقوں میں ابھی بھی ایک مقبول خواہش ہے

آجکل نصرانی کلیسا آیا صوفیہ کا ذکر چل پڑا ہے جس کو عثمانی خلفاء نے نصرانیت کو ملغوبیت کا نشان بنانے کے لئے مسجد میں بدلا اور کئی سو سال تک یہ مقام مسجد رہا – وہاں کی نصرانی عوام حکومتی دعوی کو رد کر رہی ہے کہ خلیفہ نے اس چرچ کو خرید لیا تھا یہاں تک کہ ایسٹرن آرتھوڈوکس

چرچ نے بھی اس عمل پر تنقید کی ہے – ترکی میں ہی مسلمانوں کا اس پر اختلاف ہو رہا ہے کہ کیا یہ عمل درست ہے یا نہیں ؟ اگر کسی کام میں اختلاف ہو جائے تو اللہ کا حکم ہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو یعنی دیکھو کہ قرآن میں اور سنت نبوی میں کیا حکم دیا گیا ہے

عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہمارے سامنے ہے – آپ رضی اللہ عنہ نے یروشلم میں موجود کلیساوں میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا – جزیہ لینے کے بعد کلیسا کو مسجد بنا دینا تعلیمات نبوی و سنت صحابہ میں معلوم نہیں ہے – اس مسجد آیا صوفیہ میں کی گئی عبادت قبول نہ ہوئی ہو گی کیونکہ کلیسا پر قبضہ کرنا سنت نبوی نہیں لیکن آج اس عمل کو نیکی کی طرح پیش کیا جا رہا ہے جبکہ یہ بدعت ہے اور بدعت دین میں گمراہی ہے قابل رد ہے

دوسری بدعت جو ترکوں نے ایجاد جو ہے وہ ہے عصا کو چھوڑ کر تلوار پکڑ کر خطبہ دینا - انبیاء نے عصا پکڑ کر خطبہ دیا ہے – موسی علیہ السلام کا عصا بکریاں چرانے کے دور سے اس کے ہاتھ میں تھا – بائبل میں موجود ہے کہ داود علیہ السلام کے والد یسی نے سموئیل نبی کو بتایا کہ داود بکریاں چرا رہا ہے – صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ میں بکریاں چراتے تھے – ریوڑ کو جمع کر کے رکھنا آسان کام نہیں ہے – ریوڑ آگے جاتا ہے چرواہا پیچھے سے ان کو ہانکتا ہے- اسی طرح ایک لیڈر کرتا ہے وہ لوگوں کو صحیح راستہ پر اپنے عصا سے لاتا ہے – عصا مار کر وہ دہشت قائم نہیں کرتا نہ خطبہ میں سنت میں مقرر کردہ عصا کو چھوڑ کر تلوار پکڑ کر قوم کو دھمکاتا ہے

سورہ الحج آیت ٤٠ میں ہے

اَلَّـذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِـمْ بِغَيْـرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّـٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْـعُ اللّـٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُـمْ بِبَعْضٍ لَّـهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْـهَا اسْمُ اللّـٰهِ كَثِيْـرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّـٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٝ ۗ اِنَّ اللّـٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ

وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو صَوَامِعُ تکیئے اور مدرسے اورعبادت خانے اور مسجدیں ڈھا دی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا، بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔

اس آیت میں ابراہیمی ادیان کی عبادت گاہوں کا ذکر ہے

صَوَامِعُ - یہ صومعہ کی جمع ہے ، یعنی جہاں رہبان رھتے ہوں یعنی خانقاہیں Monastery

قتادہ کا قول ہے کہ الصابئین کی عبادت گاہ کو صومع کہتے ہیں

بِيَعٌ جہاں یہود عبادت کرتے ہوں ، یعنی سناگاگ
Synagogue
صَلَوَاتٌ -جہاں نصرانی عبادت کرتے ہوں یعنی کلیسا
Church
مسَاجِدُ جہاں مسلمان عبادت کرتے ہیں
تفسیر السعدی میں ہے
أي: لهدمت هذه المعابد الكبار، لطوائف أهل الكتاب، معابد اليهود والنصارى والمساجد للمسلمين
بغوی کہتے ہیں
صوامع) قال مجاهد والضحاك : يعني : صوامع الرهبان . وقال قتادة : صوامع الصابئين ، (وبيع) بيع النصارى جمع " بيعة " وهي كنيسة النصارى ، (وصلوات) يعني كنائس اليهود ، ويسمونها بالعبرانية صلوتا ، (ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا) يعني مساجد المسلمين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم
تفسیر ابن کثیر میں ہے
لهدمت صوامع) وهي المعابد الصغار للرهبان ، قاله ابن عباس ، ومجاهد ، وأبو العالية ، وعكرمة ، والضحاك ، وغيرهم
وقال قتادة : هي معابد الصابئين وفي رواية عنه : صوامع المجوس - وقال مقاتل بن حيان : هي البيوت التي على الطرق
(وبيع) : وهي أوسع منها ، وأكثر عابدين فيها وهي للنصارى أيضا قاله أبو العالية ، وقتادة ، والضحاك ، وابن صخر ، ومقاتل بن حيان ، وخصيف ، وغيرهم - وحكى ابن جبير عن مجاهد وغيره : أنها كنائس اليهود وحكى السدي ، عمن حدثه ، عن ابن عباس : أنها كنائس اليهود ، ومجاهد إنما قال : هي الكنائس ، والله أعلم
وقوله : (وصلوات) : قال العوفي ، عن ابن عباس : الصلوات : الكنائس وكذا قال عكرمة ، والضحاك ، وقتادة : إنها كنائس اليهود وهم يسمونها صلوتا - وحكى السدي ، عمن حدثه ، عن ابن عباس : أنها كنائس النصارى
وقال أبو العالية ، وغيره : الصلوات : معابد الصابئين وقال ابن أبي نجيح ، عن مجاهد : الصلوات : مساجد لأهل الكتاب ولأهل الإسلام بالطرق وأما المساجد فهي للمسلمين

یہ تفاسیر مسلمانوں میں جاری و ساری ہیں اور اس میں ان عبادت گاہوں کو مسمار کرنے یا قبضہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اشارہ بھی موجود ہے کہ ان حرکات سے جنگیں و فساد ہوتا ہے
کنز الایمان از احمد رضا خان میں کافی حد تک صحیح ترجمہ کیا گیا ہے (اگرچہ یہود کو نکال دیا گیا ہے)
وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے ، اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے
شیعہ مترجم محمد حسین نجفی نے صحیح ترجمہ کیا ہے
یہ وہ (مظلوم) ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر خدا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو نصرانیوں کی خانقاہیں اور گرجے اور (یہود کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں بکثرت ذکر خدا ہوتا ہے۔ سب گرا دی جاتیں جو کوئی اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک وہ طاقت والا (اور) غالب آنے والا ہے
علامہ جوادی شیعہ عالم کا ترجمہ ہے
یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی حق کے نکال دیئے گئے ہیں علاوہ اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر خدا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکتا ہوتا تو تمام گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں سب منہدم کردی جاتیں اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقینا مدد کرے گا کہ وہ یقینا صاحبِ قوت بھی ہے اور صاحبِ عزّت بھی ہے
محمد جونا گڑھی کا ترجمہ ہے
یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہوچکی ہوتیں۔ اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بے شک خدا توانا اور غالب ہے
فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ہے

یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہوچکی ہوتیں۔ اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بےشک خدا توانا اور غالب ہے

بر صغیر کے مترجم احمد علی لاہوری نے تحریف کی حد کر دی - اس آیت کا اردو ترجمہ کیا ہے

تو تکیئے اور مدرسے اورعبادت خانے اور مسجدیں ڈھا دی جاتیں

https://qurano.com/ur/22-al-hajj/ayah-40/

احمد علی لاہوری ایک ناول نگار تھے ، عربی کے عالم نہ تھے لہذا یہ سنگین تحریف اغلبا اس وجہ سے ہوئی

اللہ کا ذکر کیا کلیسا ، سناگاگ وغیرہ میں بھی کیا جاتا ہے ؟ بعض لوگوں کے حلق سے یہ نیچے نہیں جاتا – اس لئے ان لوگوں نے اس آیت میں یہ معنوی تحریف کی ہے کہ الفاظ قرآن میں وہ مقام جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے اس کو صرف مساجد پر محدود کیا ہے یعنی اللہ تعالی نے فرمایا مسجدوں میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے باقی عبادت گاہوں میں نہیں - جبکہ عربی زبان میں یہ انداز کلام معلوم نہیں ہے کہ جب کلام میں کئی مقام پر ایک حکم کیا جائے تو اس کو آخری مقام پر محدود کر دیا جائے - اللہ سے زیادہ واضح و صاف کلام کسی اور کا نہیں ہو سکتا

باب ۱۷ بت پرستوں سے متعلق

مشرکین مکہ بھی اللہ کے پجاری تھے وہ رب کعبہ کی عبادت کرتے اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو مانتے تھے اور بخاری کی حدیث کے مطابق ابراہیم و اسمعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی کعبہ میں تھیں جن میں اسمعیل کے ہاتھ میں تیر تھے- تیر کعبہ میں پانسوں کے لئے رکھے جاتے تھے اور اس سے اشارہ لیا جاتا تھا کہ کام کیا جائے یا نہ کیا جائے گویا یہ استخارہ تھا

مشرکین جب الہ یا کسی کو لائق عبادت کہتے تھے تو اس کا مقصد اس کے طفیل اللہ تک رسائی تھا   جس کا ذکر سورہ الزمر میں ہے- مشرکین مکہ کے نزدیک کائنات کو تخلیق کرنے والا صرف اللہ تھا اور ہندومت کی طرح ان میں تخلیق کا خدا رزق کا خدا شفا کا خدا دولت کا خدا جنگی فیصلوں کا خدا بارش کا خدا الگ الگ نہ تھے- سورہ ص میں ہے مشرک کہتے

وقالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل يوم الحساب

اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ جلد یوم حساب سے پہلے دے دے

سورہ البقرہ آیت ۲۰۰ میں ہے   کہ مشرکین حج میں عرفات میں دعائیں کرتے

فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا

اور(مشرك) لوگوں میں ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہم کو دنیا میں عطا کر

اسی طرح سورہ الزمر میں ہے

والذين اتخذوا من دونه أولياء ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى

أور جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے ولی اختیار کیے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان کی عبادت نہیں کرتے سوائے اس کے کہ یہ اللہ سے قریب کرتے ہیں

مشرکین فرشتوں کو بھی مانتے تھے اور ان کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے - غیر اللہ کی عبادت کے رسوم تقرب الی اللہ کے لئے کیے جائیں تو یہ بھی شرک ہے مثلا مشرک کہتے ہم عبادت کرتے ہیں کہ یہ فرشتے لات عزی اور منات – اللہ کے قریب کر دیتے ہیں -آج مسلمان بھی یہی کر رہے ہیں قبروں پر جو رسوم ادا کی جاتی ہیں وہ رسوم عبادت اور پوجا سے ہی مماثل ہیں یہاں تک کہ سجدہ بھی لوگ کر رہے ہیں-اس طرح مشرکین مکہ میں اور موجود دور کے قبرپرستوں میں کافی مماثلت ہے لیکن اس بنا پر ان پر مشرک مکہ کا حکم نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالی نے مشرک بت پرست میں اور حامل

کتاب اہل کتاب میں احکام میں فرق رکھا ہے –

انما المشرکون نجس

سورہ التوبہ سن ۹ هجري مین نازل ہوئی جس میں مشرکین مکہ کو نجس کہا گیا ہے

يا أيها الذين آمنوا إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا

اے ایمان والوں مشرک ناپاک ہیں پس اس سال کے بعد یہ مسجد الحرام کے قریب نہ آنے پائیں

مشرکین مکہ بہت سے عمل کرتے جو اللہ کو نا پسند تھے مثلا کعبہ کا برہنہ طواف کرنا - اسلام کے سیاسی کنٹرول کے لئے ضروری تھا کہ مشرکین کعبہ سے دور رھیں اور ان کا مذھب عرب میں معدوم ہو جائے لہذا جب اللہ نے یہ حکم دیا کہ مشرک نجس ہیں کعبہ سے دور رہیں تو گویا مشرکین کا دھرم ختم ہو گیا - سورہ توبہ ۱۱ میں ہی ہے مشرک نجس نہ رہیں گے اگر

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكَاةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (11)

اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم سمجھ داروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں۔

مشرکین نجس ہیں والا سورہ التوبہ کا حکم خاص مسجد الحرام کے لئے ہے مسجد النبی پر اس کا اطلاق نہیں ہو گا

انما المشرکون نجس کا تعلق مشرکین مکہ اور بت پرستوں سے ہے – سورہ توبہ کی ان آیات کے نزول کے بعد نجران کے نصرانیوں کا وفد میقات سے گزر کر مدینہ آیا اور مسجد النبی میں رہا- یعنی اہل کتاب کے داخلے پر پابندی نہیں ہے - اس وفد کی آمد کا واقعہ ۹ ہجری کا ہے اور السمهودي (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى) کے مطابق یہ سن ۱۰ ہجری کا واقعہ ہے - اسی طرح کسی حدیث میں یا روایت میں حکم نہیں ملتا کہ اہل کتاب کا داخلہ میقات یا حرم کی حدود میں منع ہو – یہودی جو دور سلیمان علیہ السلام سے لے کر آج تک یمن میں ہیں وہ بھی حدود حرم سے گزر کر سفر کرتے رہے ہیں - جس طرح مسلمان مشرک کا ذبحہ حلال ہے کیونکہ اس کا حکم اہل کتاب پر قیاس کیا جائے گا – اس بنا پر مسلمان مشرک بھی میقات میں داخل ہو سکتا ہے

مشرک سے نکاح ختم نہیں ہوتا

قرآن میں ہے

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا ، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ۔ ایک مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے ، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو ۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے

کبھی نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمہیں آگ کر طرف بلاتے ہیں237 اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور وہ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ سبق لیں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔

ام فضل لبابہ الکبری رضی اللہ عنہا مسلمان ہونے والی اسلام میں دوسری عورت تھیں- رسول اللہ کی چچی تھیں -ان کا نکاح مشرک چچا عباس (رضی اللہ عنہ) سے باقی رکھا گیا حتی کہ عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور ام فضل کا انتقال ۳۰ ہجری میں ہوا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح مشرک داماد اور جنگ بدر کے قیدی ابو العاص رضی اللہ عنہ سے باقی رکھا یہاں کہ وہ بہت بعد میں ایمان لائے اور اپنی بیٹی ان کو لوٹا دیں- ان کا نکاح فسخ قرار نہیں دیا

مشرك کا وارث مومن ہو سکتا ہے

صحیح بخاری کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لا يرث المسلم الكافر، ولا يرث الكافر المسلم

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ایک مسلم ایک کافر کا وارث نہیں ہوتا اور ایک کافر کا ایک مسلم وارث نہیں ہوتا

اس روایت کے راوی کا نام بعض نے عمرو بن عثمان لیا ہے اور بعض نے عمر بن عثمان لیا ہے- تهذيب الكمال في أسماء الرجال از أبو الحجاج، المزي (المتوفى: 742ھ) کے مطابق

قال النَّسَائي : والصواب من حديث مالك، عُمَر بْن عثمان، ولا نعلم أحدا تابع مالكا عَلَى قوله عُمَر.

نسائی نے کہا ٹھیک وہ نام ہے جو امام مالک کی حدیث میں ہے عمر بن عثمان

نسائی نے امام زہری کی حدیث پر شکوک و شبہات کا اظہار بھی کیا – سنن الکبری میں ہے

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَالصَّوَابُ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، وَلَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ تَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ، وَقَدْ قِيلَ لَهُ فَثَبَتَ عَلَيْهِ؟

صحیح وہ ہے جو عمرو بن عثمان کی سند سے مالک نے روایت کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس روایت کو اصحاب زہری میں سے کسی نے اس روایت میں متابعت کی ہو اور ان سے اس پر کہا گیا

کہ کیا یہ حدیث بھی ثابت ہے ؟

نسائی کے نزدیک عمرو بن عثمان مجھول ہے

سنن ترمذی میں ہے

وَرَوَى مَالِكٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ وَحَدِيثُ مَالِكٍ وَهْمٌ، وَهِمَ فِيهِ مَالِكٌ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مَالِكٍ فَقَالَ: عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، وَأَكْثَرُ أَصْحَابِ مَالِكٍ قَالُوا عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ هُوَ مَشْهُورٌ مِنْ وَلَدِ عُثْمَانَ، وَلَا يُعْرَفُ عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي مِيرَاثِ الْمُرْتَدِّ، فَجَعَلَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْمَالَ لِوَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَرِثُهُ وَرَثَتُهُ مِنَ المُسْلِمِينَ، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَرِثُ المُسْلِمُ الكَافِرَ» وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

اور امام مالک نے الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ کی سند سے روایت کیا ہے اور امام مالک کو وہم ہوا ہے .... عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مشہور ہے اور عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ کو کوئی نہیں جانتا اور اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے

اوپر ترمذی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ اصلا مجھول ہے اور اس کی صرف یہ روایت ہے جس کو زہری نے روایت کیا ہے تو یہ مجھول الحال کا درجہ ہوا

کتاب جرح و تعدیل میں ہے کہ ابو حاتم نے کہا

حدثنا عبد الرحمن نا صالح نا علي - يعني ابن المديني - قال سمعت يحيى بن سعيد يقول قَالَ مَالِكٌ فِي حَدِيثِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عُمَرَ (7) بْنِ عُثْمَانَ يَعْنِي عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النبي صلى الله عليه وسلم: لا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: فَقُلْتُ لِمَالِكٍ: عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، فَأَبَى أَنْ يَرْجِعَ،

امام یحیی القطان نے امام مالک سے کہا کہ نام عمرو بن عثمان ہے نہ کہ عمر بن عثمان تو امام مالک نے اس کی تائید نہیں کی

اور کہا عمر بن عثمان نام کا شخص ہے

نسائی کہتے عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ ٹھیک ہے لیکن روایت مشکوک ہے

ترمذی کہتے عَمْرُ بْنُ عُثْمَانَ مجھول ہے

امام مالک اس پر قائم رہے کہ سند میں نام عمر بن عثمان لیا گیا تھا

کتاب بیان خطأ البخاري میں امام ابی حاتم نے ذکر کیا

عمر بن سويد العجلى الثقفى ليس عمر بن عثمان بن عفان سمع عثمان.

قاله ابراهيم بن عمر. وانما هو عمر بن ابان بن عثمان عن ابيه عن عثمان.

ابراہیم بن عمر نے کہا وہ جس نے عثمان سے سنا وہ عمر بن عثمان نہیں بلکہ عمر بن سويد العجلى ہے یا وہ عمر بن ابان بن عثمان عن ابيه عن عثمان

یعنی عمر بن عثمان کا سماع اپنے باپ عثمان سے نہیں ہے

سند مضطرب اور منقطع اور راوی مجہول لہذا یہ روایت صحیح نہیں ہے

سنن الکبری نسائی کی ایک حدیث ہے

أَخْبَرَنِي مَسْعُودُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَأَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، كَذَا قَالَ: عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى»

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو الگ ملتوں کے لوگ آپس میں کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے

یہاں سند وہی ہے اب لیکن سند میں ابان بن عثمان کا نام ہے لیکن اس سند میں هُشَيْمٌ بْنَ بَشِيرٍ اور زہری دو مدلس ہیں

امام زہری نے اس طرح یہ روایات اہل بیت میں امام زین العابدین عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اور ال عثمان سے منسوب کی ہیں- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں کسی جائیداد پر ال عثمان اور اہل بیت کا جھگڑا تھا

سنن ابن ماجہ کے مطابق امام زین العابدین نے اس کا ذکر اس طرح کیا کہ ان کو پتا چلا کہ عقیل نے ابو طالب کی تمام وراثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے قبل ہی بیچ دی تھی

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَنْبَأَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ قَالَ: "وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ"، وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عُمَرُ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ يَقُولُ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ، قَالَ أُسَامَةُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ".

زہری کو امام زین العابدین نے خبر دی انہوں نے بیان کیا ان کو عمرو بن عثمان نے خبر دی – عمرو نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ مکہ میں اپنے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"عقیل نے ہمارے لیے گھر یا زمین چھوڑی ہی کہاں ہے"؟ عقیل اور طالب دونوں ابوطالب کے وارث بنے اور جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو کچھ بھی ترکہ نہیں ملا اس لیے کہ یہ دونوں مسلمان تھے، اور عقیل و طالب دونوں (ابوطالب کے انتقال کے وقت) کافر تھے، اسی بناء پر عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہو گا۔ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہ مسلمان کافر کا وارث ہو گا، اور نہ ہی کافر مسلمان کا"۔

راقم کہتا ہے ابو طالب تو مکہ میں ہی انتقال کر گئے تھے اور ان کے وارث مشرک عقیل ہوئے پھر عقیل ایمان لائے اور اب سوال ہے کہ کیا یہ تمام علی بن حسین کو اپنے رشتہ داروں سے معلوم نہ ہوا بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک مجہول الحال بیٹے سے معلوم ہوا – یہ روایت کسی مقصد کے تحت ہے جو اب معلوم نہیں ہے - یہ بھی قابل غور ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: «لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ، وَلَا عَهْدِ عُمَرَ، فَلَمَّا وُلِّيَ مُعَاوِيَةُ وَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ وَلَمْ يُوَرِّثِ الْكَافِرَ مِنَ الْمُسْلِمِ»، قَالَ: فَأَخَذَ بِذَلِكَ الْخُلَفَاءُ حَتَّى قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَرَاجَعَ السُّنَّةَ الْأُولَى، ثُمَّ أَخَذَ بِذَلِكَ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، فَلَمَّا قَامَ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذَ بِسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ

امام زہری نے کہا ایک مسلمان کا کافر وارث نہ ہو گا اور ایک کافر کا مسلمان وارث نہ ہو گا یہ عہد النبوی میں تھا اور عہد ابو بکر اور عمر میں- پھر جب معاویہ خلیفہ ہوئے انہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث کیا اور کافر کو مسلمان کا وارث نہ کیا- امام زہری نے کہا کہ پھر اس حکم کو اور خلفاء نے بھی لیا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز کا دورآیا تو انہوں نے وہی حکم کیا جو سنت اول میں تھا پھر اس کو یزید بن عبد الملک نے لیا لیکن ہشام بن عبد الملک نے سنت خلفاء کو لیا (یعنی ایک کافر کو مومن کا وارث کیا)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء نے بدلا ہے

کیا یہ ممکن ہے کہ متقی خلفاء خلاف رسول حکم کرتے رہیں ، نہ ان کو کوئی خیال آئے نہ کوئی روکے ؟

بہر حال قرن سوم میں اس روایت پر اگرچہ نسائی نے تحفظات کا اظہار کیا تھا فقہاء نے اس کو لیا اور

دلیل لی ہے - موطا امام محمد میں ہے

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ، وَالْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ، يَتَوَارَثُونَ بِهِ، وَإِنِ اخْتَلَفَتْ مِلَلُهُمْ، يَرِثُ الْيَهُودِيُّ النَّصْرَانِيَّ، وَالنَّصْرَانِيُّ الْيَهُودِيَّ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا

ہم اسی قول کو لیتے ہیں کہ ایک مسلم ایک کافر کا وارث نہ ہو ہ اور ایک کافر ایک مسلم کا اور کفر ایک ملت ہیں جو اپنے وارث ہوں گے اور اگر ملتوں کا اختلاف ہو تو ایک یہودی ایک نصرانی کا وارث ہو سکتا ہے اور ایک نصرانی ایک یہودی جا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور بیشتر فقہاء کا

ان فقہاء کے دور میں قدری، رافضی، خارجی، شیعہ، معتزلی یہ سب فرقے موجود تھے لیکن ان میں سے کسی نے ان کو ملت کفر قرار نہیں دیا نہ فتوی دیا کہ یہ کسی اہل سنت کے شخص کے وارث نہ ہوں گے

ملت کا مطلب وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتے ہوں اور کعبہ کو قبلہ قرار دیتے ہوں یعنی ایک مومن اپنے یہودی، نصرانی، مجوسی ، مشرک باپ کا وارث نہ ہو گا

جب ایک ہی ملت کے فرقے ہوں تو وہ وارث ہو سکتے ہیں- جیسے اس امت کے ۷۳ فرقے ہیں جو ایک ملت ہیں- حدیث میں ان سب ۷۳ کو میری امت قرار دیا گیا ہے- لہذا ایک مومن اپنے بریلوی یا دیو بندی یا اہل حدیث باپ کا وارث ہو سکتا ہے

تحفہ الأحوذي میں ہے

وَذَهَبَتْ طَائِفَةٌ إِلَى تَوْرِيثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَهُوَ مَذْهَبُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَمُعَاوِيَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَمَسْرُوقٍ وَغَيْرِهِمْ

ایک طائفہ کا مذہب ہے کہ مسلم کافر کا وارث ہو گا یہ مذہب معاذ بن جبل اور معاویہ اور سعید بن المسیب اور مسروق کا ہے

یہی صحیح مذہب ہے

مشرک رشتہ دار سے قطع تعلق کرنا

دور نبوی میں دو بار ہجرت ہوئی (ہجرت حبشہ و مدینہ)، مسلمانوں اور مشرکین و یہود عرب کے درمیان جنگیں ہوئیں اور مخاصمت عروج پر چلی گئی - فتح مکہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کی خبر ایک بدری صحابی حاطب رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ تک پہنچانے کی کوشش کی - اس پر سورہ ممتحنہ میں

حکم دیا گیا

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِـمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (4)

بے شک تمہارے لیے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اوران لوگوں میں جو اس کے ہمراہ تھے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیر ہمیشہ کے لیے ظاہر ہوگیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ مگر ابراهیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لیے معافی مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں، اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالی نے خبر دی کہ ہجرت کے بعد ابراہیم اور ان کی امت نے کبھی بھی پلٹ کر کلدانی مشرکوں سے رابطہ نہیں کیا لہذا مومنو کے لئے یہ مثال بن گئی ہے کہ ہجرت کے بعد وہ بھی مشرکین سے محتاط میں رہیں - یہ اگر موقعہ پا لیں تو مسلمانوں کو قتل کریں گے لہذا ان سے بیر بنا کر رکھو حتی کہ مشرکین مکہ ایمان لائیں - یہ بیر و مخاصمت کا حکم مخصوص حالات کے تحت ہے کہ جب ہجرت ہو جائے ، دیس نکالا ملے ، شہر سے جلا وطنی کی جائے اس کے بعد مشرکوں سے رابطہ نہیں ہے - یہ حکم مکی دور میں نہیں آیا –

طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں نازل ہوا ، مسلمان غلام نے اپنے مشرک آقا سے بغاوت نہ کی ، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابن الدغنہ مشرک سے دوستی ختم نہ کی ، عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشرک عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ معائدہ ختم نہ کیا - معاشرت چلتی رہی ، لیں دین ہوتا رہا - اسی طرح مسلمان اپنے مشرک ماں باپ کی خدمت میں لگے رہے ، رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ ہوئے- یہ معاملہ قبل ہجرت کا ہے اور ظاہر ہے حربی کفار والا حکم مقصد نہیں تھا –

سورہ ممتحنہ کا حکم بعد ہجرت کا ہے جو حربی کفار سے متعلق ہے یعنی وہ جو مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کرے- ان دونوں احکام یعنی انکار طاغوت کا حکم اور حربی کافر کے حکم میں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے -

حدیث میں ہے کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے - ہجرت کے لئے معلوم ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے معلوم ہوتا ہے – اب چونکہ الوحی بند ہے ہجرت نہیں کی جا سکتی -

مشرک کے الہ کو گالی دینا

اللہ تعالی کا حکم ہے

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکار رہے ہیں ان (مشرکین کے الہ) کو گالی نہ دو ورنہ وہ (مشرکین) دشمنی و لا علمی میں اللہ کو گالی دیں گے

مشرکین کے معبودان کو گالی دینا اسلام میں ممنوع عمل ہے

مشرک بت پرستوں کے مندروں کی تعمیر

اسلامی ریاست میں مشرک یا بت پرست کی عبادت گاہ کی تعمیر کی اجازت دی جا سکتی ہے لیکن اس کو اسلامی حکومتی رقم یا مسلمانوں کی رقم سے نہیں بنایا جا سکتا – اگر مشرک بت پرست زمین خرید لیں اور وہاں اپنی مشرک قوم سے عطیات کی رقم جمع کر کے مندر تعمیر کریں تو اس کی اجازت ہے - محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد ہندو مندروں کو نہیں توڑا تھا ، نہ مسلمانوں نے مجوس کے آتش کدوں کو بجھایا- صرف جزیرہ العرب میں مندروں کو ختم کیا گیا کیونکہ مشرکین مکہ کا مذہب مدووم کر دیا گیا کیونکہ یہ وعدہ الہی تھا کہ اللہ تعالی اسلام کو تمام ادیان (عرب) پرغالب کرے گا اور یہ وعدہ پورا - الحمد للہ

حواشی

[1] ابن حجر نے اصابہ میں الحصين بن أبي الحر کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ عمر نے ان کو علاقہ میسان پر مقرر کیا تھا
قلت: وقد تقدم غير مرة أنهم كانوا لا يؤمّرون إلا الصحابة
میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ یہ لوگ سوائے صحابی کے کسی کو امیر مقرر نہیں کرتے تھے

بشر بن عبد اللہ کے ترجمہ میں لکھا
وذكر الطّبريّ كذلك، وقد ذكر ابن أبي شيبة بإسناده أنهم كانوا لا يؤمّرون إلا الصّحابة
طبری و ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا کہ وہ اصحاب رسول کے سوا کسی کو مقرر نہ کرتے تھے

ابن حجر نے اس طرح بہت سے لوگوں کو صحابی سمجھ لیا ہے کہ ان کو شیخین نے امیر مقرر کیا جبکہ یہ ضروری نہیں ہے
[2] جماعة الدعوة والهجرة یا جماعة التكفير والهجرة یا جماعة المسلمين ایک مصری تکفیری جماعت ہے جو اخوان المسلمین کے متشدد نظریات سے کشید ہوئی ہے- وہاں سے یہ لوگ بھاگ کر افغانستان چلے گئے اور ان لوگوں نے اپنا نام القاعدہ رکھ لیا
روس سے جنگ کے دوران افغانستان تکفیری سوچ رکھنے والوں ، مہدی کے منتظر دیو بندیوں اور سید قطب متاثر جماعت اسلامی والوں، وہابی سلفی و ابن تیمیہ متاثر حلقوں ان سب کی سوچوں کا ایک
Melting Pot
بن گیا- اس ہنڈیا میں باسی کڑی کا ابال آیا اور نت نئے فرقے نکلے جو تکفیری سوچوں کے حامل تھے- طاغوت سے اسلحہ لے کر طاغوت سے جہاد کرنے والے فارغ ہوئے اور ان کو خیال آیا کہ اب اندرونی جہاد کیا جائے -
[3] دیگر اسناد ہیں
بُعِثتُ بالسَّيفِ حتَّى يُعبَدَ اللَّهُ لا شريكَ لَهُ وجُعِلَ رِزقي تحتَ ظلِّ رُمحي وجُعِلَ الذِّلَّةُ والصَّغارُ على من خالفَ أمري ومن تشبَّهَ بقومٍ فَهوَ منهُم
الراوي:عبدالله بن عمرالمحدث:أحمد شاكر المصدر:مسند أحمد الجزء أو الصفحة:**7/121**

حکم المحدث:إسناده صحيح

بُعثتُ بين يديْ الساعةِ بالسيفِ حتى يُعبدَ اللهُ وحدَه لا شريكٌ له وجعلَ رِزقي تحتَ ظلِ رُمْحي وجعلَ الذلةَ والصغارَ على من خالفَ أمري ومن تشبه بقومٍفهو منهمْ

الراوي:عبدالله بن عمرالمحدث:أحمد شاكر المصدر:مسند أحمد الجزء أو الصفحة:7/122

حكم المحدث:إسناده صحيح

بُعِثْتُ بين يديِ السَّاعةِ بالسَّيفِ حتَّى يُعبَدَ اللهُ وحدَه ، لا شريكَ له ، وجُعِل رزقي تحت ظلِّ رُمحي ، وجُعِل الذُّلُّ والصَّغارُ على من خالف أمري ، ومنتشبَّه بقومٍ فهو منهم

الراوي:عبدالله بن عمرالمحدث:الذهبي المصدر:سير أعلام النبلاء الجزء أو الصفحة:15/509حكم المحدث:إسناده صحيح

بُعِثْتُ بينِ يديِ الساعةِ بالسَّيفِ حتى يُعبدَ اللهُ وحدَه لا شريك له وجُعِلَ رِزْقِي تحت ظلِّ رُمحي وجُعِلَ الذُّلُّ والصَّغارُ على مَنْ خالف أمري ومن تشبَّه بقومٍفهو منهم

الراوي:عبدالله بن عمرالمحدث:الألباني المصدر:إرواء الغليل الجزء أو الصفحة:5/109حكم المحدث:إسناده حسن

بُعِثْتُ بين يَدَيِ الساعةِ بالسيفِ ، حتى يُعْبَدَ اللهُ وحدَه لا شريكَ له ، وجُعِلَ رِزْقِي تحتَ ظِلِّ رُمْحِي ، وجُعِلَ الذِّلَّةُ والصَّغارُ على مَن خالف أَمْرِي ، ومَنتَشَبَّهَ بقومٍ فهو منهم .

الراوي:عبدالله بن عمرالمحدث:الألباني المصدر:جلباب المرأة الجزء أو الصفحة:204 حكم المحدث:إسناده حسن

[4] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء از أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: 430هـ) میں ہے

صَحِيحٌ ثَابِتٌ رَوَاهُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ جَمَاعَةٌ، مِنْهُمْ: سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَأَبُو أُسَامَةَ، وَوَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، وَسَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، وَجَرِيرٌ، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالْحَجَّاجُ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، وَخَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ الْخُرَيْبِيُّ، وَأَبُوسَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَأَبُو قَطَنٍ، وَالْفُرَاتُ بْنُ خَالِدٍ، فِي آخَرِينَ

[5] صحيح ابن حبان اور صحيح مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا أدع إلا مسلماً" (رواه مسلم/كتاب الجهاد

برقم (1767)
میں یہود و نصاری کو جزیرہ العرب سے نکال دوں گا یہاں تک کہ اس میں صرف مسلمان ہوں گے
اس کی سند میں مدلس أبو الزبير محمد بن مسلم بن تُدرُس المكي ہے
کتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از صلاح الدين العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق
محمد بن مسلم أبو الزبير المكي مشهور بالتدليس قال سعيد بن أبي مريم ثنا الليث بن سعد قال جئت أبا الزبير فدفع لي كتابين فانقلبت بهما ثم قلت في نفسي لو أني عاودته فسألته اسمع هذا كله من جابر قال سألته فقال منه ما سمعت ومنه ما حدثت عنه فقلت له اعلم لي على ما سمعت منه فاعلم لي على هذا الذي عندي ولهذا توقف جماعة من الأئمة عن الاحتجاج بما لم يروه الليث عن أبي الزبير عن جابر وفي صحيح مسلم عدة أحاديث مما قال فيه أبو الزبير عن جابر وليست من طريق الليث وكأن مسلما رحمه الله اطلع على أنها مما رواه الليث عنه وإن لم يروها من طريقه والله أعلم
محمد بن مسلم أبو الزبير المكي تدلیس کے لئے مشہور ہیں - سعيد بن أبي مريم نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں ابو الزبیر کے پاس گیا اس نے دو کتابیں دیں ان کو لے لر واپس آیا – پھر میں نے دل میں کہا جب اس کے پاس جاؤں گا تو اس سے پوچھوں گا کہ کیا یہ سب اس نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا بھی ہے ؟ لیث نے ابو الزبیر سے (واپس جا کر) سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا: اس میں ہے جو ان سے سنا اور وہ بھی جو میں نے ان سے روایت کر دیا ہے- میں (لیث) نے اس سے کہا: مجھے اس کا علم دو جو تم نے سنا ہو- پس اس نے صرف وہ بتایا اور یہ اب میرے پاس ہے-اس وجہ سے ائمہ (حدیث) کی جماعت نے اس (ابو الزبیر) سے دلیل نہیں لی سوائے اس کے کہ جو لیث کی سند سے ہو – اور صحیح مسلم میں اس کی چند روایات ہیں جس میں ابو الزبیر عن جابر کہا ہے جو لیث کی سند سے نہیں اور امام مسلم اس بات سے واقف تھے کہ اس کی لیث کی سند والی روایات کون سی ہیں ، انہوں نے اس کو اس طرق سے روایت نہیں کیا اللہ آعلم
یعنی یہ امام مسلم کا مخصوص عمل ہے کہ انہوں نے ائمہ حدیث کے خلاف جا کر ابو

الزبیر کی جابر سے وہ روایت بھی لے لی ہیں جو لیث کے طرق سے نہ تھیں- اس سے معلوم ہوا کہ یہ مخصوص روایت تمام محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تھی

[6] اس شخص نے اہرام مصر اور آثار قدیمہ کو منہدم کرنے کا فتوی دیا یہ مصر میں قید میں ۲۰۱۵ میں ہلاک ہوا – یہ كلية أصول الدين جامعہ ازہر کا طالب علم تھا اور بعد میں افغانستان میں ملا عمر کا استاد تھا – یہ یمن سے افغانستان منتقل ہوا اور سلفی حربی سوچ رکھتا تھا- اس شخص نے جماعة الجهاد الإسلامي کی بنیاد رکھی اور حکمرانوں کی تکفیر کو جائز قرار دیتے ہوئے مزاحمت کے دوران معصوم مسلمانوں کے قتل کو بھی مباح قرار دیا – سن ۲۰۰۳ میں اس کی سوچ کا علمبردار اسامہ بن لادن تھا جس کو سفید گھوڑے پر سوار دکھایا جاتا یا گویا وہ افغانوں کا مہدی تھا جو قدیم خراسان سے ظاہر ہونے کو تھا-

[7] اس قسم کی تحریریں بہت ہیں مثلا اضواء البیان للشنقیطی ، صالح الفوزان ، ربیع المدخلی کی کتب وغیرہ - -

[8] صحیح سند سے وارد روایت کو محض متن کی وجہ سے منکر قرار دینا راقم نے محدثین کی کتب میں پایا - ابن عدی کتاب الکامل میں ایک اور روایت پر کہتے ہیں

وَهَذَا الْحَدِيثُ، وَإِنْ كَانَ مُسْتَقِيمَ الإِسْنَادِ فَإِنَّهُ مُنْكَرُ الْمَتْنِ اور یہ حدیث اگرچہ اس کی اسناد سیدھی ہیں یہ منکر المتن ہے